خطبات احتشام
خطیب پاکستان
حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی نور اللہ مرقدہ
ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ نزد چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-540513-541377
Mob: 0303-6662980
E-MAIL: Ishaq90@hotmail.com
Website
WWW.Taleefat-e-Ashrafia.Com

خُطباتِ احتشام

ملنے کے پتے

- ادارہ تالیفات-اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- طیب اکیڈمی-بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- مکتبہ امدادیہ-بیت الاشرف باغ حیات سکھر
- مکتبہ العارفی-جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
- ادارہ اسلامیات-انار کلی لاہور۔
- مکتبہ رحمانیہ-اردو بازار لاہور
- مولانا محمد اقبال نعمانی-مکی مسجد کراچی

جلد سوم

از

خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی
نور اللہ مرقدہ

مرتبہ
حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

ناشر
ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 40501 - 540513

عرض ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد

خطبات احتشام (جلد سوم) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آج خطبات کا دور دورہ ہے۔ عام مقررین کے خطبات بھی پسندیدہ نظروں سے دیکھے جارہے ہیں اور مولاناؒ کے خطبات کا تو کیا کہنا۔

ہم جناب محترم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب مدظلہ العالی کے ممنون ہیں کہ انہوں نے یہ کام کر کے ہمیں طباعت کے لئے عنایت فرمایا۔ اللہ پاک مزید بھی آگے بڑھانے کی توفیق دے اور شرف قبولیت عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین!

محمد اسحاق عفی عنہ،

فہرست

سلامتی کا راستہ ۱۴۷

اصلاح باطن اور خوف خدا ۱۶۱

اسلامی تعلیمات ۱۸۱

پیش لفظ

اللہ تعالی کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ خطبات احتشام کو اہل علم و نظر کی طرف سے بڑی پذیرائی حاصل ہوئی ہے اس کی پہلی جلد کی مقبولیت کے بعد دوسری جلد منظر عام پر آئی اور اب تیسیر جلد حاضر خدمت ہے اللہ تعالی محض اپنے فضل و کرم سے اس جلد کو بھی شرف قبولیت بخشیں اور ہمارے لئے دین و دنیا کے لحاظ سے خیر و برکت، اصلاح و فلاح اور ذریعہ نجات آخرت بنائیں - آمین

قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ کتاب میں بندہ ناچیز کی نااہلی سے یا کمپیوٹر سے جو غلطیاں رہ گئی ہوں تو ان کی اصلاح فرماتے ہوئے بندہ ناچیز یا ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کو ضرور مطلع فرمائیں اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرماتے ہوئے مرتب و ناشر کے حق میں دعائے خیر فرماتے رہیں-

آخر میں برادر عزیز مولانا سید عبدالقدوس ترمذی اور محترم حاجی مشتاق احمد صاحب آف پشاور کا دل کی گہرائیوں سے شکر ادا کیا جاتا ہے کہ جنھوں نے بندہ کی درخواست پر بیشتر تقاریر کیسٹوں سے نقل فرماکر بندہ ناچیز کیلئے ارسال فرمائیں، اور اس سلسلہ میں مدیر صاحب ماہانہ الخیر ملتان، مدیر صاحب الحسن لاہور اور ناظم صاحب الخیر ملتان کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے بندہ ناچیز سے تعاون فرمایا اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے - محترم و مکرم حافظ الحاج مولانا محمد اسحاق صاحب مدظلہ مالک ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کا خلوص دل سے شکر گذار ہوں کہ جنھوں نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ یہ عظیم الشان تالیف اپنے ادارہ سے شائع فرمائی- جزاکم اللہ احسن الجزاء-

دعا کا طالب

بندہ ناچیز محمد اکبر شاہ بخاری

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

ضروری وضاحت

خطبات احتشام جلد اول کے شروع میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی قدس سرہ کی حیات طیبہ کے چند پہلوؤں سے متعلق ایک تعارفی مضمون قاری تنویر احمد شریفی کا لکھا ہوا شامل ہے جس سے ان کی عظیم المرتبت شخصیت پر قدرے روشنی پڑتی ہے اس حصہ میں صفحہ ۳۵ پر ڈاکٹر اسرار صاحب کی کتاب شیخ الہند اور تنظیم اسلامی کے حوالہ سے جامعہ اشرفیہ لاہور کے خطبہ جمعہ کی ایک تقریر کا اقتباس پیش کیا گیا ہے جس سے یہ تاثر دیا گیا ہے کہ حضرت مولانا تھانوی مرحوم حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاست اور اصابت رائے کے بہت قائل ہو گئے تھے اور یہی تاثر اسی اقتباس کے حوالہ سے چراغ محمد وغیرہ کتاب میں بھی ظاہر کیا گیا ہے اگر اس سے مولانا تھانوی مرحوم کے نظریہ کی تبدیلی مراد ہے تو پھر صحیح یہ ہے کہ یہ تاثر خوش فہمی پر مبنی ہے، حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے گرامی اپنی جگہ پر چاہے کتنی ہی صائب اور لائق احترام اور خلوص پر مبنی سہی مگر حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں ہمیشہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کے زبردست حامی، مناد اور پرجوش داعی رہے ہیں بلکہ ان دونوں حضرات کے نظریہ پاکستان کے عظیم ترجمان کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کی رہنمائی فرماتے رہے ہیں آپ کی تقاریر و بیانات نیز تحریر اس پر گواہ ہیں، اس لئے مولانا کے مذکورہ اقتباس سے اس تاثر کو فروغ دینا قطعاً بے جا ہے، حکمران طبقہ کی بے راہ روی اور اسلامی تعلیمات سے دوری پہلے بھی ان حضرات کے پیش نظر تھی مگر انہوں نے جس نظریہ اور بنیاد پر پاکستان کی حمایت کی تھی وہ نظریہ ایسا نہ تھا کہ حکمرانوں کی نفاذ اسلام کے بارہ میں لیت و لعل سے اس کو تبدیل کر دیا جاتا۔ چونکہ اس سے مولانا کے متعلق ان کے نظریہ کی تبدیلی کا شبہ ممکن تھا اس لئے ہماری رائے میں اس پر تنبیہ اور وضاحت ضروری تھی۔ باقی مولانا کے سیاسی مسلک و

نظریات کی تفصیلات احقر کی کتاب حیات احتشام میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

خطبات احتشام کے بارے میں
مشاہیر علماء کرام کی آرائے گرامی

راس الاتقاء فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی صاحب مدظلہ العالی

خطبات احتشام مرتبہ، عزیزم حافظ محمد اکبر شاہ بخاری سلمہ نظر سے گذری ہے ماشاء اللہ، عزیز سلمہ نے اپنے اکابر سے عقیدت و محبت کا حق ادا کر دیا ہے عزیز سلمہ کی متعدد و تالیفات اس سلسلہ میں منظر عام پر آئی ہیں اور اب نئی تالیفات میں حیات احتشام اور خطبات احتشام نہایت ہی مفید اور دلآویز تصنیفات ہیں، آج کے اس پر فتن دور میں اکابر علماء و صلحاء کے ارشادات و فرمودات اور خطبات و مواعظ حسنہ کی اشد ضرورت ہے، حق تعالی جزائے خیر عطاء فرمائیں اور اس محنت و جانفشانی کو حق تعالی اپنی رضاء کاملہ کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

سید عبد الشکور ترمذی عفی عنہ
مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیول ضلع سرگودھا

جامع المعقول و المنقول حضرت مولانا صاحبزادہ عبد الرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

آپ کی مرتب کردہ تالیف لطیف خطبات احتشام موصول ہوئی دلی مسرت ہوئی ہے۔ آپ کی اس محنت اور اکابر سے تعلق و محبت پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں آپ بڑا عظیم کام کر رہے ہیں حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کے یہ خطبات آپ نے جمع فرما کر اہل اسلام پر احسان فرمایا ہے۔ جزاکم اللہ۔
حق تعالی قبول فرمائیں۔ آمین۔

مفکر اسلام حضرت العلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ دار العلوم کراچی
محترمی و مکرمی برادرم حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی دونوں کتابیں پچاس مثالی شخصیات، خطبات احتشام مل گئی ہیں، جزاکم اللہ تعالی، دل خوش ہوا کہ بفضلہ تعالی بہت اچھی کتابیں چھپ گئی ہیں، خطبات احتشام کی فہرست اور ابتدائی چند صفحات دیکھے ہیں ماشاء اللہ آپ نے نہایت مفید کام کیا ہے، اللہ تعالی قبول فرمائیں اور نافع بنائیں آمین۔

اللہ تعالی آپ کو خدمات دینیہ کیلئے موفق فرمائیں، ایک سفر کیلئے پابہ رکاب ہوں اور جلدی میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔

والسلام

محمد تقی عثمانی

۲۴-۶-۱۴۱۸ھ

خطیب اسلام محترم جناب مولانا سید عبدالقادر آزاد مدظلہ بادشاہی مسجد لاہور۔

آج ہی خطبات احتشام موصول ہوئی ہے فجزاکم اللہ خیرا۔ آپ نے اکابر دیوبند پر کام کر کے محبت کا حق ادا کیا ہے اس سے قبل بھی آپ نے ایک بڑی اہم ضرورت کو پورا فرمایا تھا، کاش وہ کتاب قیام پاکستان کے فورا بعد لکھی جاتی، مگر افسوس علماء نے اس طرف توجہ نہ دی، تحریک پاکستان اور علماء دیوبند آپ کی کتاب اس قابل ہے کہ اسے درس نظامی کے مدارس میں شامل نصاب کیا جائے اور اس کی تلخیص حکومتی سطح کے سکولوں کے نصاب میں شامل ہو، چونکہ ابھی تک تشکیل پاکستان کا یہ عظیم تاریخی گوشہ نظروں سے اوجھل تھا، آپ نے عوام وخواص میں اسے روشناس کرا کے ملت پاکستان پر احسان فرمایا ہے خطبات احتشام بھی بہت خوب ہے، خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات تو نور علی نور ہوتے ہیں انہوں نے قیام پاکستان کیلئے جو عظیم خدمات انجام دیں وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائیں گی، مولانا مرحوم تو حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

اور حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کے دست راست رہے تھے، اللہ تعالی آپ کی اس کتاب کو بھی قبول عام فرمائیں۔ آمین

جانشین خطیب پاکستان صاحبزادہ جناب مولانا قاری تنویر الحق تھانوی مدظلہ مہتمم جامعہ احتشامیہ کراچی

خطبات احتشام اور ۵۰ مثالی شخصیات جیسے شاہکار موصول ہو گئے ہیں۔ دل بے حد خوش ہوا ہے اور کتاب پر ہر پہلو سے آپ کی محنت اور ذوق و شوق لگن اور ہمہ نوعیت کی مساعی اور کاوشوں پر دلالت کرتی ہے، کتاب کا سائز، ٹائیٹل، چھپائی پر ہر چیز کو دیدہ زیب اور پرکشش پایا ہے، میں آپ کی محنت شاقہ اور مساعی کی دل و جان سے قدر کرتا ہوں مگر سرسری مطالعہ سے معلوم ہوا کہ کتاب میں بہت سی اغلاط رہ گئی ہیں خاص طور پر اشعار میں، اس طرح شعر کا سارا مزہ ہی کرکرا ہو جاتا ہے، میری استدعا ہے کہ آپ کتاب کی اصلاح کا مہتم بالشان اہتمام کریں تا کہ مجھ سمیت لاکھوں مسلمانوں کیلئے قابل قبول ہو، میں بھی اس پر تصحیح کا کام کر رہا ہوں اللہ تعالی آپ کو اجر عظیم عطاء فرمائیں آمین۔

حضرت مولانا محمد قاسم قاسمی صاحب
مہتمم جامعہ قاسم العلوم فقیروالی

آپ کی یہ کتاب خطبات احتشام اور دیگر متعدد تصانیف کے مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے، عرصہ سے اخبارات و رسائل میں اکثر آپ کے مضامین پڑھتا تھا جس کی وجہ سے آپ سے دلی و قلبی محبت تھی پھر جب حضرت مولانا سے مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب کی زبانی آپ کی علمی و تصنیفی خدمات سنیں تو محبت میں مزید اضافہ ہوا ہے، اللہ کرے آپ کا زور قلم اور زیادہ ہو، آپ کی تصانیف و مقالات سے اکابر کے حالات اور ملفوظات سے آگاہی حاصل ہو رہی ہے اللہ تعالی نے آپ کو صاحب قلم بنایا ہے، ہم آپ کیلئے دعاگو رہتے ہیں۔ اللہ تعالی جزائے خیر عطاء فرمائیں۔ آمین

محترم جناب مولانا محمد سعد صدیقی صاحب
ریسرچ آفیسر قائد اعظم لائبریری لاہور

محترم ومکرم جناب حافظ محمد اکبر شاہ بخاری صاحب کی متعدد تصانیف نظر سے گذری ہیں جن میں اکابر علماء دیوبند تحریک پاکستان اور علماء دیوبند ذکر طیب، شیخ الاسلام پاکستان تذکرہ خطیب الامت حیات احتشام کاروان تھانویؒ مفتی اعظم پاکستان حیات مولانا ظفر احمد عثمانی سیرت بدر عالمؒ سوانح خلیل اور خطبات احتشام، نہایت معلومات افزاء اور مفید تصانیف ہیں ضرور متعلقین کیلئے یہ انمول تحفے ہیں ان کی قدر کی جائے اور جناب حافظ صاحب کے ممنون اور دعا گو رہنا چاہیے جزاکم اللہ حق تعالی ان کی خدمات کو قبول فرمائیں آمین۔

محترم برادرم مولانا سید عبد القدوس ترمذی

خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالی نے حقیقی معنی میں پاکستان کا عظیم خطیب بنایا تھا آپ کے سینکڑوں خطبات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں، انداز بیان طرز تلاوت اور اشعار پڑھنے کے منفرد انداز کے ساتھ افہام و تفہیم کے فن میں بھی آپ کو عجیب ملکہ تھا جس شخص نے کبھی ایک مرتبہ بھی آپ کی تقریر دلپذیر سنی ہو تو وہ اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ذالك فضل الله یوتیه من یشاء عرصہ سے اس کی ضرورت تھی کہ حضرت مولانا کے خطبات کو جمع کر کے شائع کیا جائے تاکہ مسلمانوں کو ان سے استفادہ کا موقع ملے چنانچہ برادرم محترم جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری نے اس ضرورت کو باحسن وجوہ پورا کر دیا ہے اور اس سلسلہ کی پہلی کڑی خطبات احتشام کے نام سے منظر عام پر آگئی ہے۔ حضرت مولانا موصوف کی تقاریر و خطبات کی کیٹیں سینکڑں سے بھی متجاوز ہیں، جناب حافظ محمد اکبر شاہ صاحب نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے انھیں جمع کر کے کتابی شکل میں پہلی مرتبہ خوبصورت عنوانات کے ساتھ شائع کرایا ہے لور ابھی

دوسری تیسری جلدیں بھی جلد ہی آرہی ہیں، یہ ایک بہت بڑی خدمت ہے الغرض خطبات احتشام ایک عظیم اسکالر اور بے بدل خطیب، ثاقب ذہن انسان اور مستند عالم دین کے فاضلانہ خطبات کا مجموعہ ہے جس سے دور حاضر کے خطباء کو فائدہ اٹھانا چاہیے اور امید ہے باذوق حضرات مولانا مرحوم کے ان خطبات و مواعظ سے بھرپور استفادہ کریں گے اور حافظ صاحب کے لئے خصوصی دعائیں بھی کریں گے۔

خطیب پاکستان

مولانا احتشام الحق تھانویؒ

کا ارشاد گرامی

ہم نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا دامن پکڑا تھا، الحمد للہ ابھی تک نہیں چھوڑا اور اسی مسلک دیوبند پر قائم ہیں جس پر ہمارے اکابرین قائم تھے، الحمد للہ ہم نے مسلک دیوبند پر سودے بازی یا اکابر علماء دیوبند کے نام پر استخواں فروشی کبھی نہیں کی (تذکرہ خطیب الامتؒ)

علماء ہی ہیں جن کی ثبات واستقلال میں عالم کی نجات کا راز مضمر ہے اور وہی ہیں جن کی ذلت اور لغزش سے عالم تباہ ہو جاتا ہے

خطیب پاکستان

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب پاکستان حضرت مولانا الحاج احتشام الحق صاحب تھانویؒ آخری دور کے علماء میں ایک خاص امتیازی خصوصیت کے مالک تھے میری سب سے پہلی ملاقات ۱۹۳۲ء میں دیوبند میں ہوئی جبکہ میں فارغ التحصیل ہو کر مدرسہ عربیہ معین الاسلام انبالہ چھاؤنی میں مہتمم و صدر مدرس کے فرائض انجام دے رہا تھا اور مولانا مرحوم تحصیل علم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے تھے مولانا عمدہ پوشاک میں تھے سر پر ترکی ٹوپی پاؤں میں اعلیٰ قسم کا انگلش جوتا تھا میرے برادر نسبتی حضرت قاری محمد طیب صاحب کے مکان پر مولانا مرحوم کے بڑے بھائی عزیز الحق صاحب مرحوم دوپہر کے کھانے پر مدعو تھے، میں بھی اس میں شامل ہوا، دوران گفتگو مولانا کی زیرکی اور صلاحیت کا کچھ اندازہ ہو گیا تھا لیکن بعد میں عرصہ دراز تک کوئی ملاقات نہ ہو سکی تحریک پاکستان کے دوران شیخ الاسلام قبلہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب نور اللہ مرقدہ کی معیت میں دہلی جانے کا اتفاق ہوا اور علامہ مرحوم نے مولانا تھانوی مرحوم کے برادر بزرگ کے مکان پر ایک علماء کا اجتماع کیا تو اس وقت دوسری ملاقات ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا تھانوی صاحب وایئر ائیگل لاج کی مسجد میں جمعہ پڑھانے آتے تھے یہ جگہ غلام احمد پرویز صاحب سے نمازیوں نے خالی کرا کر مولانا تھانوی صاحب کو دی تھی جبکہ مولانا سبزی منڈی مسجد دہلی میں خطابت و امامت فرماتے تھے اور دہلی میں مولانا کی طوطی بول رہی تھی نیز مولانا کی خطابت و شیریں بیانی کا ہر جگہ چرچا تھا اسی وجہ سے نوابزادہ لیاقت علی خان مرحوم کے الیکشن میں تھانہ بھون، کیرانہ، شاملی مظفر نگر وغیرہ میں دہلی سے حضرت مولانا تھانوی کو بلا کر تقریر کا پروگرام بنایا گیا تھا جو بہت

کامیاب ثابت ہوا، جبکہ ضلع سہارنپور کے قصبات میں مجھے کام کرنے پر لگایا گیا تھا، تحریک پاکستان کے کاموں کا ہجوم تھا اس لئے پھر کسی جگہ ملاقات نہ ہو سکی پاکستان کے قیام ۱۹۴۷ء کے بعد میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصی معتمد کی حیثیت سے کراچی میں مقیم تھا تو مجھے علامہ مرحوم نے جیکب لائن کی ایک مسجد میں جانے کا حکم دیا اور فرمایا مولانا احتشام الحق تھانویؒ دہلی سے آرہے ہیں تم وہاں موجود رہنا اور میری طرف سے خوش آمدید کہنا میں وہاں گیا تو ہر طرف سرکاری بیرک تھیں اور درمیان میں ایک چھوٹی سی شکستہ مسجد جس کا نام پتھر پر بلوچ مسجد کندہ تھا موجود تھی مختلف ٹرک آجارہے تھے ٹوٹا پھوٹا سامان دفتری ملازمین اپنے ساتھ لارہے تھے جبکہ کراچی سے جانے والے ٹرک بھر بھر کر جلی ہوئی لکڑیاں پرندے اور جانور تک بھارت لے جارہے تھے یہاں تک مکان کی کھڑکیاں الماریاں دروازے تک اکھاڑ کر لے گئے، مولانا تھانوی صاحب بھی اسی خستہ حالی کے ساتھ تشریف لائے تو مسجد کے متصل ایک مکان میں جس پر کھپریل کی چھت اور کچی دیواریں تھیں انہیں جگہ دی گی اس دن کے بعد اکثر آنا جانا رہتا تھا اور میرے قریبی دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے حضرت علامہ مرحوم کے پاس تھانوی صاحب کی آمدورفت تھی اور میں تو اکثر ان کی خدمت میں رہتا تھا حسن اتفاق ہے کہ مجھے علامہ مرحوم نے لاہور روانہ کیا تاکہ میں حضرت علامہ عثمانی کے خاندان کے افراد اور میرے بچوں کو لاہور میں اتار کر کراچی لاؤں، علامہ صاحب نے زاہد حسین صاحب مرحوم کو جو بھارت میں پاکستانی ہائی کمشنر تھے، کراچی میں یہ فرمادیا تھا کہ میرا کتب خانہ اور میرے خاندان کے ساتھ مولوی محمد متین کے بچوں کو کسی طرح لاہور بھجوادیں، جنوری ۱۹۴۸ء میں لاہور جاتے ہوئے میں نے علامہ صاحب سے عرض کیا کہ اب میں خدا جانے کب تک واپس آؤں، اس لئے مولانا تھانوی صاحب اگر آپ کے

ضروری امور میں اعانت کر دیا کریں تو بہت اچھا ہو گا حضرت علامہ مرحوم نے میری اس تجویز کو پسند فرمایا اور اس طرح مولانا تھانوی مرحوم حضرت علامہ سے قریب تر ہو گئے پھر جمعیت علمائے اسلام کے کاموں میں ترقی کے لئے کام کرتے رہے'

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ مولانا تھانوی مرحوم مرکزی جمعیت علماء اسلام پاکستان کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور میں نائب ناظم کے طور پر کام کرتا رہا' جہاں تک مولانا مرحوم کی ذاتی زندگی کا تعلق ہے وہ ہر دور میں کامیاب رہی اس لئے کہ مولانا مرحوم اپنے ذاتی اوصاف خصوصاً خطابت میں علمائے دیوبند میں ایک بلند اور اہم مقام رکھتے تھے جس میں مرتے دم تک مولانا مرحوم اپنی جگہ نہیں گرائے جاسکے دراصل ہر آدمی میں کچھ خصوصی صلاحیتیں ہوتی ہیں جس کو دوسرا آدمی حاصل نہیں کر پاتا قرآن پاک میں ہے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ میں اس بنیادی اصول کو بیان کیا گیا ہے حق تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو خوش بیانی میں جو مقام عطا فرمایا تھا وہ اس دور میں کسی دوسرے عالم کو نصیب نہیں تھا ایک مرتبہ عظیم شخصیت چودھری خلیق الزماں مرحوم سے کچھ بات ہو رہی تھی جس میں مولانا مرحوم کا ذکر آیا وہ کہنے لگے کہ اگر مولانا تھانوی علماء کے طبقے سے تعلق نہ رکھتے ہوتے تو میں انہیں اس دور کا "تان سین" کہتا مگر اب یہ گستاخی نہیں کر سکتا آج تک مولانا مرحوم کے طرز بیان اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے نقال موجود ہیں مگر وہ نقل کرنے والے ہی کہلا سکتے ہیں حضرت تھانویؒ کا بدل نہیں شمار کئے جاسکتے ممکن ہے آگے چل کر مولانا مرحوم کے صاحبزادگان میں سے کوئی یہ جگہ لے سکے' آمین اس اعلیٰ ذاتی خوبی کے علاوہ مولانا جاذب نظر' خوش پوش خوش خوراک اور انتہائی خوش اخلاق انسان تھے مگر ساتھ ہی عالم کو موجودہ دور میں جس وقار کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے اس میں وہ یکتا عالم

تھے مجھے اکثر مولانا کے ہمراہ جلسوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے وہ لباس صبح و شام تبدیل کرنے کے لئے سفر میں کئی کئی جوڑے رکھتے تھے حالانکہ چند گھنٹوں کے لئے جانا ہوتا تھا اور میں ان کی اس عادت سے گھبرا جاتا تھا مگر ان کی جو وضعداری تھی اس میں کبھی بھی فرق نہ آتا تھا یہ بات ان کے گھر والوں کے سوا شاید کسی کو معلوم نہیں ہے کہ بیگم شائستہ اکرام اللہ کے شوہر نامدار مسٹر اکرام اللہ صاحب جو بڑے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں ان کا ایک کپڑے دھونے والا ملازم تھا جو اب تک ان کی کوٹھی کے احاطے میں ہی رہتا ہے اکرام اللہ صاحب دنیا کے کسی بھی ملک میں مقیم ہوتے ان کے کپڑے دھل کر کراچی سے جاتے تھے مولانا مرحوم سے خاص عقیدت بلکہ عشق کی حد تک تعلق رکھتا تھا اس کی خواہش اور اصرار پر مولانا نے اپنے کپڑے اس سے دھلانے کا بندوبست کر رکھا تھا لیکن خود مولاناؒ اپنے لباس کی دیکھ بھال کا خاص خیال رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انتقال سے پیشتر بھی وہ اپنی ٹوپی دھونے کے لئے غسل خانہ میں پائیں پر گئے جبکہ میزبان نے بہت اصرار کیا کہ میں نوکر سے یہ کام کرادوں گا مگر مولانا نے فرمایا کہ آپ کا نوکر وہ طریقہ نہیں جانتا جس طریقے سے میں ٹوپی دھو سکوں گا غرض مولانا مرحوم اپنے ذاتی اوصاف میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے ہمارے اسلاف و بزرگوں میں چند ہی علماء ایسے ہوئے ہیں جن کا دستر خوان وسیع تھا ان میں مولانا مرحوم بھی شامل ہیں ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ چائے کا دستر خوان کراچی میں صرف اور صرف جامع مسجد جیکب لائن کے خطیب کے مکان پر ہر موسم اور ہر حالات میں قائم رہا ہمارے اکابرین میں سے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا دستر خوان چائے کے لئے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا دستر خوان کھانے کا مشہور تھا حضرت تھانوی مرحوم کی ایک اور خوبی یہ تھی کہ وہ کسی صورت بھی حاکم وقت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے اگرچہ ملتے وقت انتہائی

انکساری و تواضع کا برتاؤ کرتے تھے لیکن دین پر اگر کوئی حرف آتا تو چٹان کی طرح سامنے آجاتے تھے لوگ تو مولانا مرحوم کے بارے میں مختلف قسم کی چہ میگوئیاں کرتے ہی رہتے تھے لیکن مجھے اس خوبی کا اندازہ ہے کہ اگر کوئی نام کا عالم بھی اسلام کی خدمت کرنے لگے تو کراچی جیسی بستی میں جو مال و دولت کا خزینہ شمار ہوتی ہے مرحوم کے کس قدر مداح اور خدمت کرنے والے نہ ہوں گے درحقیقت ان کے عشاق نے انہیں اس قدر بے نیاز کر دیا تھا کہ لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے تھے جن میں کوئی حقیقت نہ ہوتی تھی مولانا مرحوم کا ایک اور وصف یہ تھا کہ وہ اپنے دشمن سے بھی اس طرح ملتے تھے کہ وہ ان کے سامنے پانی پانی ہو جاتا تھا یہ ہی وہ بات تھی جس کی وجہ سے سرکاری حکام اور ان کے مخالفین مولانا مرحوم کے سامنے پانی بھرتے تھے علمی لحاظ سے بھی مولانا تھانوی صاحب مرحوم باصلاحیت شمار ہوتے تھے ہمارے بزرگوں میں مختلف صلاحیتوں کے مالک لوگ گذرے ہیں کوئی علم فقہ میں بلند مقام رکھتا تھا تو کوئی علم الحدیث میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا کوئی خطابت میں یکتا تھا تو کوئی تفسیر قرآن میں اعلیٰ حیثیت کا مالک تھا اس لئے جانچنے اور پرکھنے کا معیار جدا جدا ہوتا ہے اس معیار سے اگر جانچا جائے تو پھر یہ گرانے اور بڑھانے کا چکر ختم ہو جاتا ہے میں نے اپنی ۷۲ سالہ زندگی میں اس معیار کو ہی اپنائے رکھا اور خود کو ہر بزرگ کے ساتھ خادم کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھنے دیا اور یہ ہی نعرہ لگایا کہ میرا شیوہ یہ ہے۔

لا نفرق بين احد من رسله الاية الحمد للہ میں اب تک اس پر قائم ہوں حضرت مولانا احتشام الحق صاحبؒ کی علمی یادگار دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ اور ان شاء اللہ تصانیف میں آئندہ کسی زمانہ میں تفسیر القرآن بھی شائع ہو کر سامنے آجائے گی ان کے جمعہ کے خطبات اور پاکستان یا غیر ممالک میں تقاریر بھی ان کے علمی تبحر کا بہت بڑا ذخیرہ آخرت ثابت ہوگا ان شاء اللہ

مولانا مرحوم کا خاندان صدیقی تھا جو کیرانہ ضلع مظفر نگر میں آباد تھا اور پاکستان خصوصا کراچی میں بڑی تعداد ان کے عزیز و اقرباء کی موجود ہے مولانا کے خاندان میں اکثر لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں روحانی مرتبہ پر ایک بلند شخصیت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی ہے جو کہ آپ کے رشتہ میں ماموں تھے قرآن پڑھنے کا ڈھنگ مولانا مرحوم کا حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ جیسا تھا مولانا محترم کی ایک اور نمایاں یادگار جیکب لائن کی عظیم الشان مسجد ہے جس میں مولانا مرحوم نے شاہجہانی تعمیرات اور جدید تعمیرات کو شامل کر کے ایک خوبصورت امتزاج پیدا کیا ہے اس کے خوبصورت مینار و گنبد محرابیں اور بغیر ستون کے طویل و عریض چھت سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مرحوم کا تعمیری ذوق بھی شاہانہ تھا' غرض ہمہ جہت خوبیاں حق تعالٰی نے مولانا مرحوم کو بخشی تھیں البتہ افسوس اس کا ہے کہ ہم نے مولانا کی قدر نہ کی آج ان کی خوبیاں یاد آتی ہیں تو ہم افسوس کرتے ہیں کہ ہم نے ایک بلند و بالا اور بہترین انسان اپنے ہاتھ سے کھو دیا جس نے ہم جیسے ناقدروں کے درمیان مرنا بھی پسند نہ کیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

جہاں تک مولانا تھانوی مرحوم کی سیاسی زندگی کا تعلق ہے اس کا بنیادی پتھر تو یہ ہے کہ انہوں نے ہر اس فرد یا جماعت کے ساتھ تعاون نہیں کیا جسے انہوں نے اپنی سیاسی بصیرت سے یہ سمجھا کہ ہم باہم ایک پلیٹ فارم پر بیٹھ کر کام نہیں کر سکتے اسی طرح مولانا مرحوم نے ہر اس آدمی یا جماعت کا ساتھ نہیں دیا جو مسلک دیوبند کے خلاف تھا اور اس معاملہ میں مولانا نے کبھی چشم پوشی یا مصلحت بینی اور مداہنت سے کام نہیں لیا اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن میں سے دور ایوبی کے عائلی کمیشن کی رپورٹ میں مولانا کا اختلافی نوٹ عیدین کے چاند پر حکومت سے مولانا مرحوم کا

تصادم پھر نظر بندی جیسے معاملات ہیں
جن کے بارے میں مولانا مرحوم کے کٹر دشمن بھی سر تسلیم خم کر دیتے
رہے

المختصر مولانا تھانوی مرحوم پر قلم اٹھایا جائے تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے میں نے تو مولانا محمد اکبر شاہ بخاری صاحب کے حکم پر باوجود اپنی علالت کے قلم برداشتہ یہ چند مختصر باتیں قلمبند کر کے اپنی مولانا مرحوم سے دوستی کا حق ادا کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے مجھے امید ہے کہ میری اس تحریر سے بہت سے لوگوں کے لاحاصل شبہات بھی دور ہو جائیں گے اگر ایسا ہوا تو میری یہ تحریر رائیگاں نہ جائے گی اور میرے حق میں بھی لوگ نجات آخرت کی دعا فرمائیں گے آمین وباللہ التوفیق

از حضرت مولانا محمد متین الخطیب رحمۃ اللہ علیہ

مجلس احتشام

آپ ہر شخص کے سوال کا جواب بڑی شفقت سے دیتے تھے سننے والہ سمجھتا تھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے ــــــــــــــــــــــــ

ــــــــــــــ مجھ کو اوائل عمر سے ہی بزرگان و اولیائے اللہ کے ساتھ محبت واعتقاد ہے، میں اکثر بزرگان کی زیارات سے ان کی زندگی میں مشرف ہوا یہ شوق دل میں ہے، جب حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کا وصال ہو گیا تو میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی صحبت بابرکت میں شب وروز کا جو بھی حصہ مل جاتا گذارتا میں ان کی حضور و ملاقات کا ہر وقت اس لئے متمنی رہتا تھا کہ سوچتا تھا جو کچھ اس جگہ میسر ہے دوسری جگہ معلوم نہیں میسر ہو سکے، حضرت مولانا تھانویؒ بھی سب میں گھلے ملے رہتے تھے اور کم ہی لوگوں کو معلوم تھا کہ وہ نہایت درجہ ابرار و متقی اور اولیائے وقت ہیں، میں جمعہ کی نماز پابندی کے ساتھ انہی کی جامع مسجد میں ادا کرتا، نماز سے پہلے ڈیڑھ بجے سے ڈھائی بجے تک حضرت مولاناؒ ایک گھنٹے کا جو وعظ فرماتے اسے پورے انہماک سے سنتا اور لکھتا، ان کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے قریب قریب تمام الفاظ میں لکھ لیتا، یہاں تک کہ بعد نماز جمعہ چائے کی نشست کے دوران میں حضرت مولاناؒ جو مسائل اور دین کے بیش بہا نکات سمجھاتے، لوگوں کے سوالات کے جوابات عطا فرماتے میں انہیں بھی فوراً ضبط تحریر میں لے آتا،

اس طرح موجودہ نسل کے جتنے مسلمان حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے مواعظ سے فیض یاب اور ان کے گفتگو سے مستفید ہوئے انہوں نے بہت کچھ پالیا،

شعر و سخن سے آپؒ کی طبیعت کو قدرتی مناسبت تھی، شعر خود تو موزوں نہیں فرماتے تھے مگر سخن شناسی حد درجہ موجود تھی، صد آفریں تھا آپ کا حافظہ کہ

ہزاروں اشعار بر زبان تھے'

چند ماہ قبل معمول کے مطابق بعد نماز جمعہ چائے کی نشست میں بیٹھا تھا' موت کا ذکر فرما رہے تھے' میری زبان پر بے اختیار قمر جلالوی مرحوم کا یہ شعر جاری ہو گیا'

دبا کے قبر میں سب چل دیئے دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

یوں لگا جیسے ان پر کیفیت سی طاری ہو گئی' میں پیچھے ان کے دامن سے متصل بیٹھا کرتا تھا کہ مقابل میں کبھی بیٹھنے کی جرات نہ ہوئی' پلٹ کر دوبارہ سنانے کا حکم دیا میں نے پھر اس شعر کو پڑھا لیکن نہ جانے حضرت مولانا کے سامنے زبان میں لکنت پا رہا تھا' پھر جب نشست اختتام کو پہنچی اور سب سے مصافحے کے بعد مجھ سے مصافحے کی باری آئی تو حکم فرمایا وہی شعر پڑھو' میں نے سنبھل سنبھل کر یہ شعر سنایا اور حضرت مولاناؒ سر جھکائے اپنے کمرے میں تشریف لے گئے'

تدفین کے وقت یہ باتیں اس شعر کے ساتھ جب مجھے یاد آئیں تو میرے آنسو نہیں تھمے' جامع مسجد جیکب لائن میں ہزارہا مسلمان نماز جمعہ پڑھنے آتے تھے لیکن حضرت مولاناؒ سے قریب صرف چند ہی اصحاب تھے' مخصوص چائے والی نشست میں بیٹھنے والے چائے کی نشست ہر نماز جمعہ کے بعد ان کی زندگی میں انتہائی باقاعدگی تکلف اور اہتمام کے ساتھ آخری جمعہ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۰ء تک ہوئی' اس دوران میں ان پر مصیبتیں بھی آئیں' چینی کی بعید از قیاس قلتوں کا سامنا بھی ہوا مگر نشست میں چائے کا دور کبھی نہ بند ہوا' دراصل میخانے کی ساری رونق ساقی کے ہی دم سے ہوتی ہے اور

جب مئے توحید کا پلانے والا ہی نہیں تو میخانہ کہاں' پھر بھی
مست رکھتا ہے تصور ہمیں میخانے کا

حضرت مولاناؒ اس نشست کو تفریحاً جمعہ کی برادری سے موسوم فرمایا کرتے تھے دور قریب بیٹھے ہوئے سب ہی لوگ آپ سے سوالات کیا کرتے تھے اور آپ سب کے جوابات دیا کرتے تھے' جواب دینے کے بعد فرماتے تھے بھئی نو سے گیارہ تک میں روزانہ یہیں بیٹھتا ہوں اس وقت کیوں نہیں آتے یہ چائے کی بے تکلف نشست ہے اس وقت اگر مجھے کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش آجائے تو لیکن میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ وہ تمام مسائل کے شافی جوابات قرآن اور حدیث کے حوالوں سے عطا فرماتے تھے' حق سبحانہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکر میں کس زبان سے ادا کروں کہ اس نے مجھ عاجز کو ان کے قریب رکھ کر جو عطا فرمایا ہے میں اس قربت کو اپنی زندگی کا اصل سرمایہ سمجھتا ہوں خدا اس سرمائے کو محفوظ رکھے' آمین'

ایک روز حضرت مولاناؒ چائے کی نشست میں تشریف فرما تھے' میرے ذہن میں مدت سے ایک الجھن تھی جو کتاب پڑھ کے بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی اس وقت میں نے پوچھا کہ نماز میں زائد عمل جو کہا گیا ہے وہ کیا ہے حضرت مولاناؒ کی فصاحت اور خوش بیانی غور فرمائیں کس درجہ بلیغ کہ ایک ہی جملے میں سمجھا دیا' فرمایا......

''زائد عمل اس عمل کو کہتے ہیں جس عمل کو دیکھنے سے معلوم ہو یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے''

ایک روز حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا قول نقل فرمایا کہ ......

حضرت مہاجر مکیؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے فرمایا کرتے تھے کہ پانی پیو تو ہمیشہ ٹھنڈا پیو کہ زبان سے الحمد للہ کہو تو دل بھی الحمد للہ کہے' گرم پانی پیو گے تو زبان سے تو الحمد للہ کہہ لو گے لیکن دل الحمد للہ نہیں کہے گا' اس لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس طرح استعمال کرو کہ زبان اور دل دونوں اس کا شکر ادا کریں'

جمعہ ۲۳ جون ۱۹۷۸ء کو بعد نماز جمعہ چائے کی نشست کے دوران میں میں

نے عرض کیا کہ بہت سخت گرمی ہے آپ پسینے میں بھیگے ہوئے ہیں' محراب میں پنکھے کا انتظام ہونا چاہیے فرمایا جب تک ہال میں سب کے لئے پنکھوں کا انتظام نہ ہو جائے میں صرف اپنے لئے نہیں چاہتا' اسی پر انہیں ایک نکتہ یاد آیا تو فرمانے لگے کہ کوئی نماز پڑھتا ہو تو اس کو پنکھا جھلنا منع ہے وضاحتاً فرمایا کہ نکتہ یہ ہے کہ نماز کے لئے بادشاہ بھی کھڑا ہوتا ہے تو خود کو خادم کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہے اور خادم کو زیب نہیں دیتا کہ وہ مخدوم بنے'

اسی نشست میں میں نے پوچھا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھی جاتی ہے ٹیپ پر بھی پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں' فرمایا صرف اصل تلاوت جو امام کر رہا ہے اسی پر نماز پڑھی جاسکتی ہے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی ہی آواز ہوتی ہے' اس لئے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھی جاسکتی ہے لیکن ٹیپ چونکہ عکس ہے اس لئے اس پر نماز نہیں پڑھی جاسکتی'

جب تعلیم کے سلسلے میں پوچھا کہ آج کل بچوں کو دینی تعلیم کس طرح دی جائے تو فرمانے لگے کہ آج کل دراصل آدمی چاہے بھی تو بچوں کو دینی تعلیم نہیں دے سکتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ رشتے داروں سے ملے گا اور وہاں کا ماحول دینی نہیں ہے پھر سمجھانے لگے کہ ایک عورت نے دوسری عورت سے پوچھا کہ فوج کس کو کہتے ہیں دوسری نے کہا کہ میرے میاں تمہارے میاں بس فوج ہو گئی فرمایا اسی طرح معاشرہ ہے میرا گھر آپ کا گھر ہی معاشرہ ہے فرمایا ہندوستان میں شروع شروع میں دینی مدارس تین تھے ایک مدرسۃ الاسلام بعد میں جس کا نام علی گڑھ کالج ہوا' دوسرا دارالعلوم دیوبند' تیسرا ندوۃ العلماء تھا' مدرسۃ الاسلام میں شروع میں خالص دینی تعلیم تھی بعد میں انگریزی آئی دینی تعلیم کہاں رہی ختم ہو گئی پھر دہلی عربک کالج یہاں شروع خالصتاً قرآن اور حدیث کی تعلیم ہوتی تھی' یہاں انگریزی لائی گئی' اب جا

کے دیکھ لیجئے کہیں قرآن وحدیث کا نام بھی نہیں ہے' خالص انگریزی کالج ہے نام ہے دہلی عربک کالج' اکبر الہ آبادی نے اسی پر کہا تھا اور اپنے مخصوص دلکش انداز میں پڑھ کر سنایا

ہے دل روشن مثال دیوبند

اور ندوہ ہے زبان ہوش سند

ہاں علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ لو

اک معزز پیٹ بس اس کو کہو

فرمایا اور یہی ہوا کہ یہاں سے بڑے بڑے انجینئر' ڈاکٹر اور قانون دان تو نکلے قرآن اور حدیث کا عالم ایک بھی نہیں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مراتب کا لحاظ بہت ضروری ہے اور یہ مصرع پڑھتے

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اس سلسلے میں اکبر الہ آبادی کے چند اشعار بھی سنائے تھے

ان کی کل کوششیں ہیں پولٹیکل

اس کو خالق کی جستجو نہ کہو

کیمپ کے شیخ کو کہو مرحوم

قدس اللہ سرہ نہ کہو

حضرت مولاناؒ کو اجر و ثواب حاصل کرنے کا اس درجہ شوق تھا کہ اکثر سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک شخص مجھ کو برا کہے کہ اس نیکی سے بڑھ کر انسان کے لئے کیا چیز ہو سکتی ہے کہ جس کو اس نے نہ خود کیا ہو نہ اس کا اسے علم ہو اور اس کے باوجود قیامت کے دن جب اس کا صحیفہ اعمال کھولا جائے تو وہ نیکی اس میں موجود ہو'

فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے پاس ایک رئیس ایک کنیز کو لے کر آئے اور کہا کہ آپ کی خدمت کرے گی' کنیز نے رئیس سے کہا یہ آپؒ نے اچھا نہ کیا کیوں کہ میں سلطان جی کی معتقد نہیں' رئیس نے کہا کیا خرابی تو نے دیکھی ہے کنیز نے کہا کہ سلطان کا کوئی مخالف ہی نہیں' سلطان کیا انبیائے کرام' خلفائے راشدین' صحابہ کرام اور آئمہ دین سے بھی بڑھ گئے کہ ان سب کے مخالفین اور دشمن تھے' سلطان کو سب ہی اچھا کہتے ہیں' میں ان کی معتقد نہیں رئیس نے کہا تم چند دن خدمت کر کے دیکھو' اگر ان کی زندگی شریعت کے مطابق نہ پاؤ تو واپس آجانا' لکھا ہے اگلے دن صبح سویرے کنیز پڑوس میں گئی کنڈی جائی کہا سلطان کے لئے ناشتہ تیار کرنا ہے ذرا آگ دے دیں پڑوس نے کہا اب تو میں بالکل آگ نہیں دوں گی اور یہ کہہ کے سلطان کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے کنیز آئی اور کہنے لگی آج میں سلطان کی معتقد ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ یہ انبیائے کرام کے راستے پر ہیں کیونکہ حق کی پہچان یہی ہے کہ حق پرست کے مخالفین ہوں رسول اکرم ﷺ ایسی تکلیفوں سے گذرے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

"مجھے اتنی ایذائیں پہنچائی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو اتنی ایذائیں نہیں پہنچائی گئیں"

تمنا ہے پھول توڑنے کی لیکن یہ خیال کہ کانٹا نہ چبھے غلط ہے کانٹا بھی چبھے گا اس لئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا مطلب تھا کہ اس نیکی سے بڑھ کر انسان کے لئے کیا چیز ہو سکتی ہے کہ جس کو اس نے نہ خود کیا ہو نہ اس کے علم میں ہو اور اس کے باوجود قیامت کے دن جب اس کا صحیفہ اعمال کھولا جائے تو وہ نیکی اس میں موجود ہو'

ایک بار علم کی بات چلی تو فرمانے لگے علم کے لئے اخلاق کا بہتر ہونا ضروری ہے یعنی جس کو ہم تصوف کہتے ہیں طالب علم میں تصوف کا ہونا ضروری ہے ورنہ کسی کو

صرف علم کبھی نہیں سکھانا چاہیے کیوں کہ صرف علم سیکھ کر آدمی فرعون ہو جاتا ہے اور فرمانے لگے کہ میں نے دیکھا ہے جنہوں نے صرف علم سیکھا ان کو کہتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ (نعوذ باللہ) کیا جانتے تھے' حضرت امام فخر الدین رازیؒ کو (نعوذ باللہ) کیا آتا تھا اور حضرت مولانا رومیؒ (نعوذ باللہ) کیا تھے تو جب تک علم حاصل کرنے والے کا اخلاق بہتر نہ ہو صرف علم نہیں سیکھانا چاہیے اور فرمایا اخلاق کی بہتری کا دارومدار ہوتا ہے اللہ والوں کی محبت پر فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ حرم شریف میں تشریف رکھتے تھے کہ ان کی نظر ایک شخص پر پڑی' وہ اٹھ کر اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ تم نے اپنی زندگی میں کسی اللہ والے کو دیکھا ہے اس نے کہا نہیں پوچھا کچھ دیر سہی کسی اللہ والے کی صحبت میں رہے ہو اس نے کہا ایک اللہ والے تھے ان سے ایک بار ملا ہوں فرمایا وہی میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی نظروں کے اثرات اب تک تمہارے چہرے پر باقی ہیں حضرت مولاناؒ فرمانے لگے صحبت صالح بہت بڑی دولت ہے جس کو مل گئی وہ مالا مال ہو گیا اور جو اس سے محروم رہا اور محروم رہ کر علم پڑھایا سیکھا وہ فرعون اور چنگیز بن گیا اس لئے علم بغیر تصوف بے کار ہے'

ایک اور نشست کے دوران حضرت مولاناؒ کے مخلصوں میں سے ایک نے پوچھا کہ قبر میں جو عذاب ہو گا تو کیا جسم کو تکلیف ہو گی فرمایا کہ روح کا ٹھکانہ عالم برزخ ہے روح سے جسم کا رابطہ قائم کر دیا جاتا ہے اور جس کو ہم قبر کہتے ہیں یعنی زمین کا گڑھا وہ دراصل کچھ نہیں ہے اصل وہ جگہ ہے جہاں روحیں رکھی جاتی ہیں اس کو مثال سے انہوں نے سمجھایا کہ جس طرح ہم خواب میں دیکھتے ہیں کہ ہمیں سانپ کاٹ رہے ہیں تو ہمیں روحانی تکلیف ہوتی ہے لیکن آنکھ کھلنے کے بعد دیکھتے کچھ نہیں تکلیف یاد رہتی ہے مگر موت کے بعد جو اچھا تھا وہ بھی سامنے دیکھیں گے اور جو باقی ہے وہ بھی دیکھیں گے یعنی فرض کریں خواب میں دیکھتے ہیں کہ تلوار سے کوئی جسم کو کاٹ رہا ہے تو

مرنے کے بعد وہ تلوار بھی ہوگی اور اپنے سامنے کٹتے ہوئے بھی دیکھیں گے اور تکلیف ویسی ہی ہوگی جیسی خواب میں ہوتی ہے پھر مولاناؒ نے فرمایا کہ مرنے کے بعد روح کا تعلق جسم سے قائم کر دیا جاتا ہے حالانکہ جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روح عالم برزخ میں ہوتی ہے'

ان ہی صاحب نے پوچھا کہ قبروں میں نام لے کر سلام کرنا چاہیے یا نہیں فرمایا کہ بعض کا روح کا برزخی قوی اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور بعض کا برزخی قوی مضبوط نہیں ہوتا وہ سنتے بھی نہیں اور جواب بھی نہیں دے سکتے ایسے لوگ جن کا برزخی قوی مضبوط ہو وہ ظاہر ہے متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں لیکن یہ یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کس کا قوی مضبوط ہے کس کا کمزور ہے'

آپ رسول اکرم ﷺ کے روضہ مبارک پر سلام کریں تو وہ سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اولیائے اللہ' بزرگان دین' شہدائے کرام ان کا برزخی قوی کافی مضبوط ہوتا ہے وہ سلام سنتے بھی ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے ہیں لیکن حکم ہے کہ قبرستان میں آپ نام لے کر سلام نہ کریں صرف کہہ دیں السلام علیکم یا اہل القبور کیوں کہ کچھ پتہ نہیں کون مضبوط برزخی قوی والے ہیں اور کون کمزور

گو کہ شہر کراچی کیا پورے ملک میں علماء کرام کی کمی نہیں پھر بھی علمی تبحر' وسعت نظر اور اصابت رائے کی بناء پر لوگ اپنے دینی و دنیوی معاملات میں ان ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ کہیں بھی تقریر کرتے تھے بڑے سے بڑا مجمع خاموش ہو کر شروع سے آخر تک آپ کی تقریر سنتا تھا تقریر کے اندر جتنے مسائل بیان فرماتے ان کی تسلی بخش وضاحت فرماتے تھے اور کچھ اس انداز سے کہ جیسے قرآن اور حدیث سے استفادہ کرنے کا طریقہ بھی نہ آتا ہو تو وہ بھی مقصود کو پالے اور پھر یہ کہ ہر سننے والا یہ سمجھتا تھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے اور چونکہ ہر وقت خدا کی عظمت و جلالت کے

تصور سے ان پر کیفیت خوف و فزع طاری رہتی تھی اس لیے ان کے وعظ میں بڑا اثر ہوتا تھا' منہ سے جو بات نکلتی تھی سامعین کے دل میں اتر جاتی تھی ساری عمر آپؒ کا مقصود مسلمانوں کو گرداب وضلالت سے نکال کر راہ حق کی طرف لانا تھا'

راقم الحروف کو جب آپؒ کے وصال کی خبر ملی تو جمعہ کی نماز کی تیاری میں مصروف تھا،ہی چشم پر آب میں نے سب سے پہلے قرآن شریف پڑھ کر آپؒ کو ایصال ثواب کیا اس کے بعد جامع مسجد کی طرف نکل گیا' مولانا تنویر الحق تھانوی کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی' رات کے گیارہ بجے حضرت مولاناؒ کا جسد خاکی جامع مسجد لایا گیا' رونمائی کے بعد اشکبار میں گھر آکر سورہا' عالم غنودگی میں میں نے مولاناؒ کو اپنی چارپائی کے قریب پایا' وہ مجھے تسلی دے رہے تھے اور مسکرا رہے تھے آنکھ کھول کر دیکھا تو کچھ نہ تھا میں سمجھ گیا آپؒ کو غم پسند نہیں' کیوں کہ آپؒ کی طبیعت میں مزاح اور خوش طبعی شدت سے تھی' موضوع کچھ بھی ہو وہ مزاح کا پہلو نکال لیا کرتے تھے بعد تدفین مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر سے سایہ اٹھ گیا ہو'

حضرت علی سہل اصفہانیؒ جو حضرت جنیدؒ کے ہم عصر تھے فرماتے تھے میری موت اسی طرح ہوگی کہ نہ بیمار پڑوں گا نہ لوگ عیادت کو آئیں گے اللہ مجھے پکارے گا اور میں اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا گھر کی بھی پرواہ نہ کی بچوں کی بھی پرواہ نہ کی حق کی آواز آئی اور حضوری میں پیش ہو گئے' حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے' آمین

نبوت و توحید

الحمد لله نحمده و نستعینه و نستغفره و نومن به ونتوکل علیه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا ھادی له ونشھد ان لا اله الا الله وحده لاشریك له ونشھد ان سیدنا ومولانا ونبینا محمد اعبده و رسوله صلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی آله واصحابه اجمعین اما بعد ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا O خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا O قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا O قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا O

بزرگان محترم برادران عزیز اور میری اسلامی بہنیں!

تقریبا ۵، ۶ دن پہلے مدرستہ البنات کی طرف سے ایک ذمہ دار صاحب نے آپ کے لئے مجھ سے تاریخ مقرر کی تھی، کچھ معروضات کی بناء پر دیر سے اور تاخیر سے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، مدرستہ البنات کی طرف سے اب سے چند سال پہلے یہیں آپ کے قرب وجوار میں ایک سیرت کا جلسہ منعقد ہوا تھا اور مجھے یاد ہے کہ اس میں، میں نے بچوں کی تربیت بالخصوص لڑکیوں کی تربیت کے سلسلے میں کچھ معروضات پیش کی تھیں اور یہ بتایا تھا کہ ایک لڑکی کا دیندار ہو جانا، آئندہ قوم کے جتنے افراد اس کی گود میں پرورش پائیں گے ان سب کو دیندار بنا دینا ہے اور خدا نہ کرے اگر کوئی بچی دین سے الگ ہو کر زندگی گذارے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی گود میں پرورش پانے والے بچے جو ہیں دین سے بالکل الگ ہو جائیں گے اس کی بڑی اہمیت ہے،

اس سلسلہ کا ایک جلسہ آج بھی ہے اور میں نے قرآن کریم کی چند آیتیں آپ کے سامنے پڑھی ہیں کہ جس میں دو مسئلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں، ایک نبوت کا دوسرے توحید کا اور یہ دونوں کے دونوں مسائل صرف حضور اکرم ﷺ کے دین ہی کے نہیں، بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دین کی بنیادی مسائل ہیں ہر

نبی اور ہر پیغمبر جب دنیا میں آئے تو چند بنیادی چیزوں کی تعلیم انہوں نے ضرور دی جن میں سے ایک توحید ہے دوسرے رسالت کا مسئلہ ہے تیسرے آخرت کا مسئلہ ہے اور انہی بنیادی چیزوں کا نام اسلام ہے اور حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک تمام پیغمبروں کا اور نبیوں کا دین' دین اسلام ہے اس لئے کہ بنیادیں سب کی مشترک ہیں ہر نبی نے توحید کی تعلیم دی ہر نبی نے رسالت و نبوت کا مسئلہ پیش کیا ہر نبی نے آخرت کا تصور پیش کیا یہ اور بات ہے کہ عمل کرنے والوں کو مسلم قرآن کریم نے صرف حضور ﷺ ہی کی امت کو فرمایا ہے'

هُوَسَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے'

اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کسی شخص کے پاس دس غلام ہیں اور وہ دس کے دس جو ہیں اپنے آقا کی نوکری کرتے ہیں' خدمت گزاری کرتے ہیں' اطاعت کرتے ہیں' لیکن ان دس غلاموں میں سے ایک غلام ایسا بھی ہے کہ جس کا نام بھی غلام ہے' باقی نو غلام جو ہیں ان کے نام الگ الگ ہیں کام کے اعتبار سے سب غلام ہیں لیکن ایک دسواں غلام ایسا ہے کہ جس کا نام بھی غلام ہے اور جس کا کام بھی غلامی ہے' حضور ﷺ کی امت کا نام اللہ تعالی نے امت مسلمہ رکھا ہے اور یہ قوم قوم مسلم کہلاتی ہے' حضور کی امت سے پہلے کسی امت کا نام امت مسلمہ نہیں رکھا گیا' اس لئے میں نے عرض کیا کہ دین سب نبیوں کا ایک رہا' ہاں شریعتیں' ملتیں تبدیل ہوتی رہیں اور شریعت کی تبدیلی کو بھی ایسا ہی سمجھئے جیسے ایک ہی بیماری ہے اگر وہ بچہ ہے تو اس کی دوا کی مقدار کم ہو جائے گی' اگر وہ بوڑھا ہے تو دوا وہی دی جائے گی لیکن اس کی مقدار میں فرق ہو جائے گا' اس کے ساتھ دوسری تیسری دوا اور ملا کے دی جائے گی اس لئے کہ اس کا دل و دماغ بھی کمزور ہے' ممکن ہے کہ اس دوا کا کوئی خراب اثر نہ ہو' جس کا مطلب یہ ہوا کہ مریض کے حالات میں جوں جوں تبدیلیاں ہوتی جائیں گی' عمر کے اعتبار سے بیماری

وہی ہے علاج وہی ہے دوا وہی ہے لیکن اس کی مقدار میں اس لئے فرق کر دیا گیا کہ مریض کے حالات میں فرق ہے' یا دوسرے طریقے پہ یوں سمجھئے کہ ایک بیمار ہے اور ایک ہی عمر ہے' لیکن اگر کراچی میں ہے تو اس کے ساتھ دوسری دوا دی جائے گی' اگر کوئٹہ میں ہے تو وہاں کے آب و ہوا کے لحاظ سے کوئی اور دوا اس کے ساتھ شامل کر دیں گے' اسی لئے حضور اکرم ﷺ کی ملت اور آپ کی شریعت سے پہلے شریعت الگ ہے اور ملت آپ ﷺ کی وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی ملت ہے'

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ تم یہودی بن جاؤ تو تمہاری ہدایت ہو جائے گی تم نصرانی بن جاؤ تو تم سیدھے راستے پر آجاؤ گے' حق تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں'

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوْا ان کو جواب دے دیں قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا

آپ ان کو یہ جواب دے دیجئے کہ ہماری ملت وہی ملت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی ملت ہے' ہم تو پہلے ہی سے ہدایت یافتہ ہیں' ہمیں کسی اور تعلیم کی ضرورت نہیں' ہماری ملت' ملت ابراہیمی ہے'

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا دین ایک شریعتیں مختلف مثلاً روزوں کی تعداد میں فرق یا مالی عبادت کی مقدار میں فرق یا اسی طریقے سے اور سزاؤں یا چوری کی سزا میں فرق' حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت میں' اس کے اندر چوری کی سزا یہ تھی کہ جس کے پاس سے مال برآمد ہو وہ چور ایک سال تک اس مال کی مالک کا غلامی کرے گا' یہ چوری کی سزا تھی اور اسی سزا کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بھائی کو ایک سال اپنے پاس رکھنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ اپنا شاہی سامان ان کے سامان میں چھپا دیا تھا

آپ تو یہ سمجھتے ہیں کہ سورۃ یوسف جو ہے یہ دراصل قصہ سنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائی ہے...... نہیں یہ مقصد نہیں' بلکہ اس سورۃ کے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو ثابت کیا جائے' اس لئے کہ ایک یہودی کے پاس ایک مشرک آیا ہے اور اس نے آ کر یہ کہا کہ ہم تو ان کا مقابلہ کر چکے لیکن ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے' اب ہمیں کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ جس کی وجہ سے (نعوذباللہ) ہم رسول اللہ ﷺ کی تمام کوششوں کو خاک میں ملا دیں' ایسی کوئی ترکیب بتاؤ

یہودی نے کہا کہ اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کے مجمع میں گھرے ہوئے بیٹھے ہوں تو تم جا کر تاریخ کا ایک سوال کرنا اور تاریخ بھی دو ہزار سال پہلے کی تاریخ کا سوال کرنا اور جب وہ جواب دے نہیں سکیں گے تو لوگ بد ظن ہو جائیں گے' ان کی ساری نبوت ختم ہو جائے گی اور وہ سوال یہ کرنا کہ یہ جو بنی اسرائیل ہیں یہ تو ملک شام کے رہنے والے ہیں مصر میں کب آئے' کیسے آئے' اس لئے کہ مصر ان کا اپنا ملک نہیں ہے'

میں نے کہیں دیکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا جب وصال ہوا ہے تو شاید انہوں نے یہ وصیت کی تھی فرمایا کہ یہاں سے میری لاش کو منتقل کر دیا جائے' حالانکہ نبی اور پیغمبر کی شان یہ ہوتی ہے کہ جہاں ان کا انتقال ہو جاتا ہے وہاں سے ان کی میت کو منتقل نہیں کیا جاتا' لیکن فرمایا کہ اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہاں کے لوگ بنی اسرائیل کے ساتھ اچھا تعلق نہ رکھیں تو کوئی بے ادبی کا برتاؤ نہ کریں' اس لئے منتقل کیا جائے' اور یہی ہوا کہ ملک مصر کے اندر بنی اسرائیل کے ساتھ بد ترین قسم کا سلوک کیا جاتا تھا اور وہ یہ سمجھا جاتا تھا خواب کی تعبیر یہ دی تھی کہ شاید کوئی بنی اسرائیل کا لڑکا آپ کی حکومت کا تختہ الٹنے والا ہے اس لئے اس نے حکم جاری کر دیا تھا

کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی لڑکا پیدا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے'

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس یہودی نے مشورہ دیا یہ مشرک آیا ہے اور آکر حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ پیغمبر اسلام ہیں ذرا یہ بتلایئے کہ بنی اسرائیل تو ملک شام کے رہنے والے تھے یہ ملک مصر میں کب آئے اور کیسے آئے تاریخ کا سوال ہے حق تعالی نے فوراً سورۃ یوسف نازل فرمائی' اور سورۃ یوسف کے اندر اللہ تعالی نے دو ہزار سال پہلے کا واقعہ بتلایا کہ کس طریقے سے یہ ملک شام سے ملک مصر میں داخل ہوئے' جو لوگ پہلے سے مسلمان نہیں تھے انہوں نے جب یہ دیکھا کہ انہوں نے دو ہزار سال پہلے کا تاریخی واقعہ بیان کر دیا تو انہیں بھی یقین ہو گیا کہ ان پر خدا کی وحی آتی ہے یہ اللہ کے نبی اور پیغمبر ہیں' اور ان پر وہ ایمان لے آئے تو جس کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ یوسف کا مقصد دراصل حضور اکرم ﷺ کی نبوت کو ثابت کرتا ہے'

تو عرض میں یہ کر رہا تھا کہ ملت اور شریعت کے اندر تو بے شک فرق ہوتا ہے دین سب کا ایک ہے توحید ان سب میں بنیادی مسئلہ ہے بلکہ اس سے زیادہ بنیادی مسئلہ نبوت کا مسئلہ ہے'

'قرآن کریم میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ کہیں کہیں توحید کا مسئلہ پہلے بیان کیا کہیں نبوت کا مسئلہ پہلے' دونوں طرح ہیں' مثلاً قرآن کریم کے شروع میں سب سے پہلے توحید یَآاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ' اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ...... تَعْلَمُوْنَ

یہ توحید کا مسئلہ ہے آگے رسالت و نبوت کا مسئلہ ہے فرمایا

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا ...... صٰدِقِیْنَ

اور کبھی کبھی ایسا کیا گیا ہے کہ نبوت کا مسئلہ پہلے بیان کیا توحید کا مسئلہ بعد میں فرمایا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یہ نبوت اور رسالت کا مسئلہ ہے اِنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ یہاں توحید کا مسئلہ ہے

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کبھی کبھی تقریر کرنے والا مقرر یا واعظ یا جب کوئی کتاب لکھنے والا کتاب لکھتا ہے تو مضمون پہلے ہی سے اپنے ذھن میں جمع کر لیتا ہے اور پھر اسی ترتیب کے ساتھ لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے، علمی زبان کے اندر اس کو کہتے ہیں پہلی ترتیب، یعنی ذہنی ترتیب تو ذہنی ترتیب کے اندر توحید کا مسئلہ پہلے ہے نبوت کا مسئلہ بعد میں لیکن ایک دوسری ترتیب بھی ہے اس وقت ۱۰ بجے ہیں اور ۱۰ بجے سے پہلے دنیا میں اسلام آیا نہیں اب دنیا میں اسلام آرہا ہے ۱۰ بجے آئے گا تو تھوڑی دیر کے لئے غور کیجئے جب دنیا میں اسلام آئے گا اور ہم میں سے اور آپ میں سے کسی کو توفیق ہوگی،

قبول کرنے کی تو آیا سب سے پہلے نبوت پر ایمان لائے گا یا سب سے پہلے توحید پر ایمان لائے گا...... سب سے پہلے توحید پر ایمان نہیں لائے گا اس لئے کہ اسے کیا خبر کہ توحید کسے کہتے ہیں جب اسلام وجود اختیار کرتا ہے اور اسلام وجود میں آتا ہے تو سب سے پہلے نبوت کا مسئلہ اور رسالت کا مسئلہ پہلے آتا ہے، توحید کا مسئلہ بعد میں آتا ہے،

ایمان لانے والا سب سے پہلے سرکار دوعالم ﷺ کی نبوت پر ایمان لاتا ہے، آپ کو سچا رسول تسلیم کر لیتا ہے، تو نبی اور رسول بتاتے ہیں کہ خدا پر ایمان لانے کا طریقہ کیا ہے،

نبی اور پیغمبر آپ کو یہ بتائیں گے کہ کتاب اللہ پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے آخرت پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ایمان کی جڑ

نبوت اور رسالت ہے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو جو نبی پر تو ایمان لایا نہ ہو اور کہے کہ میں تو بڑا موحد ہوں خدا پر اور توحید پر یقین رکھتا ہوں تو سمجھنا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے اس لئے کہ دنیا میں جو آدمی نبی پر ایمان لایا نہ ہو اور کہے کہ میں تو بڑا موحد ہوں خدا پر اور توحید پر یقین رکھتا ہوں تو سمجھنا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے' اس لئے کہ دنیا میں جو آدمی نبی پر ایمان نہیں رکھتا ہے وہ کبھی خدا پر ایمان لا سکتا نہیں' کیوں اس لئے نہیں لا سکتا کہ یہ کام تو نبی کا ہے کہ وہ یہ بتائے کہ اللہ کی قدرت کیا ہے اللہ کی شان کیا ہے اللہ کی صفت کیا ہے یہ کام تو نبی کا ہے یہ ہماری اور آپ کی عقلوں کے تراشنے کا نہیں ہے' بلکہ اس لئے بعض لوگوں نے منع کیا ہے کہ میاں خدا کو پہچاننے کے لئے عقل کے دلائل کی ضرورت نہیں' خدا کوئی ایسی چیز تھوڑا ہی ہے کہ انسان اپنی فکر اور عقل سے تراش کے رکھ لے' بلکہ اللہ کو پہچاننے کے لئے عقل انسانی کافی نہیں ہے' جب تک کہ وحی اسے خبر نہ دے کہ خدا کی شان کیا ہے اور خدا کی قدرت کیا ہے اور اگر عقل کے ذریعے سے آپ نے خدا کی صفات کی پہچاننے کی کوشش کی تو معاف کیجئے گا وہ عقل دائرہ مخلوق میں چکر لگاتی رہے گی دائرہ خالقیت میں نہیں جائے گی...... کیا مطلب...... آپ یہ سوچیں گے کہ اللہ ہم سے زیادہ طاقتور ہو گا' ہم اگر ۲۰ سیر کی کوئی چیز اٹھا لیتے ہیں تو وہ دو من کی اٹھا لیتا ہو گا' اگر ہمارا قد ساڑھے پانچ فٹ اور چھ فٹ کا ہے تو اس کا بیس فٹ کا ہو گا' اگر ہم اور آپ تھوڑی سی غذا کھاتے ہیں تو وہ زیادہ کھاتا ہو گا' یعنی اپنے ہی دائرے کے اندر برتر قسم کی مخلوق تصور کرے گا اور خدا کی ان صفتوں کا اندازہ نہیں لگا سکتا کہ جس کو خدا خود اپنے وحی کے ذریعے سے خبر دیتا ہے'

مولانا جلال الدین رومی جن کی کتاب مثنوی جو ہے جس کو دراصل فارسی کا قرآن کہا گیا کہ ہست قرآن زبان پہلوی انہوں نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص تھا جس کی کسی نبی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور جب ملاقات نہیں ہوئی تو اس کو خدا کی

صفات اور خدا کی شان کی کیا خبر...... فرمایا کہ

وہ ایک بکریوں کا چرواہا تھا' بکریاں جب چرا کر واپس آیا' آ کے جب لیٹا تو محسوس ہوا کہ میرا بدن دکھ رہا ہے' سوچنے لگا کہ اے اللہ میں تو بیس بائیس بکریوں کو چرا کر تھک گیا' تو تو صبح سے شام تک سارے عالم کا نظام انجام دیتا ہے تو شام کو کتنا تھک جاتا ہو گا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے بڑی محبت میں اے اللہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تو کس جگہ ہے یعنی اس کے ذہن میں یہ ہے کہ جیسے ہم اور آپ کسی گلی میں کسی روڈ پر کسی سڑک پر رہتے ہیں' اسی طرح اللہ میاں کا بھی کوئی بنگلہ ہو گا...... اے اللہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تو کس جگہ پر ہے تو میں دونوں وقت گھی میں پکی ہوئی روٹیاں پہنچایا کروں'

اے اللہ میں تیری ٹانگیں دبایا کروں میں تیرے بالوں میں کنگھا کیا کروں یہ کہہ رہا ہے اور بڑی محبت کے ساتھ کہہ رہا ہے...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں پیغمبر ہیں ان کو خدا کی صفت اور خدا کی شان کی خبر ہے وہ وہاں سے گذرے' فرمایا کہ

این چہ ژاژاست کفر است و فشار

پنبہ زن درد ہان خود دراز

ارے ظالم یہ کیا تم کفریہ کلمات بک رہا ہے' خبردار اپنے منہ کے اندر کپڑا دے لے اور روئی دے کے سی لے اور خدا کے بارے میں ایسی بات کبھی نہ کہہ' خدا کا کوئی مکان ہوتا ہے' خدا کو کہیں تیری روٹیوں کی ضرورت ہے' اسے تیرے کنگھے کی ضرورت ہے یا تیرے ٹانگیں دبانے کی ضرورت ہے'

وہ بے چارہ کانپنے لگا اور کانپتے کانپتے چپ ہو گیا' لیکن اللہ کی شان کرد یکھی دیکھئے کہ وہ اگرچہ بیہودہ کلمات کہہ رہا تھا لیکن اللہ کو تو خبر ہے کہ وہ جاہل اصل میں محبت میں مجھے یاد کر رہا ہے'

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نبی اور پیغمبر ہیں آپ کا کام تو بندوں کو خدا سے ملانا ہے' لیکن جو بندہ مجھے یاد کر رہا تھا' اس کو تو نے مجھ سے جدا کیوں کر دیا'

تو آپ نے دیکھا کہ دراصل جو مکلّف نہیں ہے' جن کو کچھ خبر نہیں ہے بعض اوقات ان کی کسی بے ادبی اور گستاخی کو بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے' بالکل ایسے ہی جیسے آپ نے دیکھا ہو گا چھوٹے بچے کو اگر آپ گود میں لے لیں اور گود میں لے کر آپ اس کے ساتھ کھیلنے لگیں' شرارت کرنے لگیں اور وہ بچہ جو آپ کی داڑھی پکڑ لے اور جب میں یہ جملہ کہتا ہوں تو فوراً یہ خیال آتا ہے کہ ہے ہی نہیں تو پکڑے گا کہاں سے ...... تو خیر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ بچہ اگر آپ کی گود میں ہے اور آپ کو طمانچہ مارے آپ نے دیکھا ہو گا کہ باوجود اس کے کہ اس نے گستاخی کی ہے لیکن آپ اس کا ہاتھ لے کر پیار کریں گے چومیں گے ...... کیوں ...... سزا کیوں نہیں دی ......اور آپ کا اگر کوئی جوان بیٹا یہ حرکت دیکھ رہا ہو کہ ابا کو تو چانٹا لگنے سے بڑی خوشی ہوتی ہے چلو ایک ہم بھی لگائیں' تو آپ سمجھتے ہیں کہ اگر سمجھدار بیٹا اگر ہاتھ بھی اٹھائے گا تو آپ کا خون کھول جائے گا...... کیوں ...... اس لئے کہ یہ چھوٹا بچہ اگر ہے بے ادبی بھی کرے تو اس کو بے ادبی اس لئے معاف ہے کہ اس کو شعور نہیں ہے' لیکن جو صاحب شعور ہیں' جن کو احساس ہے' جن میں یہ تمیز موجود ہے' ظاہر ہے کہ ان کی طرف سے ادنیٰ بے ادبی بھی گوارا نہیں کی جا سکتی۔

تو اسی طریقے سے وہ بے چارہ اللہ کو یاد کر رہا تھا اور اللہ کو اس طریقے پر یاد کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے ایک مخلص بندے کو تم نے مجھ سے جدا کر دیا'

آپ نے یہ اندازہ لگایا کہ توحید کا مسئلہ اگر انسان اپنی عقل سے تراشے تو پھر وہ ایسی ہی بکواس کرے گا جس طرح وہ چرواہا بکواس کرتا ہے' اصل توحید وہ ہے کہ جس

کی خبر نبی اور پیغمبر دیتا ہے کہ اللہ کی یہ شان ہے اللہ کی یہ قدرت ہے اللہ کے یہ صفات ہیں' اس پر ایمان لانے کا نام اصل میں توحید ہے تو خیر یہ بات ثابت ہو گئی کہ دراصل جب اسلام وجود پاتا ہے دنیا کے اندر تو سب سے پہلے نبوت وجود میں آتی ہے اور نبوت کے بعد پھر توحید کا مسئلہ آتا ہے یہ میں نے ساری باتیں اس لئے کہیں کہ آج مجھے صرف ایک بات عرض کرنی ہے کہ حضور اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے' آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے سے ہمیں کونسی دولت عطا فرمائی اور واقعۃ وہ ایسی دولت ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر اس کے مقابلے میں ملے تو وہ سب ہیچ ہیں اور وہ دولت کیا ہے توحید کی تعلیم کے ذریعے سے صرف دو باتوں کا آپ اندازہ لگائیے'

ایک تو یہ کہ اللہ نے انسانوں کے وہ سر جو ہر آستانے اور دروازے پر جھکے رہتے تھے ذلیل ہوتے تھے آستانوں پر جا جا کر ...... اللہ تعالی نے حضور ﷺ کی تعلیمات کے ذریعے ہمارے سروں کو باعزت بنادیا اور فرمادیا کہ ہر دروازے پر جھکنے کی ضرورت نہیں' ایک ہی دروازہ ہے وہ اللہ کا دروازہ ہے' سروں کو جھکاؤ تو یہاں جھکاؤ' کسی دروازے پر جانے کی ضرورت نہیں'

جس کا مطلب یہ ہے کہ توحید کے ذریعے سے اللہ تعالی نے آپ کو عزت اور سربلندی عطا فرمائی اور آپ کے اس سر کو سوائے آپ آگے' اللہ تعالی نے کسی اور کے آگے جھکانے سے منع فرمادیا' یہ عزت اور سربلندی توحید کی بدولت حاصل ہوئی' اس لئے کہ اس سے پہلے یہ ہوتا تھا کہ اولاد کے لئے کسی الگ خدا کے پاس جانا ہے دولت کے لئے کسی الگ معبود کے پاس جانا ہے تندرستی کے لئے کسی الگ معبود کے پاس جانا ہے جو لوگ دوسروں ے دروازوں پر جانے کی کوشش کرتے ہیں ان کے نتیجے میں ان کو ذلت اور رسوائی تو بے شک ملے گی لیکن ان کے تھیلے میں کچھ بھی نہیں ہوگا۔

ایک خلیفہ تھا بڑا ہی چالاک' کسی خوشی کے موقع پر اس نے یہ اعلان کر دیا کہ

میری رعایا میں سے جو ادمی بھی عرضی لے کے آئے گا وہ میں پوری کر دوں گا' بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ میاں چلو آج تو صدائے عام ہے' بادشاہ کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا ہے تو لوگ عرضیاں لے لے کے آئے دروازے پر ہجوم لگ گیا سب سے پہلے ایک آدمی عرضی لے کے آیا' خلیفہ نے یہ طے کر لیا تھا کہ جو عرضی لے کے آئے گا سب کو ذلیل کروں گا' دوں گا کچھ بھی نہیں' عرضی لے کے آئے' خلیفہ نے پوچھا کہ عرضی میں کیا لکھا ہے صرف معمولی سی رقم...... خلیفہ غصہ ہوا اور کہا ارے بے وقوف تجھے شرم نہیں آئی تو اتنے بڑے بادشاہ کے سامنے اتنی گھٹیا چیز مانگنے آیا ہے' ۲۰۰' ۲۵۰ روپے تو نے عرضی میں لکھے ہیں' تو ہماری شان کو گرانا چاہتا ہے' تو وہ بے چارہ یہ سمجھ کر واپس چلا گیا کہ واقعی مجھ سے بڑی بے ادبی ہوئی مجھے کم از کم دس بیس ہزار روپے لکھنے چاہیے تھے' ۲۵۰ سو روپے نہیں لکھنے چاہیے تھے'

دیکھا کہ اور بھی بہت سے لوگ دروازے پر کھڑے ہوئے ہیں تو جا کے کہا بھئی دیکھو وہاں میرا جیسا حال ہو گا' تم چھوٹی موٹی عرضی لے کے نہ جانا' عرضی میں بڑی بڑی چیزیں لکھنا دوسرے صاحب آئے انہوں نے عرضی میں یہ لکھا تھا کہ آپ اپنی سلطنت کا ایک صوبہ عنایت فرما دیجئے خلیفہ نے عرضی سنی اور سن کے کہا کہ اس بے ادب اور گستاخ کو باہر نکال دو' کہا حضور میں نے کیا بے ادبی اور گستاخی کی کہنے لگے تو اپنی عرضی میں اتنی بڑی چیز لکھ کے لایا ہے جتنا بڑا تیرا مرتبہ نہیں اپنے مرتبے سے زیادہ لکھ کے لایا ہے'

آپ اندازہ لگایئے کہ کسی عرضی کو یہ کہہ کے واپس کیا کہ یہ میرے مرتبے کے خلاف ہے اور کسی عرضی کو یہ کہہ کے واپس کیا گیا کہ مانگنے والے کے مرتبہ کے خلاف ہے' یہ سب باتیں نہ دینے کی باتیں ہیں'

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر جوتے کا تسمہ بھی اگر تمہارا ٹوٹ جائے تو تم

اللہ سے مانگنے میں شرم نہ کرو' اللہ تمہیں جوتے کا تسمہ بھی دے گا اور اگر ہفت اقلیم کی سلطنت مانگنی ہو تو اللہ سے مانگو' وجہ یہ ہے کہ خدا کی نظروں میں ہفت اقلیم کی سلطنت کی بھی اتنی ہی عظمت ہے جتنے کہ جوتے کی تسمہ کی' خدا کے یہاں چھوٹی اور بڑی چیز کا سوال ہی نہیں' بلکہ بعض اوقات آپ اگر کوئی ایسے طریقے پر کوئی چیز مانگیں کہ جواب کی بے نیازی ظاہر کرتی ہو کہ آپ بڑے بے نیاز ہیں تو اللہ کو وہ بات ناپسند ہے'

ایک شخص نے یہ دعا مانگی کہ میں تجھ سے سالن تو مانگتا نہیں' سوکھی روٹی دو اس وقت دیا کرو دو اس وقت دیا کرو' اسے یہ خیال ہوا کہ اگر میں نے اللہ سے سالن بھی مانگا تو ممکن ہے زیادہ بوجھ پڑ جائے گا حق تعالی کو یہ بات ناگوار ہوئی ایک پولیس والا آیا اور شبہ میں پکڑ کر حوالات میں بند کر دیا' دو اس وقت ملنے لگیں دو اس وقت ملنے لگیں ......بڑا پریشان...... کہنے لگا کہ اے اللہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی' کیا قصور مجھ سے سرزد ہو گیا' اس کے دل میں القاء ہوا! خبردار ایسی شرطیں باندھ کر اللہ سے نہیں مانگنی چاہیے ارے ظالم! سوچ' تو اگر سالن کے ساتھ مانگ لیتا تو خدا کے خزانے میں کوئی کمی آجاتی'

حدیث میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے' تفسیر کبیر میں'

میں نے دیکھا تھا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص قیامت میں اللہ تعالی کے یہاں پیش کیا جائے گا جب اس کو بلایا جائے گا تو وہ یہ سوچ رہا ہو گا کہ مجھے کاہے کے لئے بلایا اس لئے کہ میرے پاس تو کوئی نیکی ہی نہیں میرے مقدمے پیش کرنے کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے' مجھے تو اگر وہیں سے جیل بھجوا دیا جاتا تو ٹھیک تھا' تو اللہ تعالی نے مجھے کاہے کے لئے طلب فرمایا' دل میں یہ خیال آرہا ہو گا' جب حق تعالی کے سامنے پہنچے گا تو اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے اے میرے فلاں بندے میں نے تجھے نیکی کی وجہ سے بخش دیا وہ یہ کہے گا کہ اے بار الہا یہ تو بتا دیجئے کہ وہ نیکی میری کونسی تھی کہ جس کی بدولت آپ نے مجھے بخشا' میں نے تو کوئی نیکی کی ہی نہیں' حق تعالی ارشاد فرمائیں گے کہ کیا وہ فلاں رات

جب تو کروٹیں بدل رہا تھا تو کروٹیں بدلتے بدلتے تیرے منہ سے نکلا اللہ تو تیرے اوپر تو نیند کا غلبہ ہو گیا اس کی وجہ سے تجھے یاد نہیں رہا کہ تیرے منہ سے اللہ نکلا تھا' لیکن اللہ تو جاگتا ہے اللہ کو تو نیند ہی نہیں آتی' اس نے یہ سنا تھا اور اس نیکی کی وجہ سے اللہ نے تجھے بخش دیا'

ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کسی کا عمدہ قسم کا گھوڑا چرا لائے' راستے میں کسی شخص نے پوچھا کہ چوہدری صاحب گھوڑا تو بہت اچھا ہے' بیچو گے' اس نے کہا جی ہاں بیچنا ہے تو اس نے کہا کہ صاحب مجھے اس کی سواری کرنے دکھا دیجئے اور جب آدمی کسی کو دھوکے میں رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے پہلے اپنا بھروسہ اور اطمینان قائم کر لیتا ہے' تو اس نے کہا کہ میں ذرا اس کی سواری دیکھنا چاہتا ہوں!' اس کی خاطر اس نے اپنے جوتے اعتبار میں رکھ دیئے بھلا اللہ کے بندے یہ اگر گھوڑا لے گیا اور اپنے جوتے چھوڑ گیا تو جوتوں کے چھوڑنے سے گھوڑے کی تلافی تو ہو نہیں سکتی لیکن مطلب یہ تھا کہ اس کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ گھوڑا لے کر بھاگ گیا' جوتے اتارے اور گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑ ماری اس نے......اور گیا......اب یہ کافی دیر بیٹھ کر انتظار کرتا رہا اور جب آخر کو وہ نہیں آیا تو اس کے جوتے ہی بغل میں دبا کر چلنے لگا کسی نے راستے میں پوچھا کہ میاں گھوڑا بیچ دیا' انہوں نے کہا ہاں بیچ دیا' کتنے میں بیچا' کہنے لگا جتنے میں لایا تھا اتنے ہی میں بیچ دیا یہ جوتے نفع میں'

خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ آپ نے دیکھا کہ توحید کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے قوموں کے سروں کو اونچا کر دیا اور اب جب یہ اپنا سر اللہ کے سامنے جھکا دیتا ہے تو ہفت اقلیم کے بادشاہ کے سامنے بھی نہیں جھکتے فرمایا کہ

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

توحید کا دوسرا فائدہ یہ ہے راحت واطمینان' اطمینان یہ ہے کہ یہ کام اگر ہوگا تو یہیں سے ہوگا اور نہیں ہوگا تو کہیں بھاگنے کی ضررت نہیں کہیں سے بھی نہیں ہوگا'

شیخ سعدیؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص ۳۰ سال سے برابر عبادت اور بندگی کرتے تھے' ایک رات آواز آئی کہ تیری ساری عبادتیں نامقبول اور رد ہوگئیں اسی لئے کہ تونے بڑی بے ڈھنگے طریقے پر یہ عبادت کی ہے' تیری عبادتیں قبول نہیں ہیں' وہ اگلے دن اٹھے اور پھر عبادت کرنے لگے تیسرے دن پھر اٹھے عبادت کرنے لگے' وہ خادم جو وضو کرایا کرتا تھا اس نے کہا کہ حضور! رات کو یہ آواز آتی ہے' یہ آپ سنتے ہیں' انہوں نے کہا کہ ہاں بھئی سنتے تو ہیں' انہوں نے کہا کہ حضرت جب ۳۰ سال کی عبادت قبول نہیں ہوئی اور منظور نہیں ہوئی تو کاہے کے لئے آپ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں' آرام سے پڑکر سوجایئے' اس لئے کہ اب آپ کی زندگی میں رہ کیا گیا کہ جب ۳۰ سال کی قبول نہیں تو اب کاہے کی عبادت کرتے ہیں

فرمانے لگے کہ بھئی مشورہ تو تونے مجھے اچھا دیا ہے لیکن یہ بتایئے کہ اگر اللہ کے یہاں سے قبول نہیں ہوئی تو کوئی دوسرا دروازہ بھی ہے کہ وہاں سے قبول ہو جائے' ہے کوئی اس نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ قبولیت کا کوئی اور دروازہ نہیں' فرمایا کہ جب کوئی دوسرا دروازہ قبولیت کا نہیں ہے تو بس اسی دروازے سے چمٹے رہیں گے' قبول ہوگا تب بھی چمٹے رہیں گے' نہیں قبول ہوگا تب بھی چمٹے رہیں گے'

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دروازہ کہ جس کے بغیر انسان کو گذارہ نہیں' اس کو تو کبھی بھی نہیں چھوڑنا چاہیے' فرمایا کہ

توانی ازاں دل بہ پرداختن
کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

فرمایا کہ

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایات کیا

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اللہ پر ہمارا کوئی قرضہ نہیں' اگر اللہ نے قبول کر لیا' ان کا احسان ہے اور نہیں قبول کیا ہے تو اللہ سے کوئی گلہ نہیں'

حضرت تھانویؒ نے جب اس شعر کو سنا تو فرمایا کہ اس کو بدل دو' فرمایا کہ

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو کروں زاری

کہ یوں بندے کی یہ خواری مزاج یار میں آئے

تو خیر میرے دوستو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ توحید نے ہمارے سروں کو اونچا کر دیا اور توحید نے ہمیں وہ راحت اور اطمینان دی' یہ دونوں برکتیں حاصل ہوئیں سرکار دو عالم ﷺ کے دین اور آپ کی تعلیمات کی بدولت'

بس اب دعا کیجئے

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ O ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ O ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ O

بزرگان محترم اور برادران عزیز!

اس سورت میں حق تعالی نے ایک واقعہ ایسا بیان فرمایا ہے سرکار دو عالم ﷺ کا، میرا یہ خیال ہے اگر ہم اپنی بیماریوں میں سے اگر آخری جڑ کا پتہ چلائیں تو وہ یہ ہے کہ ہم اپنی محبت کا اظہار زبان سے کرتے ہیں شاید محبت کی حقیقت سے واقف نہیں، یعنی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں سرکار دو عالم ﷺ کی وہ محبت نہیں ہے جو محبت خود حضور ﷺ چاہتے ہیں، وہ محبت تو بے شک ہے کہ ہم اور آپ اس ۲۳ سال کے اندر میرا خیال یہ ہے کہ ۲۳ لاکھ جلسے آپ نے کر ڈالے ہوں گے، صبح و شام سیرت النبی ﷺ کی مجلسیں ہوتی ہیں میلاد النبی ﷺ کی محفلیں ہوتی ہیں، ہم اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں، علامہ اقبال کا ایک شعر یاد آیا فرمایا کہ

رہا نہ حلقہ صوفی میں سوز مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی

(بال جبریل صفحہ ۹۵ غزل ۴۵)

ہم اور آپ حضور اکرم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہیں لیکن اگر ہم سے اور آپ سے کوئی پوچھے کہ اس ۲۳ سال کے عرصہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت کا کوئی اثر ہم نے اپنی زندگیوں میں پیدا کیا تو میرا یہ خیال ہے کہ ہماری گردنیں شرم سے جھک جائیں گی، وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ محبت کے لفظ سے واقف ہیں، محبت کی حقیقت سے واقف نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید م ح ب تٔ اس کا نام محبت ہے...... نہیں......

اس کا نام محبت نہیں ہے' مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں' فرمایا

تو بیک زخمی گریزانی ز عشق
تو بجز نامی چہ میدانی ز عشق

(فضائل صبر و شکر ۴۵۹)

شاید عشق کا نام تم جانتے ہو' عشق کی حقیقت نہیں جانتے' یہی وجہ ہے کہ جب ذرا سی چوٹ لگی تو تم چھوڑ بیٹھے ہو'

شیخ سعدیؒ کی طرف بہت سے واقعات غلط ملط بھی مشہور ہو گئے ہیں اور فارسی کے بہت سے محاورات' مثلاً آپ نے یہ سنا ہو گا کہ "در گلوی ایم سنت پیغمبری است"

تو لکھا ہے کہ اصل میں ان کو شادیوں کا اور نکاح کرنے کا بڑا شوق تھا' ایک کم عمر بد مزاج لڑکی سے انہوں نے شادی کر لی' انہوں نے کہا کہ سالن میں نمک کم ہے' تو اس جھگڑے میں وہ ہانڈی اٹھا کے لائی اور ان کے سر پر جو ماری تو ہانڈی تو ٹوٹ گئی اور وہ گلا یا گھیرا ان کے گلے میں آ گیا' یہ باہر چلے گئے اور لوگوں کو بلا کر کہا "در گلوی ام سنت پیغمبری است" آؤ محلے والو' دیکھو میرے گلے میں سنت رسول ہے' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ زیادہ تر فرضی قسم کے واقعات ہیں'

انہی میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی محبت کا اظہار کسی سے کیا اور وہ بڑا چالاک آدمی تھا' اس نے کہا اگر واقعی آپ کو مجھ سے محبت ہے تو چلئے ذرا سمندر میں تیرنے کے لئے' شیخ سعدی تیرنا جانتے نہیں تھے' وہ چلا جا رہا ہے اور شیخ سعدی کو لے جا رہا ہے' ابھی دیکھا کہ ٹخنوں ٹخنوں پانی آیا' تو شیخ سعدی نے بھی انکار نہیں کیا پنڈلیوں تک آیا پھر بھی انکار نہیں کیا' گھٹنوں تک پانی ہو گیا پھر بھی انکار نہیں کیا لیکن جب ٹانگوں تک پانی چڑھ گیا تو شیخ سعدی کچھ ملنے لگے تو یہ کہہ کے واپس آ گئے کہ عشق

سعدی تازانو' سعدی کا عشق رانوں تک ہے' اس سے آگے نہیں' معاف کرو میں آگے جان دینے کو تیار نہیں'

ہمیں بھی یہ سوچنا چاہیے کہ ہم جو عشق اور محبت کا دعوی کرتے ہیں' ہمارے ذہن میں مفہوم کیا ہے اور سرکار دو عالم ﷺ ہم سے کس قسم کی محبت کی توقع رکھتے ہیں' کس عشق کی امید رکھتے ہیں' وہ کونسی محبت ہے'

مولانا جلال الدین رومی نے بہت سی حکایتیں لکھی ہیں' لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی محبت کا اظہار کیا اور وہ اپنے محبوب کے فراق میں بڑا روتا تھا' محبوب نے کہا کہ آپ ۱۲ بجے میرا انتظار کیجئے' میں ۱۲ بجے آؤں گا' یہ انتظار میں ہے' عاشق نامدار انتظار فرما رہے ہیں' یہ ۱۲ بجے نہیں پہنچے' ایک گھنٹے کے بعد پہنچے' جا کے دیکھا تو یہ عاشق صاحب بڑے زور زور سے خراٹیں لے رہے ہیں' مولانا رومی نے لکھا ہے کہ یہ جو محبوب گیا یہ اپنے ساتھ اخروٹ لے گیا تھا' اخروٹ لے جا کر عاشق کی جیب میں رکھ دیئے اور اس کا کرتہ ذرا دامن سے پھاڑ دیا' آستین پھاڑ دی مولانا جلال الدین رومی نے لکھا ہے کہ اس نے یہ اخروٹ اس لئے رکھے آستیں پھاڑ دی دامن پھاڑا' یہ بتانا چاہتا ہے ارے ظالم! اگر تمہارا محبوب ۱۲ بجے تک نہیں آیا تو تم ایک گھنٹے کے بعد خراٹیں لینے لگے' محبت تو اسے کہتے ہیں کہ آنکھوں آنکھوں میں رات گذر جاتی یہ کیسے عاشق زار ہیں جو خراٹیں لے رہے ہیں اس نے اخروٹ جیب میں رکھ دیئے یہ کہا کہ اب تو آپ مکتب عشق کے بچے ہیں' جس طرح بچے اخروٹ سے کھیلا کرتے ہیں' آستین پھٹی ہوتی ہے' دامن پھٹا ہوا ہوتا ہے' اسی طرح آپ کا بھی دامن پھٹا ہوا ہے' تم کیا جانو' محبت کسے کہتے ہیں'

مولانا جلال الدین رومی نے ایک اور حکایت لکھی ہے' ایک صاحب کے دل میں بڑا شوق تھا کہ میں اپنی کمر کے اوپر شیر کی تصویر بنواؤں' بعضے لوگ تو بڑا سا پھول بنا

لیتے ہیں' کوئی نام لکھ لیتا ہے' تو اس سے زخم کے اندر جو مسالہ داخل کرتے ہیں' اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے' بدن کو گودا جاتا ہے' وہ ہمت کر کے گودنے والے کے پاس گئے کہ میری کمر کے اوپر شیر کی تصویر بنادو' وہ گودنے والا مسالہ اور سامان لے کے آ گیا' اس نے اوزار رکھے اور سوئی چبھوئی' اس نے بڑے زور سے چیخ ماری اور کہا ارے بھئی کیا بناتا ہے' اس نے کہا بھئی دم بنانا شروع کیا ہے' آپ فرماتے ہیں دم بنانے میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے اخر بلا دم کے بھی تو شیر ہوتا ہے' دم نہ بنا' یہ تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی' انہوں نے کہا بہت اچھا میرا کام آسان ہو گیا'

اس کے بعد پھر سوئی چبھوئی' اس نے پھر چیخ مار کر پوچھا' اب کیا بناتا ہے' اس نے کہا سر بنا رہا ہوں' تو آپ فرماتے ہیں' ارے یار بلا سر کا بھی تو شیر ہوتا ہے' اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا' مولانا جلال الدین رومی نے لکھا ہے اس گودنے والے نے غصہ میں آکر اپنے اوزار پھینک دیئے اور کہا

شیر بے گوش د سر و شکم کہ دید
این چنیں شیر خدا ہم نہ آفرید

ارے ظالم تو کہتا ہے سر نہ بنا' کان نہ بنا' دم نہ بنا' ٹانگیں نہ بنا' شیر بنا دے ارے ظالم ایسا شیر تو خدا نے بھی نہیں پیدا کیا' میں تیرے کمر پر کہاں سے بناؤں' فرمایا کہ

تو بیک زخمی گریزانی ز عشق
تو بجز نامی چہ می دانی ز عشق

غزوہ احد میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے' صحابہؓ منتظر ہیں آپ ﷺ نے اپنی تلوار نکالی اور فرمایا کہ من یا خذ ھذا السیف تم میں سے میری تلوار کون لے گا' تمام صحابہ نے دونوں دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے کہ یا رسول اللہ ہمیں دے دیجئے' ہمیں دے دیجئے' آپ ﷺ نے فرمایا' اس طرح نہیں' تم یہ بتاؤ کہ تم میں سے

اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا' ابھی کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا حق کیا ہے مشہور پہلوان حضرت ابو دجانہ ! سبحان اللہ ! ایک وہ صحابی ہیں کہ اس شخص کو کسی نے اتراتے ہوئے نہیں دیکھا' لیکن جب وہ میدان جہاد میں جاتے تھے' اس طرح اتراتے ہوئے شوخیاں کرتے ہوئے جاتے تھے' رسول اللہ نے دیکھا فرمایا خدا کی قسم ! ابو دجانہ ! خدا کو تیری یہ چال پسند نہیں' مگر چونکہ تو جہاد میں جا رہا ہے' اس لئے یہ چال خدا کو پسند ہوئی' ابو دجانہ جب جہاد میں جاتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے زیادہ کوئی چیز مستی پیدا کرنے والی نہیں وہ آگے کو بڑھے اور کہا

"انها لمشية يبغها الله الا فى مثل هذا الموطن

کہ یا رسول اللہ میں حق ادا کروں گا حضور اکرم ﷺ نے تلوار ابو دجانہؓ کو دے دی' حدیث میں آتا ہے' صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ! اس تلوار کا کیا حق ہے' یاد رکھئے جتنا جتنا شرف ملتا ہے' جتنا جتنا مرتبہ بنتا ہے' اتنا ہی ذمہ داریاں بھی بڑھتی ہیں...... حضور نے فرمایا ان تضرب به العدو حتى يحنى کہ اس تلوار کا حق یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں یہ تلوار ہو وہ پیچھے کی صف میں نظر نہ آئے' وہ سامنے کی صف میں نظر آئے' یہ تلوار رسول کی تلوار ہے پیچھے نہیں ہٹے گی اور جس کو اپنی جان عزیز ہے وہ پیچھے ہٹنا چاہتا ہے تو رسول اللہ کی تلوار نہ لے جائے' فرمایا کہ

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

سبحان اللہ ! سبحان اللہ ! اسلام نے بتایا ہے' بہادری کسے کہتے ہیں' خون بہانے کا نام بہادری نہیں ہے' اس لئے نہتوں کے اوپر حملہ کرنا' عورتوں پر حملہ کرنا یا کمزوروں پر حملہ کرنا' اسلام کی نظر میں بہادری نہیں ہے' اسلام کی نظر میں یہ بزدلی ہے' یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کبھی اجازت نہیں دی ہے کہ بغیر اعلان کے اور بغیر

اطلاع کے آپ حملہ نہ کریں جسے آپ نے ۱۹۶۵ء میں دیکھا ہوگا کہ بھارت نے سوتے ہوئے انسانوں کے اوپر حملہ کیا' مسجدوں کے موذن اور امام مارے گئے بچے تباہ ہوئے بوڑھے اور ضعیف مارے گئے' اسلام کے احکام یہ ہیں کہ خبردار! صرف لڑنے والے مارے جائیں' بوڑھوں پر تلوار نہ چلائی جائے' عورتوں' بچوں اور راھبوں پر جو عبادت خانوں میں بیٹھے ہیں ان پر تلوار نہ چلائی جائے'

تو میں نے عرض کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس تلوار کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس تلوار سے کسی بچے یا کسی عورت کو نہ مارا جائے یہ تلوار رسول کی تلوار ہے میں یہ بات عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابو دجانہؓ نے تلوار کا حق ادا کیا میدان جہاد کے اندر'

اور کیا خدا کی قسم ایسا معلوم ہوتا تھا اور میں ایمان سے کہتا ہوں کہ اصل میں ہمیں اور آپ کی زندگی میں شاید کسی چیز کی لذت اتنا نہیں ہوتی' جتنا صحابہ کو شہادت لذیذ معلوم ہوتی تھی...... میں نہیں کہہ رہا ہوں' واقعہ لکھا ہے

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ' غزوہ احد میں اور ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہ ابن جحشؓ ہیں ان دونوں نے کہا بھئی ابھی تک تو لڑائی شروع نہیں ہوئی تو ویسے بیٹھ کے گپ مارنے کے تو ہم عادی نہیں ہیں' چلو آؤ بیٹھ کے دعا کریں اور فرمایا کہ دعا اس طریقے پر کریں کہ تم جو دعا کرو میں آمین کہوں اور میں جو دعا کروں' تم آمین کہو' اسی لئے کہ قرآن کریم کی زبان میں ایک دعا مانگنے والا ایک آمین کہنے والا دونوں کو قرآن دعا مانگنے والا کہتا ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگ رہے ہیں' حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے ہیں' قرآن مجید نے کہا قد اجیبت دعوتکما' تم دونوں کی دعائیں قبول کر لی گئیں' حالانکہ دعا تو ایک ہی مانگ رہے تھے' معلوم ہوا آمین کہنے والے کا مرتبہ دعا مانگنے والے کے برابر ہے'

صحابی نے فرمایا کہ تم دعا مانگو میں آمین کہوں' میں دعا مانگوں تم آمین کہو'

وللناس فیما یعشقون مذاہب' انہوں نے کہا بہت اچھا ہر ایک کا ذوق الگ الگ ہے' دعا کی جارہی ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ! میرا کسی نہایت سخت کافر سے مقابلہ ہو' آمین' اور بہت سے وقت تک اس کے ساتھ جھگڑا ہو' آمین اور پھر میں اس کو چت کر دوں' آمین اور پھر میں اس کو قتل کر دوں' آمین یہ آمین آمین کہہ رہے ہیں' انہوں نے کہا تمہاری دعا تو ہو چکی اب میری دعا ہے تم آمین کہو یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ میرا کسی نہایت سخت کافر سے مقابلہ ہو دیر تک اس سے مقابلہ ہوتا رہے' آمین اور اس کے بعد میں شہید کر دیا جاؤں اور اس کے بعد میرے ناک کان آنکھ سب کاٹ دیئے جائیں' مجھے مثلہ بنا دیا جائے اور وہ آمین کہہ رہے ہیں اور فرمایا کہ اسی طریقے پر میں بارگاہ الٰہی میں پیش کر دیا جاؤں کہ میرے کان ناک آنکھ سب کٹے ہوئے ہوں' اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کریں اور پوچھیں کہ ہم نے تو تجھے کان ناک آنکھ کے ساتھ پیدا کیا تھا تیرے کان ناک آنکھ کہاں ہیں' میں کہوں کہ اے اللہ تیرے راستے میں کٹوا کے آیا ہوں اور وہ ساتھی آمین آمین کہہ رہے ہیں'

آپ اندازہ لگایئے' ایسا معلوم ہوتا ہے' دنیا میں سب سے زیادہ جو لذیذ چیز ہے وہ صحابہؓ کے لئے شہادت تھی اور میں نے ویسے ہی نہیں کہا مجھے بات یاد آگئی'

ایک صحابی ہیں جن کو مثلہ بنا دیا گیا ہے' ان پر چادر ڈالی ہوئی ہے ان کے صاحبزادے فرماتے ہیں یا رسول اللہ چادر ہٹا کے دیکھوں فرمایا نہیں ضرورت نہیں ان کو دفن کر دیا گیا' اگلے دن صاحبزادے رنجیدہ بیٹھے ہیں' حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ آپ خاموش کیوں ہیں' انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا' تو آپ نے فرمایا کہ اپنے والد کی شہادت پر رنجیدہ ہیں کہ ناک کان آنکھ سب کاٹ کے مثلہ بنا دیا گیا ہے' انہوں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ اس بات سے میرا دل رنجیدہ ہے کہ شہادت بھی ایسی ملی کہ ناک کان آنکھ سب کٹے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ

تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے باپ سے خدا نے کیا کلام کیا اور تمہارے باپ نے کیا جواب دیا انھوں نے کہا یا رسول اللہ مجھے نہیں معلوم' آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے باپ کی حاضری ہوئی بارگاہ خداوندی میں' اللہ تعالی نے فرمایا تم ہمارے راستے میں اتنی بڑی قربانی دے کے آئے ہو' مانگو کیا مانگتے ہو جو کچھ مانگو گے دیا جائے گا'

تو تمہارے باپ نے کہا اے اللہ میں جو کچھ قربانی دے چکا ہوں' اس کے بدلے میں اگر آپ کچھ دینا چاہتے ہیں' صرف اتنا مانگتا ہوں کہ آپ مجھے دوبارہ زندگی عطا فرمائیں تاکہ اسی طریقے سے لذت شہادت دوبارہ حاصل کروں' جو لذت مجھے اس شہادت میں ملی ہے' میں وہ لذت اب دوبارہ اٹھانا چاہتا ہوں'

علماء نے لکھا ہے بظاہر شہید کے گلے پر چھری چل رہی ہے' مگر فرمایا کہ جو شہید مار دیا جاتا ہے' اس کو تکلیف بھی اتنی ہی ہوتی ہے جیسے آپ کی زندگی میں کوئی چیونٹی کاٹے' اس سے زیادہ نہیں' خیر تو میں عرض یہ کر رہا تھا اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ محبت آج ہمارے دلوں میں وہ نہیں ہے' علامہ اقبال کے دو شعر یاد آگئے اور ان کے حالات پر کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ اے مسلمان آج تیرے پاس دنیا کی تمام نعمتیں موجود ہیں لیکن تیرے دامن میں محبت کا ہیرہ نہیں ہے' آج وہ تڑپ نہیں ہے وہ ذوق نہیں وہ شوق نہیں فرمایا کہ

ہر طرح کی خوبی بھی خالق نے تمہیں لیکن
تھوڑی سی ضرورت ہے آنکھوں میں مروت کی

وہ نہیں فرمایا کہ

ایسے ہی از شوق وذوق وسوز و درد
می شناسی عصر ملبا ماچہ کرد

اے مسلمان تجھے معلوم ہے کہ زمانے نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے اور جب زمانہ کرتا ہے تو زمانہ اصل میں سکول اور کالج اور یونیورسٹی کے ذریعے سے کرتا ہے' جب کسی قوم کے اندر اچھا انقلاب آتا ہے تو چھوٹی نسل کے ذریعے سے آتا ہے اور جب انقلاب شر آتا ہے تو انہی چھوٹے بچوں کے ذریعے سے آتا ہے فرمایا

می شناسی عصر ماباما چہ کرد

زمانے نے کیا کیا' اگر تمہیں نہیں معلوم' ہم تمہیں بتاتے ہیں' فرمایا

عصر ما مار از ما بیگانہ کرد

از نگاہ مصطفیٰ بیگانہ کرد

زمانے نے ہمارے ساتھ صرف یہ کیا ہے کہ ساری ملت اور ساری قوم کی نگاہیں سرکار دو عالم ﷺ کی طرف سے ہٹادی گئی ہیں اور ساری کی ساری قوم آوارہ ہو گئی ہے'

آج اس قوم کے سرہانے اگر کوئی حکیم اور طبیب بیٹھے اور بیٹھ کے کہے لاؤ بھئی ہم تمہاری نبض دیکھیں تمہاری بیماری کیا ہے تمہارا علاج کیا ہے تم تندرست کیسے ہو گے'

حضرت امام غزالیؒ کے پاس بھی ایک حکیم آیا تھا' امام غزالیؒ نے کہا ارے نالائق بے وقوف' تجھے نبض دیکھنی آتی ہے' تو کیا جانے گا کہ میرا مرض کیا ہے فرمایا

از سر بالین من بر خیز اے نادان طبیب

دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

اس قوم کی بیماری ایک ہی بیماری ہے اور وہ بیماری یہ ہے کہ یہ اپنے محبوب کی زیارت کا شربت پینا چاہتی ہے' جب یہ قوم اپنے محبوب سے وابستہ ہو جائے گی تو سمجھنا کہ اب یہ قوم تندرست ہو گئی' بیماری یہ ہے کہ قوم کی نگاہیں سرکار دو عالم ﷺ

سے ہٹ گئی ہیں

علامہ اقبال مرحوم کا ایک قطعہ یاد آیا...... فرمایا...... کہ

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر

روز محشر عذر ہائی من پذیر

اے اللہ! تیری بڑی شان ہے' ہمارے سارے قصور آخرت میں معاف کر دے ہم محتاج ہیں آپ بے نیاز ہیں

یا اگر بینی حسابم ناگزیر

اور اگر میرا مقدمہ آگے جائے میدان حشر میں' تو پھر میری ایک درخواست یہ ہے کہ میرا مقدمہ سرکار دو عالم ﷺ کی نگاہوں سے چھپا کے پیش کیا جائے' اس لئے میں مجرم ضرور ہوں مگر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذلیل نہیں ہونا چاہتا'

یا اگر بینی حسابم ناگزیر

از نگاہ مصطفیٰ پنہاں پدید

آج ہمارے اور آپ کے دلوں میں ماں باپ کی محبت ہے کنبے اور قبیلے کی محبت ہے کاروبار اور جائیداد کی محبت ہے' وطن اور قوم کی محبت ہے' زبان اور تہذیب کی محبت ہے' رنگ و نسل سے محبت ہے لیکن آیئے اس واقعہ کو سن لیجئے اور دیکھئے کہ محبت کرنے والے حضور ﷺ سے کس طرح محبت کرتے تھے'

تین صحابی ہیں جن میں سے ایک کا نام کعب ابن مالک ہے دوسرے کا نام مرارہ بن ربیع اور تیسرے کا نام ہلال ابن امیہ ہے یہ تینوں بڑے جلیل القدر صحابی ہیں واقعہ یہ ہے کہ سن نو ہجری کے اندر ایک لڑائی کے لئے لشکر روانہ ہوا ہے لڑائی کی نوبت نہیں آئی اور وہ غزوہ 'غزوہ تبوک کے نام سے مشہور ہے' اس سے پہلے مدینے میں قحط پڑ چکا ہے فاقے گذر چکے ہیں اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا کہ یہ تنگدستی کا دور ہے' فِیْ

سَاعَةِ الْعُسْرَةِ تنگی ہے' کسی کے پاس کچھ نہیں اسی وقت ایک تاجر نے یہ خبر دی کہ قیصر روم نے ۴۰ ہزار رومیوں کا ایک لشکر مدینے پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا ہے اور کسی نے قیصر روم کو یہ غلط بات بتا دی ہے کہ پیغمبر اسلام کا انتقال ہو گیا' مسلمان سخت پریشانی میں ہیں ایک ہی مرتبہ حملہ کیا جائے بس کافی ہے وہ ۴۰ ہزار رومیوں کا لشکر روم سے چل کر شام کے علاقے میں آ گیا ہے'

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو جمع کیا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری عادت نہیں کہ میں جگہ کا نام بتاؤں' لیکن آج مجھے جگہ بتانے کی اس لئے ضرورت ہے کہ جگہ بہت دور ہے' شام کے قریب تبوک میں جانا ہے' سازو سامان کم ہے' موسم گرمی کا ہے' قحط میں ہم مبتلا ہیں لہذا جتنی تیاری آپ لوگ کر سکتے ہوں' تیاری کریں یہی وہ غزوہ ہے جس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے آپ ﷺ نے پوچھا کہ اے ابو بکر! آپ اپنے گھر کے لئے کتنا چھوڑ کے آئے ہو' انہوں نے کہا یا رسول اللہ جو کچھ بھی گھر میں تھا سب کچھ لایا ہوں گھر میں صرف اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں' یہ واقعہ سن ۹ ہجری کا ہے اور ایک ہی سال سرکار دو عالم ﷺ کو ملا ہے' سن ۱۰ ہجری' سن ۱۱ ہجری کے شروع میں حضور دنیا سے تشریف لے گئے ہیں یہ آخری غزوہ ہے'

چنانچہ تیاری ہو گئی' لیکن مدینے میں ایک مشکل ہے اور وہ یہ ہے کہ مدینے میں ایک بڑی تعداد منافقین کی ہے' وجہ یہ ہے کہ یہاں پر یہود رہتے تھے اور یہودیوں میں سب سے زیادہ منافقین ہیں' ان لوگوں نے یہ سوچا کہ بھئی مسلمانوں کے ساتھ اسلام کو چھپانے کے لئے نماز تو پڑھ لیتے ہیں' جہاد میں کون جائے گا' انہوں نے مسلمانوں کے پاس جا جا کر مسلمانوں کی ہمتوں کو پست کیا' انہوں نے جا کے کہا کہ آپ لوگ لڑنے کے لئے جا رہے ہیں آپ کو پتہ ہے کہ کس قوم سے مقابلہ ہے رومیوں سے ہے اور رومیوں کے مقابلے میں اگر تم گئے تو بچ کے واپس نہیں آؤ گے' مسلمانوں نے کہا

کہ میاں تم عجیب بے وقوف ہو' بچنے کی نیت کے لئے تو کوئی جاتا نہیں' شہید ہونے کی نیت سے جا رہے ہیں یہ کیابات کہی تم نے'

انہوں نے کہا کہ دیکھو پچھلے سال قحط پڑا ہے اور اس سال کی فصلیں تیار کھڑی ہیں' اگر تم اس حالت میں چلے گئے تو اس سال کی فصلیں بھی تباہ ہو جائیں گی' انہوں نے کہا...... نہیں...... ہمارا فلسفہ یہ ہے ہم خدا کا کام کریں خدا ہمارے کام کی نگرانی کرتا رہے گا' ہمیں یقین ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے ہم نکلیں گے' ہماری فصلوں کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکے گی...... اتنا پختہ ایمان ہے'

روانہ ہو گئے' منافقین دبک کے رہ گئے' حضور اکرم ﷺ روانہ ہو گئے کعب بن مالک' مرارہ بن ربیع' ہلال بن امیہ' یہ تینوں کے تینوں صحابی سوچ رہے ہیں کہ ہمارے پاس اپنی سواری ہے اور صحابہ کو ایک ایک سواری پر ۱۸'۱۸ مجاہدین باری باری سے سواری کرتے ہوئے جاتے تھے انہوں نے سوچا ہماری اپنی سواری ہے آج نہیں کل' کل نہیں پرسوں' جا کے لشکر میں مل جائیں گے' آج کل' آج کل میں یہ وقت گذر گیا' اتنے میں حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے'

رومیوں نے جب یہ خبر سنی کہ پیغمبر اسلام حیات ہیں اور لشکر لے کے آئے ہیں تو رومی وہیں سے واپس ہو گئے' لڑنے کی نوبت نہیں آئی'

اب جبکہ حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے' منافقین میں کھلبلی مچ گئی کیا کریں...... کوئی لنگڑاتا ہوا جا رہا ہے' کسی نے آنکھ بند کر لی ہے' کسی نے پٹی باندھ لی یا رسول اللہ ﷺ چوٹ لگ گئی تھی...... مجھے تو بخار آ گیا تھا میں اس وجہ سے نہیں جا سکا'

کعب ابن مالک تشریف لائے' بڑے جلیل القدر صحابی ہیں بدری ہیں حضور اکرم ﷺ کو آکر سلام کیا' حضور اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دیا لیکن جواب سے پتہ چل گیا کہ آج رسول اللہ ﷺ ناراض ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے کعب بن مالک

تم جہاد میں کیوں شریک نہیں ہوئے' کعب بن مالک کہتے ہیں' میرے دل میں یہ خیال آیا کہ بہت سے منافقوں نے غلط ملط باتوں سے اپنی جان بچالی' میں بھی کوئی جھوٹ بات کہہ دوں لیکن فرمانے لگے کہ مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میں نے یہاں کوئی غلط بیانی کی اور یہاں سے چلا گیا' ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ کو وحی نازل ہو گی اور صحیح صورت حال بتا دی جائے گی میں ذلیل ہو جاؤں گا' جھوٹ تو وہاں بولے جہاں بولا جا سکے' انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! کوئی وجہ نہیں' وجہ صرف یہی ہے' آج اور کل کے اندر سارا وقت گذر گیا' میں یہ سوچتا تھا کہ میری اپنی سواری ہے...... بس یہی وجہ ہے'

حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمادیا' خدا کا حکم ہے کہ کعب ابن مالکؓ مرارہ ابن ربیع اور ہلال ابن امیہ ان تینوں سے سلام' کلام' پیام سب بند کر دیا جائے' کوئی مسلمان ان کے سلام کا نہ جواب دے نہ ان سے کوئی تعلق رکھے'

کعب بن مالک کہتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے مجھ پر بجلی گر گئی اور یہ اندازہ نہیں تھا کہ رسول اللہ کی نگاہیں ہم سے کیا پھریں گی کہ زمین اور آسمان ساری کائنات پھر جائے گی' یہ ہمیں اندازہ نہیں تھا فرمایا کہ ہمارے بڑے بڑے گہرے دوست یار غار' سلام کا کوئی جواب نہیں' بات کرتے ہیں کوئی جواب نہیں' کوئی سنتا نہیں'

کعب بن مالک کہتے ہیں' روتے روتے برا حال ہو گیا...... میرے ایک بھتیجے قتادہ' دیکھئے میرے بھئی محبت اسے کہتے ہیں' محبت اسے نہیں کہتے کہ اگر کہیں قوم ورنگ کا مسئلہ ہو' وطن کا مسئلہ ہو' زبان کا مسئلہ ہو' دولت کا مسئلہ ہو' جتنے بھی مادی مفادات آپ کے سامنے موجود ہوتے ہیں ان مادی مفادات کے پیش نظر اگر رسول اللہ کے حکم کو پیچھے ڈال دیتے ہیں' اس کا نام محبت نہیں' محبت اس کا نام ہے'

حضرت قتادہؓ بھتیجے ہیں، کعب بن مالک ان کے باغ میں گئے...... السلام علیکم حضرت قتادہ نے کوئی جواب نہیں دیا، کعب بن مالک نے کہا کہ اے قتادہ سچ بتا کہ میں نے تجھ پر احسانات نہیں کئے ہیں، قتادہ نے کہا کہ خدا کی قسم آپ نے بہت سے احسانات کئے ہیں لیکن اس کائنات میں سب سے زیادہ بڑے محسن سرکار دو عالم ﷺ ہیں، جب تک آپ سے وہ ناراض ہیں، میں آپ کے سلام کا جواب بھی نہیں دوں گا، کہاں کا چچا، کیسا چچا، کس کی قرابتداری کس کی رشتہ داری...... فرمایا کہ

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد

ہے تو اپنا مگر خدا سے بیگانہ ہے، جو اپنا ہو اور خدا سے بیگانہ ہو، وہ اپنا نہیں ہے، جو غیر ہو اور خدا سے آشنائی رکھتا ہو وہ اپنا ہے،

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائی یک تن بیگانہ کہ آشنا باشد

حضرت قتادہ نے صاف انکار کر دیا، روتے ہوئے آ گئے،

کعب بن مالک کہتے ہیں، میں جب گھر کے دروازے میں داخل ہوا، دیکھا کہ بیوی بستر اور سامان وغیرہ جمع کر رہی ہے، میں نے کہا کہ تم کہاں جا رہی ہو، انہوں نے کہا مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ آپ سے ناراض ہیں، میں بے شک آپ کی بیوی ہوں لیکن خدا کی قسم جب تک سرکار دو عالم ﷺ آپ سے ناراض ہیں آپ کے گھر میں رہنا پسند نہیں کرتی، میں جا رہی ہوں،

میرے دوستو! آپ نے اندازہ لگایا، شوہر بیوی سے محبت کرے، بیوی شوہر سے محبت کرے، اولاد باپ سے محبت کرے باپ اولاد سے محبت کرے، لیکن یاد رکھئے رسول اللہ کی محبت یہ ہے کہ جب خدا کا اور خدا کے رسول کا حکم آئے تو پھر یہ تمام کے تمام تقاضے اور رشتے سب کٹ جاتے ہیں یہ اصل بات ہے، کیا وہ بیوی نہیں تھی، لیکن

اس بیوی نے کہا کہ مجھے اصل میں ایمان عزیز ہے' آخرت عزیز ہے' اللہ اور اللہ کا رسول عزیز ہے اور آج کل کی عورتیں تو یہ سمجھتی ہیں' عورتوں کا یہ خیال ہے کہ اگر اللہ تعالی نے آخرت میں پوچھا کہ تم نے پردے کے قانون پر کیوں عمل نہیں کیا تھا تو کہہ دیں گے کہ دیکھو ہمارے میاں کا یہ نام ہے یہ پتہ ہے' اس نے ہمیں منع کیا تھا' اس سے پوچھو اور یہ خیال اس کا غلط ہے' اسی لئے غلط ہے کہ اگر صرف شوہر کے حکم دینے کی وجہ سے عورتوں کی نجات ہو سکتی ہے کہ بھئی شوہروں نے منع کیا تھا' اللہ تعالی نے عورتوں کو شوہروں کا غلام نہیں پیدا کیا ہے' اور شوہروں ہی کا کیا' ایک قانون دیا ہے لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق

یاد رکھئے کسی مخلوق کی کسی مخلوق کی میں نے اس لئے کہا کہ چاہے وہ مولانا صاحب ہوں' چاہے وہ پیر صاحب ہوں' چاہے وہ والد بزرگوار ہوں' چاہے شوہر نامدار ہو' چاہے استاد ہو کوئی ہو' کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی ہے ایسی چیزوں کے اندر جس میں حکم تو دے دیا ہے' لیکن آخرت میں میرا یہ جواب چلے گا نہیں تو ان کو بھی سوچنا چاہیے...... میاں محبت کرو اخلاص کے ساتھ' اخلاص کی محبت یہ ہے یہاں آپ نے ایئر کنڈیشنڈ کمرہ ان کو دے دیا' یہاں آپ نے ریشمی کپڑے بنادیئے' یہاں آپ نے سونے کے زیورات اور ہیرے اور جواہرات پہنادیئے' لیکن آخرت میں آتش جہنم سے بچانے کا بھی کوئی انتظام کیا ہے' اگر تم نے اس کو آتش جہنم سے بچانے کا کوئی انتظام نہیں کیا تو میں تو اس کے ماننے کے لئے تیار نہیں کہ یہ شوہر کی محبت ہے خدا کی قسم یہ تو خود غرضی ہے' محبت نہیں'

آپ نے اگر اپنی اولاد کو ہر طریقے سے کھانے کمانے کے قابل بنا دیا ہے' ایمانداری سے بتایئے آج بھی اگر آپ اپنی اولاد کو کسی تکلیف میں دیکھیں تو آپ کا دل اندر سے کتنا بے چین ہوتا ہے' کیا آخرت میں آپ اپنی اولاد کو دیکھیں گے نہیں'

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت جب جنت میں جائیں گے...... یہ خون کی محبت بھی عجیب محبت ہے' وہ کہیں گے فرشتوں سے کہ ہماری اولاد کہاں ہے' اگر وہ مشرک اور کافر ہوتی تو ہم پوچھتے نہیں وہ تو ہمارے ساتھ نماز کو جاتے تھے ہم نے توان کو قرآن پڑھایا تھا' وہ روزے اور نماز کے پابند تھے...... یہاں نظر نہیں آتے ملائکہ حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اہل جنت اپنی اولاد کو پوچھتے ہیں حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ جاؤ ان سے کہہ دو کہ تمہاری اولاد صاحب ایمان تھے صاحب عمل تھی' وہ بھی جنت میں ہیں لیکن ان کا درجہ تم سے مختلف ہے' نیچے ہے ان کا درجہ' اطمینان رکھو وہ تمہارے ساتھ جنت میں ہیں' تو وہ کہیں گے اے اللہ انہوں نے اور ہم نے عبادت تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کی تھی' لیکن قدرتی بات ہے کہ اولاد کو اپنے سامنے دیکھ کے دل ٹھنڈا ہوتا ہے' حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ان کا دل ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کو نیچے درجے میں لے جاؤ یہ شان کریمی کے خلاف ہے اس لئے ان کا دل ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کی اولاد کو بھی اوپر کے درجے میں لے آؤ'

سرسید مرحوم کے پیش نظر میں نے چھوٹے سرسید سے ملاقات کی ہے' آپ میں سے اگر کوئی صاحب واقف ہوں گے خان بہادر بشیر الدین صاحب اٹاوہ اسلامیہ ہائی سکول کے منیجر ہوا کرتے تھے اور وہ درحقیقت چھوٹے سرسید تھے' انہوں نے سرسید کا زمانہ بھی دیکھا' میں نے یہ الفاظ اپنے کان سے سنے ہیں خان بہادر بشیر الدین صاحب خود کہا کرتے تھے کہ سرسید نے جو یونیورسٹی اور کالج قائم کر کے قوم نکالی ہے' اگر سرسید آج اگر قبر سے اٹھ کے دیکھیں اپنی قوم کو تو اپنے ہاتھوں سے پھاوڑے لے کر اس عمارت کو گرادیں میں نے کہا کیوں! کہنے لگے کہ سرسید کے پیش نظر تو یہ تھا کہ مسلمان بی اے کریں گے ایم اے کریں گے' انگریزی پڑھیں گے' جج بنیں گے اور مسجد کے دروازے پر گاڑی کھڑی ہوگی جھنڈا بھی لگا ہوا ہوگا کہ کس کی

گاڑی ہے...... جج صاحب کی گاڑی ہے نماز کے لئے تشریف لائے ہیں فلاں پولیس آفیسر نماز کے لئے تشریف لائے ہیں اس سے مسلم قوم کی شوکت بڑھے گی لیکن فرمایا کہ یہ ان کے پیش نظر بھی نہیں تھا کہ جو لوگ جتنی ڈگریاں پاس کر کے چلے جائیں گے اسلام سے اتنا ہی بیزار ہوتے چلے جائیں گے' یہ ان کے پیش نظر نہیں تھا اکبر آلہ آبادی مرحوم نے کہا کہ

نہ نماز ہے نہ روزہ' نہ زکواۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کوئی جنٹ یا کوئی جج ہے

بہر حال عرض میں یہ کر رہا تھا سرکار دو عالم ﷺ سے محبت کا مطلب یہ ہے اپنے تمام مفادات کو آپ نظر انداز کریں پس پشت ڈال دیں ایک ہی تقاضا سامنے رکھیں يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ خدا اور خدا کے رسول کی جب پکار آئے' جب اس کی طرف سے دعوت دی جائے تو تمام تقاضوں کو اور دعوتوں کو نظر انداز کر دیا جائے' یہ اصل میں محبت ہے'

آخر میں مولانا جلال الدین رومی نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک آدمی نے دیکھا کہ ایک عورت چلی جا رہی ہے اس نے بڑے خوبصورت کپڑے پہن رکھے ہیں یہ گیا اور جا کے کہا مجھے آپ سے بڑی محبت ہے' اس نے کہا کہ کوئی حرج نہیں' محبت تو ہو جاتی ہے' آپ کو بھی ہو گئی ہو گی' کوئی بات نہیں لیکن میری ایک بات سن لیجئے اور وہ یہ ہے کہ میری ایک بہن ہے اور وہ مجھ سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہے' میرے پیچھے آ رہی ہے' مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس عورت نے زور سے لات ماری اور کہا کم بخت اسی کا نام محبت ہے اگر مجھ سے بہتر کی خبر ملی تو محبت ختم'

یاد رکھئے کہ محبت اسے کہتے ہیں "یک گیر محکم گیر" ایک ہی تقاضا ہمارے

سامنے ہے کہ خدا کا اور خدا کے رسول کا تقاضا کیا ہے' اس کی دعوت کیا ہے' اس کی پکار کیا ہے...... آج اسی محبت کی ہمارے اندر کمی آگئی ہے' اگر یہ محبت کا چراغ پھر ہمارے اندر جل جائے' ان شاء اللہ پھر نور پیدا ہو گا اور ہماری پھر اصلاح ہو جائے گی...... دعا کیجئے...... یااللہ ہم سب کو سرکار دو عالم ﷺ کی محبت عطا فرما' اے اللہ ہمارے دلوں میں حضور ﷺ کا عشق اور آپ کی محبت پیدا فرما' آمین

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

مشتاق احمد عفی عنہ

٦'١١'٩٥ء

مولانا احتشام الحق کی رباعیات

خوش ہے کبھی انسان کبھی ہے بیزار ہوشیار زمانے میں ذرا اے دل زار
یوسف سے برادر کو کنوئیں میں چھوڑا دنیا میں کہاں کوئی کسی کا غمخوار

لیلۂ مبارکہ

الحمد لله نحمده و نستعینه و نستغفره و نومن به ونتوکل علیه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا للهٗ وحده لاشریك له ونشهد ان سیدنا ومولانا ونبینا محمد اعبده و رسوله صلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی آله واصحابه اجمعین اما بعد ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حٰمٓ O وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ O اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ O فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ O اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ O رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ اِنَّهٗ هُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ O

بزرگان محترم اور برادران عزیز

اس وقت سورہ دخان کی ابتدائی آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کی گئیں' یہ ایک مشہور سورت ہے اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی رات کا ذکر فرمایا ہے کہ جو برکت والی رات ہے' اگرچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اور بھی راتوں کا ذکر فرایا ہے مثلاً قدر کی رات' لیلۃ القدر یا لیلۃ الاسری' معراج کی رات' سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی یہ اسری اور معراج کی رات کہلاتی ہے' اسری اور معراج ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ مسجد الحرام سے بیت المقدس تک جو سفر ہے اس کو اسری کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے عرش الٰہی تک کا جو سفر ہے' اس کو معراج کہتے ہیں' لیکن یہ سفر کے دونوں منزلوں کو اور دونوں حصوں کو شب معراج' سفر معراج اور معراج سے تعبیر کیا جاتا ہے'

اس کے علاوہ بعض ایسی راتوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جو اللہ کے نزدیک محترم ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے دس دنوں کی' دس راتوں کی' اور قسم ہمیشہ ان چیزوں کی کھائی جاتی ہے کہ جن کی عظمت ہے' جن کا احترام ہے' جن کا تقدس ہے' ذلیل چیز کی قسم کوئی نہیں کھاتا' جو لوگ اپنی آنکھوں کی اور سر کی باپ کی قسمیں کھانے کے عادی ہیں یہ طریقہ اسلام میں قسمیں کھانے کا نہیں ہے' بلکہ منع ہے

اسلام میں، مگر میں بتا رہا ہوں کہ جو آدمی آنکھوں کی قسم کھاتا ہے سر کی قسم کھاتا ہے، وہ کبھی پاؤں کی قسم نہیں کھاتا، کیونکہ جسم انسانی میں جو اعضاء بہت اہم ہیں، ان کی قسم کھاتا ہے، اسی طرح نہایت اہمیت رکھنے والی اور عظمت رکھنے والی ذات کی قسم کھائی جاتی ہے اور وہ صرف اللہ ہے یا اللہ کا کلام ہے۔

تو میں نے عرض کیا کہ جہاں قسمیں کھائی ہیں اللہ تعالی نے دس راتوں کی اور راتوں سے مطلب مراد دن اور رات دونوں ہیں، کیونکہ ہمارے یہاں اصل میں اصل ہے رات اور جو رات کی تاریخ ہوتی ہے وہ اگلے دن کی ہوتی ہے فرمایا کہ

وَالْفَجْرِ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ قسم ہے فجر کی اور قسم ہے دس راتوں کی، بعضوں نے کہا کہ یہ دس راتیں ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں، بعضوں نے کہا کہ یہ عشرہ محرم کی دس راتیں ہیں اور دس دن، لیکن بہر حال ان دس دنوں کا بھی ذکر فرمایا، پھر اللہ تعالی نے بعض ایسی راتوں کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ جس میں کسی کی تعیین نہیں، رات رات ہے، فرمایا وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى قسم ہے دن کی قسم ہے رات کی اور اگر آپ دیکھیں تو ایک رات تو لیلۃ القدر ہوئی، ایک رات لیلہ مبارکہ ہوئی ایک رات لیلۃ الاسری ہوئی، ان سب کو چھوڑ کر اگر آپ دیکھیں یہ میرے اور آپ کے اختیار میں ہے کہ آپ ہر رات کو لیلۃ القدر بنا دیں ہر رات کو لیلۃ البراءت بنا دیں، فرمایا

اے خواجہ چہ پرسی زشب قدر نشانی
ہر شب شب قدرست اگر قدر بدانی

ہر رات کو اٹھ کے اگر آپ جاگیں، اللہ کی یاد میں نوافل پڑھیں اور خدا کو یاد کریں آپ نے تو ہر رات کو لیلۃ القدر بنا دیا، رات عبادت کے لئے مخصوص ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ انسانوں کے عمل سے دو باتیں مشہور ہو چکی ہیں، شب عابدہ، ایک آدمی رات ہوتے ہی جب دیکھتا ہے کہ خلق خدا سو

گئی ہے اور ایک کالی چادر بچھا دی گئی ہے اندھیرے کی تو اللہ کے مخلص بندے کھڑے ہو کر اللہ کے سامنے' اللہ سے باتیں کرتے ہیں' اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ شرف تعلق ہے' یہ عابدوں کی رات ہے' اس رات کی وہ انتظار کرتے ہیں' ان کو شوق ہے' ان کے لئے رات میں لذت ہے' دن میں لذت نہیں' تنہائی میں لذت ہے' جلوت میں لذت نہیں

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ سلطان سنجر نے' سنجر ایک جگہ کا نام ہے جہاں کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ' وہ سنجری بھی ہیں سنجر سے چل کر بغداد آئے ہیں' بغداد سے چل کر ہوتے ہوئے دہلی آئے' دہلی سے پھر آکر اجمیر میں قیام کیا ہے'

سلطان سنجر نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کہا' میں آپ کو اپنی سلطنت اور اپنی ریاست کا ایک حصہ دینا چاہتا ہوں' تاکہ آپ اس کی آمدنی سے فراغت کے ساتھ اللہ کی عبادت اور بندگی کریں' یہ لکھا ہے کہ انہوں نے واپس کر دیا اور واپس کر کے یہ لکھا

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد

در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم

مجھے تیرے ملک سنجر کی پرواہ نہیں...... کیوں ...... حضرت مولانا تھانویؒ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ بزرگان دین جو بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں' یہ بناوٹی نہیں ہیں' ہمیشہ یاد رکھئے کہ جس آدمی کے جیب میں پیسہ نہیں ہے وہ اگر بڑا بول بولے گا تو پتہ چل جائے گا کہ میاں جیب میں تو کچھ ہے نہیں اور باتیں اتنی بڑی بڑی کرتے ہو اور جس کی جیب میں رقم ہوتی ہے' جب وہ بات کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ خالی نہیں ہے یہ...... فرمایا کہ یہ جو اللہ والے ریاستوں اور سلطنتوں پر لات مار دیتے ہیں' تو فرمایا کہ ان کی باتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ خالی نہیں ہے' ان کے پاس بھی کوئی سلطنت ہے' جبھی تو اس سلطنت کو خاطر میں نہیں لاتے' اور جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ ہے ان کا انداز

اور ہوتا ہے'

عالمگیرؒ کا زمانہ ہے ان کے زمانے میں ایک مجذوب ننگے پھرا کرتے تھے مادرزاد بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ افغانستان کا جاسوس تھا- لیکن حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ ان کے کلام میں جو تاثیر اللہ نے رکھی ہے دل قبول نہیں کرتا کہ ان کو جاسوس کہا جائے وہ واقعی خدا رسیدہ تھے- مگر تھے مجذوب-

عالمگیر نے کسی آدمی کو بھیجا کہ جاؤ یہ دیکھ کے آؤ کہ یہ کوئی بنا ہوا آدمی ہے یا واقعی مجذوب فقیر ہے' انہوں نے جا کے رپورٹ دی عالمگیر کو کہ

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است

کشفے کہ ظاہر است از د کشف عورت است

(رود کوثر صفحہ ۴۳۶)

ننگے پھرنے والے سرمد کے اوپر کرامت کا شبہ کرنا ان پر الزام لگانا ہے' ارے وہ تو ایک ننگا آدمی ہے' وہ مجذوب وجذوب کچھ نہیں' بس ایک ہی کمال ہے اس میں کہ وہ کپڑے نہیں پہنتا'

عالمگیر کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو عالمگیر نے حکم دے دیا کہ اتمام جتنگ رو' ایک پیٹی کے اندر ایک جوڑا لے جاؤ' کچھ رقم لے جاؤ' لے جا کر خدمت میں پیش کرو اور یہ کہہ دینا کہ اورنگزیب عالمگیر نے آپ کو یہ ایک جوڑا بھجوایا ہے پہننے کے لئے' حضرت سرمد کے پاس یہ جوڑا آیا' بڑے غصے میں جوڑا واپس کر دیا اور کہا کہ جاؤ یہ جوڑا واپس کر دو' اور بادشاہ کو میرے یہ ایک دو شعر لکھ کے دے دینا فرمایا

آنکس کہ ترا تاج جہانبانی داد

مارا ہمہ اسباب پریشانی داد

پوشاند لباس ہر کہ را عیبی دید

بے عیباں را لباس عریانی داد

جس خدا نے تیرے سر پر تاج رکھا' اسی خدا نے مجھے ننگا پھرایا ہے -- جس کے بدن پر داغ دھبے ہوتے ہیں وہ چھپانے کے لئے لباس پہنتے ہیں خدا کے فضل سے میرے بدن پر داغ دھبہ نہیں ہے لہذا مجھے لباس کی حاجت نہیں' ۔ لے جاؤ'

ایک مجذوب آدمی بالکل برہنہ' بادشاہ وقت کو یہ جواب دے رہا ہے

آپ ایمانداری سے بتائیے کہ کیا یہ خالی ہاتھ معلوم ہوتا ہے ...... نہیں' معلوم ہوتا ہے کہ اورنگزیب کے پاس اگر ایک دنیا کی سلطنت ہے تو سرمد کے پاس بھی کوئی سلطنت ہے کہ جس کی وجہ سے ان کو اتنا غرور ہے' جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو اتنا وقار عطا فرمایا کہ انہوں نے جوڑا واپس کر دیا'

خیر تو میں یہ بات عرض کر رہا تھا کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے واپس کیا اور کیا کہہ کے واپس کیا' فرمایا

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بہ یک جو نمی خرم

تیرے پاس دن کی سلطنت ہے' میرے پاس رات کی سلطنت ہے' رات کو جس وقت میں تنہائی میں ہاتھ باندھ کر اللہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہوں' تو اللہ تعالی رات کو مجھے ایسی سلطنت عطا فرما دیتے ہیں کہ میں تیرے دن کی سلطنت کو ایک جو کے بدلے میں لینے کو بھی تیار نہیں'

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ تاریخ آپ کے سامنے موجود ہے' لیکن آپ یہ دیکھیں گے' ایسی مثالیں تو بہت ہیں کہ بڑے بڑے صاحب دولت بڑے بڑے بادشاہ چھوڑ چھاڑ کے تنہائی میں بیٹھ کر عبادت کرنے لگے' ایسی مثالیں بہت ہیں' مگر فرمایا کہ ایک بھی مثال آپ کو ایسی نہیں ملے گی کہ کسی درویش اور فقیر اور اللہ والے نے اپنی کملی کو چھوڑ کر تخت شاہی کو اختیار کر لیا ہو' جس سے معلوم ہوا کہ جو باطنی دولت اللہ تعالی ان کو عطا فرما دیتے ہیں' اس کے مقابلے میں ظاہری

دولت کوئی حقیقت نہیں رکھتی'

تو مطلب میرا کہنے کا یہ تھا کہ ایک رات تو اللہ تعالی نے لیلۃ الاسری مقرر کیا ہے' ایک لیلۃ القدر ہے' ایک لیلہ مبارکہ ہے' دس راتیں وہ ہیں اور پھر عام رات کا ذکر فرمایا ہے' ہر شب شب قدر است' اللہ کے سامنے کھڑے ہو جاؤ تو تمہیں محسوس ہوگا کہ ہر رات شب قدر ہے'

بہر حال شعبان کا مہینہ ہے اور میں نے گذشتہ جمعہ یہ بات عرض کی تھی کہ یہ مہینہ جو ہے در حقیقت رمضان کی تمہید ہے اور تمہید کا لفظ کہہ کے سمجھانے کی کوشش کی تھی جس طرح فرض سے پہلے سنتیں پڑھتے ہیں فرض کے بعد سنتیں اور نفل پڑھتے ہیں بالکل اسی طریقے سے شعبان کا مہینہ رمضان کے اعتبار سے تمہید ہے اصل میں سنت ہے فرض کی اور سنت کا کام یہ ہے کہ عبادت چاہے ہزار سال کی ہو' قبول نہیں ہے جب تک کہ خشوع اور خضوع کے ساتھ نہ ہو جب تک حضور قلب سے نہ ہو کبھی کبھی مہینوں اور سالوں کی عبادت قابل قبول نہیں ہوتی ہے مگر ایک لمحہ کی عبادت اس لیے قابل قبول نہین ہوتی ہے مگر ایک لمحہ کی عبادت اس لئے قابل قبول ہوتی ہے کہ اس وقت اس کی دل کی کیفیت اچھی تھی ان اللہ لاینظر الی صورکم واعمالکم حدیث ہے اللہ تعالی تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا' تمہارے ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتا ہے ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم لیکن وہ تمارے دل کی حالت کو دیکھتا ہے اور وہ تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے

معلوم ہوا آپ کی عبادت قابل قبول نہیں ہے جب تک اسی عبادت میں روح پیدا نہ ہو جائے اگر آپ یہ کہیں گے کہ یہ ہمیں تو بغیر روح کے صحیح طریقے پر عبادت نہیں ہوتا' نہ سہی فرض ادا ہو گیا لیکن یہ قناعت آپ نے کبھی دنیا کے معاملے میں تو اختیار نہیں کی - آخرت کے بارے میں آپ ایسی قناعت اختیار کر لیتے ہیں - کوئی عبادت خواہ نماز ہو روزہ ہو یا حج ہو جب تک سب میں اخلاص' کیفیت حضوری

پیدا نہ ہو اس وقت تک وہ قابل قبول نہیں- اس پر زیادہ وقت دینے کی ضرورت نہیں' - سوال یہ ہے وہ فرض نماز جو آپ پڑھیں گے اس میں خشوع اور خضوع کیسے پیدا ہو- یہ جو آپ پہلے سنتیں پڑھتے ہیں- یہ جو بعد میں آپ سنتیں اور نوافل پڑھتے ہیں یہ اس فرض نماز کے اندر کیفیت خشوع کیفیت خضوع' اخلاص پیدا کرنے کا بہت موثر ذریعہ ہے- ایک آدمی سنتوں کے بغیر فرض ادا کرے' ایک آدمی سنتوں کے بعد فرض ادا کرے دونوں کی کیفیت اگر کوئی میٹر موجود ہو تو اس میٹر پر رکھ کر بتا دیا جائے گا کہ دونوں کی کیفیتوں میں فرق ہے-

اور اللہ والوں کو تو سمجھانے کا طریقہ آتا ہے- حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ آپ کے دو ملازم ہیں- ایک ملازم کو آپ نے آواز دی- وہ ملازم اس وقت سو رہا تھا- آرام کر رہا تھا- آپ کے خلاف باتیں کر رہا تھا- آپ نے حکم دیا کہ تم یہ کام کرد- وہ کام کرنے لگا- آپ کی خیر خواہی میں لگا ہوا تھا- فرمایا اس دوسرے نے بھی آپ کا کام کیا- پہلے نے بھی کیا' مگر دونوں کی کیفیتوں میں فرق ہے- وہ پہلا آدمی جو اچانک آکر آپ کے کام میں لگ گیا ہے-

اس کے دل میں وہ کیفیت خدمت کی نہیں ہے جو اس آدمی کے دل میں ہو گی کہ جو پہلے ہی سے آپ کی اطاعت میں لگا ہوا تھا- پھر حکم دیا تو اس میں لگ گیا- اسی طریقے سے آپ نے جو سنتیں پڑھی ہیں ان سنتوں نے ایک خاص کیفیت آپ کے اندر پیدا کی ہے کہ جو فرضوں کے اندر اخلاص پیدا کرے گی- جب آپ نے فرض پڑھ لئے اس کے فرض جس کی سنتیں ادا نہیں کی ہیں اس کے فرض' دونوں مین زمین آسمان کا فرق ہے- جس سے معلوم ہوا کہ ان سنتوں کا سب سے بڑا کام جو ہے وہ یہ ہے کہ یہ فرض کے اندر روح پیدا کر دیتا ہے- یہ خشوع اور خضوع پیدا کر دیتا ہے-

ایک زمانے میں ہوائی جہاز نہیں تھے' بلکہ سمندری جہاز بھی لوگوں کو مشکل سے ملتے تھے- حج کے لئے لوگ پیدل جاتے تھے اور ہر جانے والا اپنے گھر والوں سے

تمام حساب و کتاب اور محلے والوں سے حساب کتاب چکا کے معافی مانگ کے جاتا تھا- کیوں کہ کون جیتا ہے تیرے زلف کے سر ہونے تک پیدل سفر ہے ' قافلوں سے گزرنا ہے- پتہ نہیں جان بھی بچے گی- یا نہیں اتنا طویل زمانہ اس میں لگتا تھا- مگر جب وہ حج کر کے واپس آتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ پارس کی پتری بن کے آیا ہے جانے اور آنے کے اندر یہ جتنا وقت لگا ہے- جب تک کہ وہ بیت اللہ کو پہنچا ہے- اس وقت تک تو وہ ولایت کی منزل پر پہنچ چکا ہے-

گھر سے روانہ ہوا ہے- کیفیت حضوری موجود ہے ' مہینے گزرے ' یہ ایسا ہے کہ جیسا کہ اللہ کے گھر تک جانے کے لئے ریاضتیں کرتا ہے- لیکن آج آپ نے دیکھا ایک آدمی اپنے بستر سے اٹھا- جا کے جہاز میں بیٹھ گیا اور چند گھنٹوں کے بعد بیت اللہ میں پہنچ گیا- آج پہنچنے والے کے دل میں وہ کیفیت حضوری نہیں ہے کہ جو اس کے دل میں ہوتی تھی جو اتنی لمبی مسافت طے کر کے جاتا تھا-

تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان لوگوں کو رمضان کی کیفیت اور ہو گی کہ جو عین رمضان کے چاند کے دن- اچھا بھئی رمضان آگیا ان کے دل کی کیفیت اور ہو گی جو شعبان کے آنے س ہی سے وہ سمجھ رہے ہیں کہ بھئی رمضان کے لئے تیاری کرو- ان دونوں کی کیفیتوں میں فرق ہو گا- تو میں نے عرض کیا کہ شعبان تمہید ہے رمضان کی' اس شعبان کے مہینے میں ایک رات اللہ تعالی نے ایسی عطاء فرمائی ہے کہ جو اس رات کے بالکل مشابہ ہے جو رات رمضان میں آنے والی ہے- اس کا نام ہے لیلۃ القدر اس کا نام ہے لیلہ مبارکہ - اور اس رات کو حدیث میں لیلۃ البراءت بھی کہا گیا ہے-

لوگ کہتے ہیں شب برات' بعض علماء نے یہ فرمایا ہے کہ شعبان کی 15 ویں کا ذکر قرآن مجید میں کسی جگہ بھی نہیں ہے- چونکہ انہیں ایک پریشانی ہے اور وہ پریشانی یہ ہے کہ قرآن کریم میں یہ فرمایا کہ ہم نے قرآن کو ایک رات میں نازل کیا ہے کہ جس

کا نام لیلتہ القدر ہے اور وہ رمضان کی 27 ویں رات ہے - یا آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ایک رات ہے اور فرمایا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ لیلہ مبارکہ شعبان کی 15 ویں رات ہے تو لوگوں کو ہم کیا بتائیں گے کہ یہ کیا ہے کہ قرآن ایک رات میں اترا ہے ' شعبان کی 15 ویں کو بھی اترا ہے اور رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر میں بھی اترا ہے

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ --------- اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

کونسی بات صحیح ہے - لہذا اس کا ایک ہی حل ہے کہ لیلہ مبارکہ کوئی الگ رات نہیں ' وہی لیلۃ القدر والی رات ہے - لہذا شعبان کی رات کا کوئی ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے ' بہر حال ہماری شریعت میں احکام کو ثابت کرنے کے لئے ایک ہی بنیاد تو نہیں ہے قرآن ' حدیث' اجماع امت اور قیاس --- چار ستونوں کے اوپر ہماری شریعت کی بنیاد رکھی ہوئی ہے - جو قرآن سے ثابت ہو وہ بھی شریعت ' جو حدیث سے ثابت ہو وہ بھی شریعت جو اجماع سے ثابت ہو وہ بھی شریعت اور جو قیاس سے ثابت ہو وہ بھی شریعت - اگر قرآن کریم میں ذکر نہیں ہے نہ سہی لیکن مفسرین کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ نہیں یہ بات صحیح نہیں ہے - قرآن میں اس کا ذکر ہے ' لیلۃ القدر رمضان کی ۲۷ ویں رات ' لیلۃ مبارکہ شعبان کی ۱۵ ویں رات رہا یہ خیال کہ دنیا یہ کہے گی کہ صاحب قرآن شعبان میں بھی اترا ہے ۱۵ ویں شب میں ' اور قرآن رمضان کی آخری رات لیلۃ القدر میں بھی اترا ہے - یہ دو باتیں کیسی یہ دو نہیں ہے - اس میں سمجھنے کا فرق ہے - اور ایک طبقہ نوجوانوں کا ایسا ہے کہ جہاں وہ یہ دیکھتا ہے کہ باتوں میں فرق ہو گیا ' یک دم کہہ دیا شریعت کو لپیٹ کے رکھ دو یار' یہ تو سمجھ ہی میں نہیں آتا - کسی حدیث میں کچھ آتا ہے کسی حدیث میں کچھ ہے - کسی آیت میں کچھ ہے ' کسی آیت میں کچھ ہے - حالانکہ قرآن کریم چیلنج کر کے یہ کہتا ہے کہ اگر یہ قرآن کسی اکیڈمی یا کسی انسان کی بنائی ہوئی ہوتی تو اس میں کہیں نہ کہیں ضرور آپ کو اختلاف نظر آتا مگر

قرآن کریم میں کہیں کسی جگہ بھی کوئی اختلاف نہیں- سمجھنے کا فرق ہوتا ہے خواجہ ناظم الدین جو پاکستان کے وزیر اعظم تھے' کے زمانے میں--- کہنے لگے کہ مولانا صاحب وہ ایک صاحب میرے پاس آئے تھے -وہ مجھے 'حدیث سنا رہے تھے' تو میں نے اس سے کہا بھئی خدا کے لئے حدیث بند کر دو' اس لئے کہ میں اس کو سننے کے لئے تیار نہیں- یہ کیا تم غلط سلط باتیں میرے سامنے کرتے ہو-

میں نے کہا وہ کونسی حدیث تھی- کہنے لگے 'اس نے مجھے سنایا' نعوذ باللہ ' نعوذ باللہ کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم آپ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے- لاحول ولا قوۃ الا باللہ میں نے کہا کہ کس پاگل نے آپ سے کہا کہ یہ حدیث ہے کہنے لگے کہ بس یہی بات جو میرے سامنے آئی تو انہوں نے کہا کہ دیکھئے صاحب یہ ہے مولویوں کی حدیثیں کہ جن پر شریعت کی بنیاد رکھی گئی ہے- میں نے کہا کہ اس شخص نے تہمت لگائی ہے-

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگانے والا جہنمی ہے-

حدیث میں آتا ہے- آپ نے فرمایا کہ جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہ کی 'نہ کہی' فلیتبوا مقعدہ فی النار -وہ چاہے تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے- میں نے کہا کہ حدیث میں صرف اتنا ہے اتی سباطۃ قوم فبال و توضا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مقام پر گئے کہ جہاں پر آپ کو پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی اور کوئی ایسی جگہ نہیں تھی کہ جہاں پر پیشاب کرتے ایک گندگی اور غلاظت کوڑی تھی- سباط کہتے ہیں اسے -اور وہ جگہ بیٹھنے کی نہیں تھی کہ اس سے کپڑے بھی ناپاک ہو جاتا اور جسم بھی ناپاک ہو جاتا اور آپ کو نماز پڑھنی تھی- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اپنی ضرورت کو پورا فرمایا- اس کے بعد آپ نے وضو کیا- پھر نماز پڑھی- صرف ایک مرتبہ زندگی میں یہ واقعہ پیش

آیا- جس سے یہ تعلیم دینی مقصود تھی امت کو، جس سے یہ بتلانا ہے اگر ضرورت پوری کرنے کے لئے بیٹھنے کی جگہ نہ ہو، اگر کپڑے ناپاک ہوتے ہوں، اگر جسم ناپاک ہوتا ہو، اگر اس کے بعد نماز کی ادائیگی ممکن نہ ہو تو بہتر ہے کہ کھڑے ہو کر اس مجبوری کو رفع کر لو- ایک ہی مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسا ہوا- اور جو آدمی یہ کہتا ہے کہ آپ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ- یہی وہ باتیں ہیں کہ جو نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کیسی حدیث ہے--- یا بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبت فاطمہ الزہرا سے ہے پھر دوسری حدیث میں آتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبت ابوبکر صدیق سے ہے، پھر تیسری حدیث میں آتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبت فاطمۃ الزہرا حضرت عائشہ سے ہے- وہ کہتے ہیں کہ دیکھو بھئی یہ مولویوں کی حدیث میں ہے، یا پہلی بات صحیح یا دوسری بات صحیح یا تیسری بات صحیح یہ مجموعہ اضداد جو آپ نے جمع کیا ہے، اس کا نام آپ نے حدیث رکھا ہے-

میرے دوستو! قول رسول کا قصور نہیں قصور آپ کے ذہن کا ہے آپ کی سمجھ کا قصور ہے- کسی اللہ والے نے سچ کہا ہے، فرمایا

چوں بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست

سخن شناس نہ دلبر ان خطا اینجاست

اگر کسی صاحب دل کی باتیں تمہارے کان میں پڑے تو نہ کہو کہ یہ غلط ہے، سمجھنے کی کوشش کرو اس میں کوئی تضاد نہیں ہے-

میرے دوستو، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ مجھے بریانی پسند ہے- آپ نے کاپی پر نوٹ کر لیا اور اس کے بعد کسی دوسری مجلس میں وہ کہے کہ مجھے سب سے زیادہ ململ پسند ہے، وہ بھی نوٹ کر لیا اور تیسری مرتبہ سب سے زیادہ مجھے اونٹ پسند ہے- تو آپ یہ کہیں گے کہ یہ دیکھئے، کیا بات ہے، آپ ہی

کا کہا ہوا ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ مجھے سب سے زیادہ بریانی پسند ہے ' پھر آپ نے کہا ململ پسند ہے- پھر آپ نے کہا کہ اونٹ پسند ہے ' یہ کیا بات ہے --- مگر نہیں ' تینوں باتیں سچی ہیں-

جہاں ذکر ہے کھانے کا ' ماکولات اور غذاؤں کے اندر مجھے سب سے زیادہ بریانی پسند ہے ' جہاں پہننے کا سوال ہے وہاں مجھے سب سے زیادہ ململ کا کپڑا پسند ہے- جہاں سواریوں کا سوال ہے ' مجھے سب سے زیادہ اونٹ کی سواری پسند ہے- آپ بتایئے کونسی بات غلط ہے-

جب ایک آدمی محبت کرتا ہے تو اس کی محبت کے دائرے الگ الگ ہوتے ہیں بیویوں کی محبت کا دائرہ الگ ہے ' اولاد کی محبت کا دائرہ الگ ہے ' دوستوں کی محبت کا دائرہ الگ ہے-

جس کا مطلب یہ ہے ' آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی اولاد میں سب سے زیادہ محبت جو ہے فاطمۃ الزہرا سے ہے' بیویوں میں سب سے زیادہ محبت عائشہ صدیقہ سے ہے ' دوستوں میں سب سے زیادہ محبت ابو بکر صدیق سے ہے آپ مجھے بتایئے کہ اس میں کونسا تضاد ہے- جس سے معلوم ہوا کہ در حقیقت تضاد ہمارے دماغوں میں ہوتا ہے' نہ قرآن میں تضاد ہے نہ حدیث میں تضاد ہے محققین علماء نے لکھا ہے کہ نزول قرآن کی ۳ منزلیں ہیں ' نزول قرآن کے ۳ درجہ ہیں ' نزول قرآن کا ایک درجہ ہے منظوری ' یعنی آج کی رات منظوری کی رات ہے ' کسی کی عمر کتنی کسی کی عزت کتنی ' کسی کی اولاد کتنی ' یہ شعبان کی ۱۵ ویں رات کو اللہ کے یہاں فیھا یفرق کل امر حکیم ' بڑی بڑی حکمت والی باتوں کا فیصلہ دیا جاتا ہے- منظوری دی جاتی ہے- پورے سال میں جو رزق مقرر کیا گیا وہ ملے گا ' جو عمر مقرر کی گئی ہے وہ دی جائے گی ' جو امور طے کئے گئے ہیں وہ دیئے جائیں گے معلوم ہوا نزول قرآن کی ایک منزل ہے اللہ کی طرف سے نزول کا فیصلہ ' تو یہ فیصلہ نزول کا ہوا ہے شعبان کی ۱۵ ویں رات میں تو یہ فرمانا تو صحیح

ہے کہ انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ، ہم نے برکت والی رات میں نازل کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ منظوری اللہ نے نزول قرآن کی دی ہے، صادر فرمائی ہے شعبان کی ۱۵ ویں شب میں اور جہاں فرمایا ہے کہ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر، نزول قرآن کی ایک منزل یہ ہے کہ عرش الہی سے بلکہ لوح محفوظ سے، یہ قرآن کریم جو ہمارے اور آپ کے پاس ہے، نقل ہے اس قرآن کریم کی جو لوح محفوظ میں ہے اور یہ ایک رات میں نازل فرمایا ہے، اس رات کا نام ہے لیلۃ القدر، وہ رمضان کی ۲۷ ویں رات ہے۔ وہ رمضان کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے یعنی نزول قرآن کا فیصلہ ۱۵ ویں رات میں، لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک لیلۃ القدر اور آسمان دنیا سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک تک ۲۳ سال میں --- وہ ایک رات میں نہیں اترا۔

لوگ اعتراض کیا کرتے تھے وَ قَالُوْالَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً

یہ کیسی کتاب ہے --- اور بھئی توریت بھی تو آئی ہے دنیا میں، انجیل بھی تو آئی ہے، وہ تو روز صبح و شام نہیں آتی تھی۔ ایک لکھی ہوئی کتاب کی شکل میں آگئی - یہ کیا بات ہے کہ قرآن کریم اسی طرح کتابی شکل میں ایک ہی مرتبہ ہمیں کیوں نہیں دی، ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں ہوا فرمایا کہ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا

یہ آخری کتاب ہے --- توریت آخری کتاب نہیں تھی انجیل آخری کتاب نہیں تھی، ان کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری قوموں پر تھی اور قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لی ہے۔ قرآن کی حفاظت کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا آپ جلدی نہ کریں، صبر سے پڑھیں، سنتے رہیں، یاد کریں۔ یہ خیال نہ کریں کہ یہ لمبی لمبی سورتیں نازل ہو رہی ہیں یہ کیسے مجھے یاد رہیں گی، جلدی جلدی پڑھنے کی کوشش نہ کریں فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ط اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ط ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ط

آپ جلدی جلدی زبان کو حرکت نہ دیں' قرآن کی حفاظت کا وعدہ ہم نے لیا ہے-

جس کا مطلب یہ ہے کہ توریت اور انجیل آخری کتاب نہیں تھی- تحریف ہو گئی- مٹ گئی اور ۱۴۰۰ اسال کم زمانہ نہیں ہو گا اور ایسے ایسے نشیب و فراز سے گزرنا پڑا ہے یہی بحث ایک زمانے میں چلتی رہی - حضرت امام احمد بن حنبل نے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں- مسئلہ قرآن کا مسئلہ تھا- اور بحث یہ تھی کہ یہ قرآن جو ہے' آیا یہ قرآن قدیم ہے یا حادث ہے- اور اس زمانے میں معتزلہ کا بڑا زور تھا اور ہمیشہ یاد رکھئے کہ جس وقت ایوان حکومت کے اندر اگر کوئی باطل قدم رکھ دے تو پھر وہ تنہاء باطل نہیں رہتا ہے- بلکہ وہ ساری قوم کے سروں پر مسلط ہو جاتا ہے- خلیفہ بھی اسی خیال کا تھا قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق- اصل بحث یہی تھی- بات تو خالص علمی ہے- اگر یہ مخلوق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے' میں بھی مخلوق ہوں- میں آج سے ۵۰ سال پہلے نہیں تھا- اب ہو گیا اور مخلوق آگے بھی چل کر مٹ جائے گی-

اور قرآن جو ہے یہ صفت ہے اللہ کی' جب اللہ کی صفت ہے تو اس کے مخلوق ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا -- یہ غیر مخلوق ہے- یہ بحث چلی- خلیفہ نے بلایا حضرت امام احمد بن حنبل کو انہوں نے فرمایا کہ قرآن غیر مخلوق ہے حکم دے دیا کہ ان کو جیل میں بند کر دو اور ان کو ہلاک کر دو- لوگوں نے کہا کہ حضرت! جان بچانے میں' کہنے میں کیا حرج ہے- کہہ دیجئے کہ قرآن مخلوق ہے- انہوں نے کہا میرا معاملہ ہر مسلمان کا معاملہ نہیں ہے- مسلمان کو اجازت ہے جان بچانے کے لئے زبان سے باطل کا اظہار کرے- لیکن اگر آج میں نے جان بچانے کے لئے اس باطل بات کو اپنی زبان سے ادا کر دیا تو آنے والی امت اور آنے والی نسل کا یہ عقیدہ بن جائے گا میں نہیں چاہتا کہ آنے والی نسلیں گمراہ ہوں- اس لئے جان دینا مجھے پسند ہے مگر اس کے باوجود آج آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم اسی آب و تاب کے ساتھ زندہ ہے- آج قرآن کریم کا ایک

بھی شوشہ 'ایک بھی زبر زیر'ایک بھی قرآن کریم کا کوئی جملہ یا کوئی لفظ تبدیل نہیں ہوا ہے -اور یہ قیامت تک ایسا ہی رہے گا' فرمایا کہ ہم نے یہ اس لئے آہستہ آہستہ اتارا ہے 'جو جتنا اترے 'اس کو محفوظ کر لو-اس زمانے میں سب سے بڑی Qualification مسلمان کی یہ تھی کہ تمہیں کتنا قرآن یاد ہے 'تمہیں کتنا یاد ہے -جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لئے بھیجا کرتے تھے تو یہ پوچھا کرتے تھے کہ تمہیں کتنا یاد ہے ' تمھیں کتنا یاد ہے 'تمہیں کتنا یاد ہے' یہ سب سے بڑی فضلیت یہ تھی - تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نزول قرآن ۳ مرتبہ ہے -ایک نزول قرآن کا فیصلہ 'وہ شعبان کی ۱۵ویں رات ہے 'ایک نزول قرآن ایک رات کے اندر لوح محفوظ سے آسمان دنیا تک وہ رمضان کی لیلۃ القدر 'ایک آسمان دنیا سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک ۲۳ سال کی مدت میں لہذا کوئی شبہ نہین ہے اگر آپ لیلہ مبارکہ سے شعبان کی ۱۵ویں رات مراد لیں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے -لیکن اس کے علاوہ حدیث میں بھی فضلیت بیان کی گئی ہے اس رات کی' فرمایا' اس رات میں اللہ تعالی اتنی کثرت سے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں جیسا کہ بنی کلب کی بکریوں کے بال بنی کلب کی بکریاں جو تھیں وہ بڑے گھنے گھنے ان کے بال ہوتے تھے' فرمایا جتنی کثرت سے ان گنت بال ان کے جسم پر ہیں اسی طرح بے شمار گناہوں کی اللہ تعالی مغفرت فرماتے ہیں اس رات میں-

شعبان کی ۱۵ویں شب لیلہ مبارکہ ہے' حدیث میں اس کی بڑی فضلیت آئی ہے اور پھر رات کے بعد جو دن آرہا ہے وہ ۱۵ویں تاریخ ہے شعبان کی 'اس دن روزے کی فضلیت ہے -روزہ تو شعبان کے کسی بھی دن میں رکھے 'لیکن خاص طور پر ۱۵ویں دن کے روزے کی بڑی فضلیت ہے-

غرض یہ کہ اس رات کو ہم اور آپ اس طریقے پر گزاریں جیسا کہ اس رات کا حق ہے- یہ رات برکت والی رات ہے-

ایک بات آخر میں کہہ کر ختم کر دیتا ہوں ' علماء نے لکھا ہے کہ برکت کے معنی کیا ہیں ' برکت کے دو معنی ہیں ایک فضل اور ایک رحمت ' یہ بھی آتا ہے اور برکت کے ایک معنی آتے ہیں ' اللہ نے بڑی برکت دی ہے ---- کیا مطلب ! پیسے زیادہ ہو گئے ہیں اولاد میں برکت دی ' اولاد بڑھ گئی ' اللہ نے جائیداد میں برکت دی ' جائیداد بڑھ گئی ' معلوم ہوا کہ برکت کے یک معنی ہیں ' اضافہ ' زیادتی -

فرمایا کہ یہ رات ایسی رات ہے کہ اگر اس میں اللہ سے آپ یہ دعا مانگیں کہ اے اللہ ! میری روزی میں اضافہ کر دے ' میری عمر میں اضافہ کر دے ' میرے ایمان میں اضافہ کر دے - تو یہ رات اضافے کے لئے سب سے بہتر رات ہے - یہ رحمت و برکت کی بھی رات ہے - اور یہ اضافے کی بھی رات ہے - اور اضافہ کا طریقہ اللہ کے سامنے گڑگڑانا اور مانگنا ہے - بہر حال یہ لیلہ برات ہے - برات کے معنی آتے ہیں اصل میں گناہوں کی معافی کی رات ' اس میں جاگنا چاہیئے - مگر جاگنا چاہیئے عبادت کے ساتھ ' اگر آپ کہیں کہ صاحب آج رات تو جاگنا ہے ' لہذا تاش کے پتے لاؤ ' بیٹھیں گے تاش کھیلیں گے ' جاگنا ہے -

ایک بات یاد رکھیئے جو جگہ جتنی مقدس ہوتی ہے ' اسی جگہ عبادت کا ثواب بھی بہ نسبت دوسری جگہ کے زیادہ ہوتا ہے - اور اسی طرح جو جگہ مقدس ہوتی ہے اس جگہ گناہ کا جرم بھی بڑھ جاتا ہے - بازار میں جھوٹ بولیں ' مسجد میں جھوٹ بولیں دونوں میں فرق ہے - اگر آپ اور ہم ایسے دنوں اور راتوں میں جاگیں لہو لعب میں لگے رہیں ' وہ بھی گناہ ہے مگر خاص وہ رات کہ جس رات میں اللہ تعالی اپنے بندوں کو پکار رہا ہے -

حدیث میں آتا ہے ' پوری رات اللہ تعالی یہ ندا دیتے ہیں ہے کوئی مانگنے والا جس کا سوال میں پورا کروں - ہے کوئی روزی لینے والا کہ جسے میں روزی دوں ہے کوئی تندرستی مانگنے والا ' جس کو میں تندرستی دوں - ایسی رات کہ جس میں اللہ تعالی

پکار رہے ہوں، ہمارے اور آپ کے لئے یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ ہم معصیتوں میں
گناہوں کے اندر اس رات کو گزاریں۔اس رات کو خدا کی طرف متوجہ ہو کر گزارنا
چاہئے۔دعا کیجئے واخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین

جمعة الوداع

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد ! فَاعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿١﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿٢﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿٣﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿٤﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿٥﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿٦﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿٧﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿٨﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴿١٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ﴿١١﴾ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٦﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿١٩﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿٢١﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿٢٢﴾

بزرگان محترم اور برادران عزیز!

آج ہم اس مبارک اور مقدس مہینے میں ہیں - جس کو سال کے تمام مہینوں میں سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ بہتر قرار دیا گیا اور وہ ہے ماہ رمضان بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ سب سے افضل مہینہ وہ ہے کہ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ سب سے افضل اصل میں وہی ہے کہ جس میں اللہ تعالی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل فرمایا ربیع الاول کی فضلیت بھی مسلم ہے اور ماہ رمضان کی فضلیت بھی نزول قرآن کی وجہ سے مسلم ہے - اور صرف نزول قرآن نہیں بلکہ فضلیت بھی نزول قرآن کی وجہ سے مسلم ہے - اور صرف نزول قرآن نہیں بلکہ علماء نے یہ لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرمان شاہی انسانوں تک جب کبھی بھی پہنچایا گیا اور جب کبھی آیا تو اسی مہینے میں آیا صحف ابراہیم ، توریت، زبور، انجیل اور قرآن کریم کتابیں چار ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر جو کچھ نازل ہوا ہے ان کو صحف ابراہیم کہا جاتا ہے فرمایا کہ رمضان کی پہلی رات میں اللہ تعالی نے صحف ابراہیم نازل فرمائے کافی زمانے کے بعد رمضان کی چھٹی رات میں اللہ تعالی نے توریت نازل فرمائی ، پھر بارہویں رات میں اللہ تعالی نے زبور نازل فرمائی پھر اٹھارہویں رات میں اللہ تعالی نے انجیل نازل فرمائی اور اسی طریقے سے جب قرآن کریم کا وقت آیا تو اللہ تعالی نے رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں خواہ وہ ۲۷ ہو یا ۲۱ ہو یا کوئی اور، اس میں اللہ تعالی نے قرآن کریم نازل فرمایا-

معلوم ہوا کہ یہ مہینہ فرمان شاہی کے نازل ہونے کا مہینہ ہے-

بہر حال اس مہینے کے، آج ہم آخری جمعہ میں ہیں- اور اس آخری جمعہ کو بعض لوگ جمعۃ الوداع بھی کہتے ہیں - جمعۃ الوداع کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے - لیکن غالباً مسلمانوں کے جذبات نے اس محاورے کو اختیار کر لیا- کیونکہ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج تھا- اس حج کو حجۃ الوداع کہا گیا- جس میں آپ نے مسلمانوں کو رخصت کیا ہے -

جو آپ کا آخری حج ہے - اس حج کا نام حجۃ الاسلام بھی ہے - کیونکہ اسلام میں فرض ہونے کے بعد پہلا حج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور یہ آخری حج ہے - اس کو حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں - غالباً اسی مناسبت سے رمضان کے آخری جمعہ کو لوگ جمعۃ الوداع کہنے لگے کہ اب یہ ماہ رمضان کا آخری جمعہ ہے -

اور جمعہ کی کیا خصوصیت ہے - دنیا کی ہر قوم اور ہر ملت کو اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ لمبے زمانے کو تقسیم کر دے، صدی میں، سو سال کی صدی کہتے ہیں - پھر ۱۲ مہینے میں، اسے سال کہتے ہیں پھر ۲۹ یا ۳۰ دن جسے مہینہ کہتے ہیں - پھر مہینے کو ۴ ہفتوں میں اور ہر ہفتہ کہاں سے شروع ہوتا ہے - اسلامی سال شروع ہوتا ہے محرم کی پہلی تاریخ سے، مہینہ شروع ہوتا ہے رویت ہلال سے اور ہفتہ شروع ہوتا ہے جمعہ کے دن سے، ہمارے یہاں ہفتے کا آغاز جمعہ سے ہے - جیسا کہ دوسری قوموں اور ملتوں کے اندر ہفتہ کا آغاز یوم سبت (ہفتہ) سے یا اتوار سے - لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اللہ تعالی نے سیدھا اور صحیح راستہ عطاء فرمایا ہے - انہوں نے جمعہ کا دن انتخاب کیا - اسلام سے تقریباً ۵۶۰ سال پہلے جمعہ کی اہمیت قائم ہو چکی تھی - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں کعب بن لوئی ایک بڑی معروف شخصیت ہے - سب سے پہلے انہوں نے اس دن کا نام جمعہ رکھا - اس سے پہلے اس کا نام عروبہ تھا - جمعہ کو یوم عروبہ کہا جاتا تھا - کعب بن لوئی نے سب سے پہلے اس دن کا نام تجویز کر کے جمعہ رکھا اور اس دن لوگوں کو جمع کر کے پند و نصیحت اور خطبہ دیا کرتے تھے - یہ

خاندان قریش کی بڑی شخصیت ہے۔ یہ وہ نہیں کہ فیل کا واقعہ پیش آنے سے پہلے پہلے انہی کے نام پر تاریخ لکھی جاتی تھی جب اصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا ہے تو عالم الفیل سے لوگوں نے تاریخ لکھنی شروع کی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے جلیل القدر صحابہ کے دور میں اللہ تعالی نے جمعہ کی فضلیت اور جمعہ کی عظمت کا اظہار فرمایا۔ مدینہ منورہ میں خود صحابہ نے آپس میں طے کیا کہ یہود ایک دن جمع ہوتے ہیں، نصاری دوسرے دن جمع ہوتے ہیں، ہم ملت مسلمہ ہیں ہماری الگ الگ ملت ہے، الگ قوم ہے۔ ہمارا بھی ایک اجتماع کا دن ہونا چاہیئے۔ تو طے یہ کیا گیا کہ ہم جمعہ کا دن مقرر کرتے ہیں۔ اس دن ہم جمع ہوکر شکرانے کے طور پر نماز پڑھیں گے۔ خطبہ دیا کریں گے۔ مدینہ میں جو صحابہ موجود ہیں۔ ابھی حضور ہجرت فرما کر مدینے میں تشریف نہیں لے گئے ہیں کہ جمعہ کا قیام عمل میں آگیا اور اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت نے عبادت اور اجتماع کے دن کے انتخاب میں صحیح راستہ اختیار کیا اور پہلی ملتیں گمراہ ہوگئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن برکت کا عبادت کا اور تشکر کا دن ہر قوم میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے قوموں کو حق دیا کہ تم اپنی صوابدید سے اور اپنی اجتہاد سے صحیح دن کا انتخاب کرلو۔ یہود اور نصاری نے انتخاب میں غلطی کی۔

یہود، نصاری اور مسلمان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کئے ہیں۔ فرمایا کہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ ط

یہود کا کہنا یہ ہے کہ ان چھ دنوں میں سے اللہ تعالی نے اتوار سے تخلیق کائنات کا کام شروع کیا اور جمعہ کے دن پورا ہوگیا۔ یہود کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ٦ دن نعوذ باللہ بڑی محنت کے ساتھ کام کیا اور ہفتہ کے دن اللہ تعالی نے آرام فرمایا ہے۔ وہ فرصت کا

دن ہے-وہ فراغت کادن ہے -لہذا یوم سبت ہمارے یہاں تعطیل کادن ہے-
نصاری نے یہ کہاکہ تخلیق کائنات کاکام اتوار کو شروع ہوااور اسی کی بدولت اللہ تعالی نے ساری کائنات کو پیدا کیا- جس دن یہ کام شروع ہوا ہے -وہ دن عبادت کا ہے- انہوں نے اتوار کے دن کا انتخاب کیا-امت محمدیہ کاجب نمبر آیا فرمایاکہ نہیں-- جس دن کام ختم ہوا اس سے اگلے دن بھی اور جس دن شروع ہوا وہ دن بھی ' قابل اجتماع نہیں ہے- وہ قابل عبادت اور قابل تشکر نہیں ہے -اصل میں اجتماعی عبادت کادن وہ ہے کہ جس دن اللہ تعالی نے عبادت کرنے والی مخلوق کے پہلے آدمی کو پیدا کیا ہے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہے -وہ جمعہ ہے- جس دن عابد پیدا ہوا وہ دن عبادت کادن-اتوار سے تخلیق کائنات کاکام شروع ہوا جمعہ کو ختم ہو گیا-اس کامطلب یہ ہے کہ جمعہ کو اللہ تعالی نے ساری مخلوقات کو جمع فرمادیا- معلوم ہواکہ دراصل فطری طور پر اجتماع کادن جو ہے وہ جمعہ کادن ہے-اس لئے امت محمدیہ نے جمعہ کے دن کا انتخاب کیا-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعه وہ دن بہترین دن جس پر آفتاب نکلے فرمایاکہ وہ جمعہ کادن ہے -کیوں! فرمایااسی دن اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا-اسی دن اللہ تعالی نے آدم کو جنت میں داخل فرمایا-اسی دن اللہ تعالی نے حضرت آدم اور حضرت حوا کی ملاقات کرائی -اسی دن اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی-اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی ' فرمایااس لئے ہمارے یہاں جمعہ کے دن کی حیثیت یہ ہے-

سال شروع ہوتا ہے پہلی محرم سے ' مہینہ شروع ہوتا ہے چاند سے ' ہفتہ شروع ہوتا ہے جمعہ سے -جب یہ بات معلوم ہو گئی-اب جب رمضان آخری منزل میں آتا ہے تو یوں تو یہ آخری ہفتہ بھی ہے- آخری اتوار بھی ہے- آخری پیر بھی ہے

-لیکن آخری جمعہ کا مطلب یہ ہے کہ آج آخری ہفتے کا وہ دن آیا ہے کہ جس دن ہمارے یہاں ہفتے کا شمار کیا جاتا ہے-

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ ہفتے کا آخری دن آگیا ہے تو اب رمضان ہم سے رخصت ہو رہا ہے -اس لئے مسلمانوں نے اس کا نام جمعۃ الوداع رکھ لیا-

اور میں کہا کرتا ہوں کہ بعض اوقات ہر ایک کے احساسات الگ الگ ہیں ہر ایک کے جذبات الگ ہیں- آپ نے واقعہ سنا ہو گا کہ حضرت جنید بغدادی کے یہاں کچھ اللہ والے آئے ہوئے تھے -کسی شخص نے آکر یہ سوال کیا کہ حضرت بزرگوں کے کتنے رنگ ہوتے ہیں یہ تو ذرا بتا دیجئے- فرمایا کہ بھئی بزرگوں کے رنگ تو بہت سے ہوتے ہیں-لیکن ہمارے یہاں ۳ درویش آئے ہوئے ہیں-تینوں کے رنگ الگ الگ ہیں-فرمایا کہ اچھا! تم جاؤ وہ مراقبے میں بیٹھے ہیں ' تم جا کے ایک زور سے دھول رسید کر دو ' دوسرے کے ساتھ بھی ایسا کرو' تیسرے کے ساتھ بھی ایسا کرو-

جب پہلے آدمی کے مارا تو وہ ایک دم کھڑا ہو گیا اور اس نے بھی زور سے اس کو گھونسا مارا -اس نے کہا تو نے بلا قصور بلا ضرورت کے مارا- میں نے بھی اپنا بدلہ لے لیا انتقام لے کے جب دوسرے کے مارا اس نے جواب میں گھونسا تو نہیں مارا اس نے یہ کہا کہ میری تسلی ہو جائے گی صرف اتنا بتا دیں کہ میرا قصور کیا ہے اور جب تیسرے کے مارا تو وہ بے چارہ کھڑا ہو کے اس کا ہاتھ دبانے لگا اور کہنے لگا کہ میرے بدن کو تو کوئی تکلیف نہیں پہنچی ' کہیں تمہارے ہاتھ کو تو چوٹ نہیں لگی- آپ نے دیکھا پہلے کا رنگ اور ہے-دوسرے کا رنگ اور ہے- تیسرے کا رنگ اور ہے-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کیفیت کا اظہار کرتا ہوں ' حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی محفل میں واقعہ بیان ہو رہا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد سے کہا گیا کہ اسلام قبول فرمائیں - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ یہ میرے کان میں اس کا اقرار کر لیں اور میں جب ان کو جنت میں

دیکھوں گا تو میرا دل ٹھنڈا ہو گا -اندازہ لگائیے-ایک مسلمان نے جو یہ سنا کہ اگر خواجہ ابو طالب کو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر جنت میں دیکھے تو آپ کا دل ٹھنڈا ہو گا میں اس کے لئے کیا قربانی پیش کر سکتا ہوں-وہ کہنے لگا' حضور! میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا اگر میں جنت میں گیا تو میں جنت میں جاکر یہ کہوں گا کہ میری جگہ خواجہ ابو طالب کو جنت میں بھیج دے اور مجھے جہنم میں بھیج دو تاکہ حضور کا دل خوش ہو جائے-لیکن کیا جہنم میں جانے کی تمنا جائز ہے ' جہنم میں جانے کا خیال کرنا جائز ہے-- نہیں' بالکل نہیں لیکن کسی نے سچ کہا ہے-فرمایا

ومن مذهبی حب الديار لا هلها وللناس فيما يعشقون مذاهب

عشق کے الگ الگ راستے ہیں-الگ الگ کیفیات ہیں-ایک ہی واقعہ سے ایک آدمی خوش ہوتا ہے' دوسرا آدمی سر پکڑے بیٹھا ہے-واقعہ ایک ہی ہے-آپ نے کچھ اور اثر لیا-دوسرے نے کچھ اور اثر لیا ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کے بننے کے سلسلے میں مسلمانوں پر قیامت کا پہاڑ ٹوٹ رہا تھا-جب مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا-دو مثالیں میں نے آنکھوں سے دیکھی ہیں- ایک صاحب کو دیکھا جس کی بہت بڑی داڑھی تھی انہوں نے داڑھی صاف کرا دی جب ان سے پوچھا گیا کہ بھئی تم نے ایسا کیوں کیا-کہنے لگے کہ میں نے اس لئے ایسا کیا کہ مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کسی ہندو یا سکھ نے مجھے پہچان لیا تو مسلمان سمجھ کے قتل کر دے گا-اور ایسی مثال بھی موجود ہے کہ ایک صاحب پہلے سے داڑھی منڈاتے رہے-اس نے ہنگامے کے دوران داڑھی رکھ لی -کہنے لگے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے معلوم نہیں میں کس وقت شہید کر دیا جاؤں- میں ایسی شکل لے کر اللہ کے پاس حاضر ہونا نہیں چاہتا-اس لئے میں نے صورت سنت کے مطابق بنالی آپ نے دیکھا کہ ایک ہی واقعہ کا ایک پر کیا اثر ہوا اور اسی واقعہ کا دوسرے پر کیا اثر ہوا-

حضرت حافظ فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا الیاس رحمۃ

اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں اور دونوں حضرات حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے مرید اور خلیفہ تھے - حافظ صاحب بڑے نیک ہیں - پانی پت کے رہنے والے ہیں - دہلی میں اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا - فرمانے لگے کہ خاندان میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے - تو میں خاندان کا بڑا ہوں تو مجھے بلاتے ہیں کہ حضور ایک تو اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں دے دیجئے چھوہارہ وغیرہ چبا کر برکت کے لئے اس کے منہ میں دے دیجئے - دوسرے یہ کہ مجھ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے کان میں اذان دے دیجئے آپ خاندان کے بڑے ہیں - فرمایا کہ جب میں اس بچے کو گود میں لے کر بیٹھتا ہوں تو میرا دل رنجیدہ ہو جاتا ہے آپ اندازہ لگایئے کہ بچہ کو گود میں لینے والے کا دل کتنا باغ باغ ہوگا ، کتنا خوش ہوگا - اللہ نے فرزند عطاء فرمایا ہے - مگر فرماتے ہیں کہ جب میں اس بچے کو دیکھتا ہوں تو دل رنجیدہ ہوتا ہے کیونکہ فرمایا کہ بچے کو دیکھ کے مجھے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بے چارہ نازک سا بچہ دنیا میں وہ تمام پاپڑ بیلے گا وہ تمام تکلیفیں اٹھائے گا - وہ تمام مشقتیں اٹھائے گا کہ جن تکلیفوں اور مشقتوں سے ہم گزر رہے ہیں - جب میں تصور کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ننھی سی جان ان مصیبتوں سے کیسے گزرے گی - اس کا مطلب یہ ہے کہ سوچنے کا انداز الگ الگ ہے -

اسی لئے بعض واقعات ایسے ہیں کہ اس کو اگر یہ کہیں کہ یہ خوشی کا ہے تو بھی صحیح اور اگر کہیں کہ یہ غمی کا ہے تب بھی صحیح مثلاً جمعۃ الوداع کے معنی یہ ہیں کہ اس مہینے کا وہ دن آگیا ہے کہ جس دن سے ہفتہ شمار ہوتا ہے اور یہ آخری ہفتہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے رخصت کا وقت آگیا - اب آپ بتایئے کہ ہمیں خوش ہونا چاہیئے یا رونا چاہیئے میرا خیال ہے کہ جو خوش ہیں وہ بھی صحیح اور جو رو رہے ہیں وہ بھی صحیح - اللہ کے یہاں دونوں قبول ہیں -

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب میں سفر پر جایا کرتا تھا وعظ کہنے کے لئے ، تو اپنے گھر والوں سے کہتا تھا کہ میرے کپڑے اور سامان ضروریات کی

چیزیں ذرا جمع کر کے رکھ دو- تو فرمانے لگے کہ میری اہلیہ نے مجھ سے یہ کہا کہ آپ دہلی جارہے ہیں تو میں آپ کے سامان میں دو کرتے چکن کے بھی رکھ دیتی ہوں- مولانا نے فرمایا کہ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی- ارے بھئی دلی جاؤں یا لندن جاؤں ' جہاں کہیں بھی جاؤں چکن کا کیا سوال ہے- ٹھیک ہے اگر پہننا ہے تو گھر میں بھی پہنئے ' دلی میں اس کی کوئی خاص بات ہے- تو فرمایا کہ جب انہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی-

انہوں نے کہا کہ میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ آپ دلی جارہے ہیں وہاں بڑے بڑے اہل دولت اور بڑے بڑے تاجر مسلمان ہیں- میں چاہتی ہوں کہ آپ ان کے سامنے ایسا لباس پہن کر جائیں کہ وہ آپ کو اہل حاجت اور مفلس نہ سمجھیں- اس مقصد سے نہیں کہ آپ کی کوئی شان ہے صرف اس لئے کہ دولتمند دوسروں کو غریب سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں- اس لئے کہ وہ آپ کو غریب نہ سمجھیں-

آپ بتایئے کہ کیسے نقطہ کی بات ہے- کیسی عارفانہ بات ہے- اسی طرح بعض اوقات لوگوں کی کیفیت بھی قابل تعریف ہے ' خوشی کی کیفیت بھی قابل تعریف ہے - ہم آج بڑے خوش ہیں کہ رمضان کا آخری جمعہ آگیا اور رمضان رخصت کے قریب ہے ' خوشی کس بات کی- حدیث میں آتا ہے کہ

للصائم فرحتانٍ' فرحة عند الافطار' فرحة عند لقاء الرحمن

روزہ دار کو دو مسرتیں ' دو خوشیاں ہوتی ہیں ' ایک خوشی ہوتی ہے افطار کے وقت --- آپ کو کتنی خوشی ہوتی ہے- پھل رکھا ہے ' شربت رکھے ہیں- دنیا کی نعمتیں رکھی ہیں- اگر افطار نہ ہوتا- عام معمولی طور پر کھانا کھانا ہوتا تو اتنی نعمتیں شاید نہ ہوتیں- اگر ایسی خوشی آپ کو ہو تو ایسی خوشی شریعت کے خلاف نہیں- مگر مسلمانوں کا ذہن اس سے زیادہ اونچا ہونا چاہئے --- فرمایا کہ اصل خوشی اس کی نہیں ہے- اصل خوشی

اس کی ہے- آج میں نے نیت کی تھی طلوع صبح صادق سے اللہ تعالی نے مجھے افطار کے وقت تک پہنچادیا میں اللہ کے قربان، کہ اللہ نے میرے روزے کو تکمیل کی منزل تک پہنچادیا، آج خوشی اسی بات کی ہے کہ میں تکمیل صوم کی منزل میں آگیا ہوں- افطار کی خوشی نہیں شربت کی خوشی نہیں-

اگر آج رمضان کے رخصت ہوتے وقت ہمارا اور آپ کا دل خوش ہے- اس لئے خوش ہے کہ اے اللہ! ہمارے بس کی بات نہیں تھی کہ ہم راتوں کو تراویح پڑھتے، ہمارے بس کی بات نہ تھی کہ ہم کھانا پینا چھوڑ کے ہم روزہ رکھتے- لیکن اے اللہ! تیری توفیق کے قربان جایئے کہ تو نے ہمیں توفیق عطاء فرمائی اور ہم اس کٹھن منزل سے گزر گئے اور آج ہم منزل مقصود تک پہنچ گئے- بالکل ہماری حالت اس چیونٹی کی طرح پر ہے- ایک چیونٹی کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ سارے لوگ قافلے بنابنا کے حج بیت اللہ کو جارہے ہیں آخر میں کیوں نہ جاؤں- ارے بھئی چیونٹی اگر بیت اللہ جائے گی تو وہ اپنے شہر ہی کی مسافت میں اپنی عمر ختم ہو جائے گی- پھر بیت اللہ پہنچنے کا طریقہ کیا ہے-

ایک عارف کہتا ہے کہ جب چیونٹی کے دل میں اللہ تعالی نے یہ تمنا پیدا کی تو اللہ تعالی نے کبوتر کو حکم دیا کہ تم جو حرم جارہے ہو- یہاں اترو اور یہ چیونٹی تمہارے پیر کے ساتھ چمٹ جائے گی- جب یہ چمٹ جائے تو اس کو لے جاکے حرم میں چھوڑ آؤ فرمایا کہ

بود موری ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست برپائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

آپ ایمانداری سے بتایئے- وہ چیونٹی جب حرم میں پہنچی ہو گی اس کا دل کتنا باغ باغ ہوا ہوگا- اس لئے کہ کچھ کھانے کو ملے گا، اس لئے کہ میں اس قابل کہاں تھی کہ حرم پہنچتی- اللہ نے کبوتر کا انتظام کیا- میں اللہ کے قربان کہ اس نے مجھے منزل مقصود تک

پہنچادیا-

اگر آپ کے دل میں آج خوشی ہے-وہ ایمانی خوشی ہے-وہ روحانی خوشی ہے اس بات کی خوشی ہے کہ اللہ نے یہ مہینہ خیریت سے گزار دیا-

اگر ہمارے دل میں آج غم ہے-اللہ کے یہاں وہ بھی قابل قبول ہے اور آخرت کا سرمایہ ہے-

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے' غم ہے اس میں بھی خوشی ہے-لذت ہے اس میں بھی غم ہے اور بڑے مزے کی بات فرماتے تھے-اگر اپ اعلی درجہ کے کباب کھائیں' گرم گرم بریانی کھائیں-تو جب تک بریانی گرم نہ ہو اور ہاتھ نہ جلے اس وقت تک مزہ نہیں آتا-تو فرمایا کہ گرم گرم بریانی کھا رہے ہیں-منہ جل رہا ہے مگر یہ ہے کہ مزہ ایسا آرہا ہے کہ منہ جلنے کا صدمہ نہیں- کباب کھا رہے ہیں مرچیں لگ رہی ہیں-آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں-مگر اس آنسو میں وہ لذت ہے کہ کباب برابر کھاتے جارہے ہیں-اس کا مطلب یہ ہے درحقیقت رمضان کا رخصت ہو جانا بعضوں کے لئے باعث مسرت اور باعث خوشی ہے اور بعضوں کے لئے باعث رنج و غم بھی ہے-اللہ کے یہاں ان دونوں کے لئے بڑا اجر ہے اور اللہ کے یہاں یہ دونون کیفیتیں قابل قبول ہیں چاہے آپ جدائی سے غمزدہ ہوں یا کسی اور وجہ سے لیکن ہمیں اس سے بحث نہیں-ہمیں کسی اور بات سے بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام نے ہمیں یہ بتایا کہ ہر چیز کا آخری وقت' آخری لمحہ سب سے زیادہ قیمتی ہے-ساری عمر آپ نے تہجد پڑھی-ساری عمر صبر و تقوی اختیار کیا-لیکن اگر خدانہ کرے خدانہ کرے-اگر کوئی آخری انجام میں اگر کوئی بگڑ گیا ہے-اس کا ایمان سلب ہو گیا ہے تو میرے دوستو! ساری عمر کی عبادتیں بیکار ہو گئیں اگر کسی نے ساری عمر عبادتیں نہیں کی ہیں-بغاوت کی ہے' اللہ کی مرضی کے خلاف کی ہے-لیکن آخری وقت ایمان قبول کر لیا تو آپ سمجھ لیجئے کہ ساری عمر مفید بن گئی-

ایک صحابی کا واقعہ لکھا ہے - صبح کی تہجد پڑھنے والے اس کو بطور چیستان پڑھتے ہیں - ایسا کوئی مسلمان بتایئے کہ جس نے ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر فرمادیا کہ یہ جنتی ہے --- طالب علموں سے پوچھتے ہیں کہ ان کا نام بتاؤ-

واقعہ یوں ہے کہ وہ لشکر کفار سے نکل کر لشکر اسلام میں آگیا - اور آنے کے بعد اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کر دی - مجھے آپ اسلام میں داخل فرمایئے - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلمان کر دیا - اسلام میں داخل ہو گیا - ابھی نماز کا وقت نہیں آیا ہے - یہ مسلمانوں کی طرف سے کفار کے مقابلے میں جہاد کے لئے جا کر لڑا اور میدان جنگ میں شہید ہو گیا - سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سیدھا جنت میں گیا - ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی کہ نماز کا وقت داخل ہی نہیں ہوا-

آپ نے دیکھا - آخری لمحہ کتنا قیمتی لمحہ ہے - آخری وقت سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے - شاعروں کی باتوں پر دھیان نہ دینا اور میں شاعروں کی برائی سے نہیں کہہ رہا ہوں - میں شاعروں کا بڑا احترام کرتا ہوں -

اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم نظم میں نازل نہیں فرمایا نثر میں نازل فرمایا علامہ اقبال کے کلام کا کیا حشر ہوا سارنگی اور طبلہ پر گانے بجانے کی طرح گایا جاتا ہے - میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کہیں قرآن کریم منظوم ہوتا تو شاید مسلمان طبلہ اور سارنگی پر قرآن سنا دیتا، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم نثر میں نازل فرمایا ہے -

میں اس لئے کہہ رہا تھا کہ کسی شاعر نے کہا اور یہ شاعر بڑے اچھے ہیں مومن کا نام آپ نے سنا ہوگا - بڑے دیندار تھے - لیکن بات شاعرانہ ہے شریعت کی نہیں - فرمایا کہ

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

شاعر کے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ سن کے منہ سے واہ واہ نکلتی ہے - آخر کچھ تو سوچیئے واہ واہ کی تو کوئی بات ہو - بات ہی غلط ہو

شاعری میں جذبات پہلے عقل بعد میں اور نثر کا کلام جب حکیم کا پیش کیا جاتا ہے تو عقل پہلے اور جذبات بعد میں - ایک شعر ہے جو بالکل مذموم ہے - ناکارہ ہے - مگر سننے کے منہ سے بالکل واہ واہ نکلتی ہے - کیوں ' اسی لئے کہ شاعری کی خاصیت ہی یہی ہے

بلا سے صیاد آ کے لوٹے یہ پاسبانوں کو لوٹ جائے

کبھی کبھی نوجوان ناراض ہوتا ہے - حالات سے مقابلہ نہیں کر سکتا تو کہتا ہے اوے کیا پاکستان، یہ پاکستان تو ٹوٹ جائے تو بہتر - اچھا ہے ہم غیروں کے ہاتھوں مر جائیں گے - اپنے بھائی سے نہیں برداشت کریں گے - یہ شاعرانہ بات ہے جذبات کی بات ہے اسلام کی بات نہیں ہے اور نہ حکیمانہ بات ہے

بلا سے صیاد آ کے لوٹے یہ پاسبانوں کو لوٹ جائے
اچک لے شاہین تو غم نہیں ہے قفس تو کم بخت ٹوٹ جائے

ارے میاں پنجرے کی تیلیاں کھول ' اگر بلی نے نگل لیا تو نگلنے دو - ہم زندہ نہیں رہنا چاہتے - بلی کے پیٹ میں جانا پسند کرتے ہیں ' آپ بتایئے یہ احمقانہ بات ہے یا نہیں ہے - ارے میاں پنجرے کے دروازے پر بلی بیٹھی ہوئی ہے - ذرا صبر کرو اندر ہو - بلی چلی جائے - تب دروازہ کھلواؤ - تاکہ تمہاری جان خطرے میں نہ ہو - مگر شاعر نے کہی ہے آپ فوراً کہیں گے واہ واہ اور اس لئے بعض اوقات قوالی سننے والے لوگوں کو حال آتا ہے - آپ سمجھے - مومن خان نے جو شعر کہا ہے یہ بات صحیح نہیں مسلمان وہی ہے جو آخری وقت میں مسلمان ہو جائے -

ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنھوں نے ساری زندگی عبادت میں گزاری ہے۔ آخری وقت میں ایمان سلب ہو گی۔ ایسے لوگ بھی ہیں کہ ساری عمر بغاوت میں گزاری ہے۔ آخری وقت میں ایمان لے آئے۔ میرے دوستو! اصل میں اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اسی لئے اسلام نے یہ کہا کہ ساری عمر نماز نہیں پڑھی۔ موت سے ایک مہینہ پہلے یہ احساس پیدا ہوا کہ بھئی نمازیں ادا کرو۔ ایک ہی وقت میں ۷۰ سال کی نمازیں کیسے ادا ہو سکتی ہیں لیکن اگر آپ نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ میں ساری زندگی کی نمازیں ادا کروں گا جو قضاء ہو گئیں ہیں اور ایک مہینہ کے بعد انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے خیال کے پیش نظر آپ کی ساری زندگی کی نمازوں کو یہ سمجھ کر معاف کر دے گا کہ ارادہ تو کر لیا تھا۔ نیت تو کر لی تھی نمازوں کی ادائیگی کی۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ آخری جمعہ یہ بتا رہا ہے کہ تم آخری منزل میں داخل ہو گئے ہو۔ ان آخری لمحات کا ہم کو اعتبار کرنا چاہیئے۔ ہو سکے تو ۳ دن کا اعتکاف کر لیجئے۔ ۲ دن کا کر لیجئے۔ ایک دن کا کر لیجئے اور علماء نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ ایک گھنٹے کی نیت سے بھی اگر تم آ کے بیٹھ جاؤ مسجد میں تو تمہیں ایک گھنٹے کے اعتکاف کا ثواب بھی ملے گا۔ مگر یہ اعتکاف وہ اعتکاف نہیں ہو گا جو رمضان میں سنت موکدہ کہلاتا ہے اور اسی کے ساتھ رمضان کی آخری ساعتوں میں راتیں جاگنے کی ہیں ایک بات آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ رمضان کے ختم پر عید آنے سے پہلے آپ صدقہ فطر ادا کریں۔ صدقہ کا لفظ تو آپ جانتے ہی ہیں فطر کے معنی ہیں افطار آپ نے جو پورے رمضان روزے رکھے ہیں اس افطار کا صدقہ ہے۔

جالینوس اور افلاطون اگر کوئی بات کہے تو آپ اس کا یقین کرتے ہیں مگر حدیث میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ صدقہ آپ کی جانی مالی مصیبتوں کو دفع کرتا ہے۔ اگر آپ نے ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ صدقہ دیجئے، نقصان سے بچ جائیں گے اس طرح مال کا بھی کفارہ ہے۔ جان کا بھی کفارہ ہے۔ عزت

کا بھی کفارہ ہے-

حضرت صالح علیہ الصلوۃ والسلام قوم ثمود کے پیغمبر ہیں-ان کی قوم نے آ کے شکایت کی کہ ہمارے محلے میں ایک آدمی بڑا بد بخت ہے اور ہر شخص اس سے ناراض ہے- ہر شخص کو ستاتا ہے- ہم تنگ آکر آپ سے التجا کرتے ہیں کہ آپ بد دعا کیجئے کہ وہ مر جائے- انبیائے کرام علیہ الصلوۃ والسلام جب تک علاج ہو سکتا ہے ہاتھ کاٹتے نہیں ہیں-بد دعا نہیں فرماتے ہیں-لیکن جب اللہ ہی کی طرف سے اس کا القاء ہوتا ہے- کہ اب یہ شکل قابل اصلاح نہیں رہی- تب اللہ تعالی کی طرف سے انبیاء کرام کو اس کی اجازت دی جاتی ہے-آپ نے فرمایا جاؤ' وہ آدمی ختم ہو جائے گا' لوگ واپس آئے دیکھا کہ آدمی ہٹا کٹھا ہے-انتظار کیا اگلے دن دیکھا- کچھ نہیں بگڑا- یہ لوگ پھر حضرت صالح علیہ السلام کے پاس آئے کہ وہ تو بد ستور ویسا ہی ہے حضرت صالح علیہ السلام نے اس آدمی کو بلایا وہ لکڑ ہارا تھا-اور پوچھا کہ سچ سچ بتانا تم نے کوئی نیک کام کیا ہے اس زمانے میں اس نے کہا حضور میں تو اصل میں نہایت گنہگار آدمی ہوں- نیکی کا نام بھی نہیں جانتا لیکن کل جب میں لکڑیاں کاٹنے کے لئے جنگل میں گیا تو دو پہر کے وقت میں نے اپنا رومال کھولا اور جب کھانے کے لئے بیٹھا تو قریب سے کسی کی کراہنے کی آواز آئی میں نے دیکھا تو وہ بھوک سے بیتاب ہے-میں نے اس کی حالت کو دیکھ کر میں نے آدھی روٹی اسے دے دی- آدھی میں نے خود کھالی-

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اس صدقہ کی دولت تیری جان بچ گئی اللہ نے تمہارے اوپر سانپ مقرر کیا تھا کہ تجھے ہلاک کر دے- لکڑ ہارا کہنے لگا بالکل سچ ہے لکڑیاں میں نے خود چنی تھیں اور جب میں گھر جا کر گٹھڑ اڈال دیا تو ایک کالا سانپ اس میں سے نکل کر بھاگا- حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس صدقہ کی بدولت اللہ نے تیری مشکل اور مصیبت کو دور کر دیا-

بہر حال ہم رمضان کی آخری ساعتوں میں ہیں-دعا کریں اس بات کی کہ اللہ تعالی یہ جو

آخری لمحات ہیں اس طریقے پر ہماری بسر ہو جائیں کہ اللہ تعالی ہماری نیکیوں کو قبول فرمائیں-اے اللہ رمضان کے دوران جتنی بھی عبادت ہم نے کی ہے اگر ہم سے کوتاہی ہوئی ہے-ہماری کوتاہیوں سے در گزر فرما-اے اللہ ہماری عبادتوں کو قبول فرما -ہمیں معلوم ہے کہ ہماری عبادتیں ناقص ہیں لیکن تیری نگاہ کرم اسے کامل بنا سکتی ہے-اے اللہ جو وقت باقی رہ گیا ہے-وہ اپنے حبیب کے تقاضے میں ہمارا وقت بسر ہو اور ہمیں عبادتوں کی توفیق عطاء فرما آمین-

اللھم ارناالحق حقا

حق تعالیٰ سے ملاقات

لیلۃ القدر کے موقع پر کی گئی ایک عالمانہ تاریخی تقریر

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا اللهُ وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ،

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ O وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ O لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ O تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ O سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ O

بزرگان محترم اور برادران عزیز!

لیلۃ القدر، شب وصال

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ماہ رمضان کی وہ مبارک رات اور مبارک شب بھی ہمیں اور آپ کو میسر آئی، جو درحقیقت شب وصال اور ملاقات کی رات ہے۔ دنیا میں ہر انسان خواہ کوئی عقیدہ رکھتا ہو، کسی قسم کا مذہب رکھتا ہو، اس کے دل میں اللہ کو دیکھنے اور اللہ سے ملاقات کی تمنا ضرور ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے لکھا ہے کہ اللہ نے اپنی محبت کا بیج بنی نوع انسان کے ہر فرد کے دل میں بو دیا ہے۔ خواہ مشرک ہو، عیسائی ہو، یہودی ہو، حتی کہ جو خدا کے منکر ہیں، محبت کی لہر کبھی کبھی ان کے دل میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

انکار ممکن نہیں

حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک دہریہ کی بات ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے کبھی دریا کا سفر کیا۔ اس نے کہا کہ ہاں میں نے تو دریا کا سفر کیا اور اس طریقے پر کیا کہ میں کشتی میں جا رہا تھا، طوفاں سے ٹکرا کر کشتی ٹوٹ گئی اور ایک تختہ کے اوپر بیٹھا ہوا چلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ تخت بھی میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا------امام ابو

حنیفہؒ نے کہا کہ تو سچ بتانا ' جب کشتی کا اور تختہ کا سہارا نہیں رہا ' تیرے دل میں اس وقت یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی غیبی طاقت مجھے مصیبت سے بچالے فرمایا کہ وہ فطری جذبہ ہے ' اللہ کا ' جو تیرے دل میں بھی موجود ہے ' یہ اور بات ہے کہ تو نے اپنی روحانیت کو زنگ آلود بنادیا ہے۔ جس کی وجہ سے تو خدا کا انکار کرتا ہے سب کے دل میں دیکھنے کی تمنا اور خواہش ہے

جن لوگوں نے اللہ والوں سے صحیح تعلیم حاصل کی ہے ' وہ دھوکا نہیں کھاتے ' لیکن جن لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

ہندو کی تلاش حق

کانپور میں ایک ہندو ہر وقت اس بات کی تلاش میں رہتا تھا کہ مجھے کسی طریقے سے پرمیشر کی ملاقات ہو جائے ' میں اللہ کو دیکھوں۔ لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ یہ اللہ کی ملاقات کے لئے اور اس کی تجلی کا دیوانہ ہے۔ کسی شخص نے اس سے کہا کہ چلو قبرستان کی فلاں مسجد ہے ' رات کے وقت ' مین تم کو اللہ کی زیارت کرادوں گا ' اس نے کہا کہ قبرستان میں نہیں ' جی چاہے جہاں لے جاؤ رات کے وقت لے جاؤ ' جنگل میں لے جاؤ لیکن اگر اللہ کی زیارت مجھے نصیب ہوتی ہو ' تو میں جانے کو تیار ہوں ----اس کو لے جاکر مسجد میں بٹھایا اندھیرا گھپ ----اس زمانے میں ماچس نئی نئی چلی تھی۔ بہت سوں کو یہ پتہ بھی نہیں تھا کہ اس ماچس سے آگ روشن ہو جاتی ہے اس نے کہا کہ تم آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ ابھی جب روشنی ہو گی تو تم انکھیں کھولنا اور وہی خدا کا نور ہے ' اس نے کہا --- نہیں ----- یہ خدا کا نور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا کے نور کا سایہ نہیں ۔ اس میں تو میرا سایہ پڑ رہا ہے۔ تیرا دھوکا چل نہیں سکتا۔

پھر کسی دوسرے نے اسے یہ دھوکا دیا۔ جمنا کے کنارے لے گیا رات کے وقت کچھوے کے اوپر چراغ رکھ دیا اور کچھوے کو چلا دیا آگے ' اور اس سے کہہ دیا کہ

دیکھو یہ ہے پرمیشر' یہ ہے خدا کی تجلی----- یہ جمنا کے کنارے دوڑتا' دوڑتا چلتے چلتے تھک گیا'لیکن تمنا اس کے دل میں یہ تھی کہ میں کسی طریقے سے اپنے اللہ کی نور کو دیکھوں اور اللہ سے ملاقات کروں-

اللہ کی ایک شان حاکمانہ ہے' حاکمانہ شان کا مطلب' ہمارا یہ حکم ہے' ہمارا یہ فرمان ہے تمہیں یہ کرنا ہے' تمہیں یہ نہیں کرنا ہے'اس شان کے اعتبار سے ہم اور آپ رعایا ہیں' ہم اور آپ اللہ کے بندے ہیں اور اس طریقے پر اللہ کے بندے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں جس بات کا حکم دے گا- ہم اور آپ اس کو قبول کریں گے اور اس کی اطاعت کریں گے----مگر

اللہ کی شان محبوبیت

اللہ تعالی کی دوسری شان محبوبیت کی شان ہے- شان محبوبیت کے اعتبار سے ہم اور آپ سب عاشق ہین' سب دیوانے ہیں اور آپ سب مجنوں ہیں ہر ایک کے دل میں یہ جذبہ ہے کہ ہم کسی طریقے سے اللہ سے ملیں' اللہ سے ملاقات کریں- یہ اللہ کی شان کریمی ہے کہ اللہ نے اپنی ملاقات کے لئے آپ کو ایک دن میں پانچ مرتبہ ملاقات کی اجازت دی ہے اور وہ پانچ وقت کی نماز ہے' جو اللہ کے دربار میں مسجد میں ادا کی جاتی ہے-

شان کریمی میں نے اس لئے کہا میں نیروبی میں اور بعض دوسرے ملکوں میں جب لوگوں کے درمیان بے تکلفی کے ساتھ بیٹھا تھا تو بعضوں نے کہا----- ارے آپ بڑے خوش قسمت ہیں- مولانا سے آپ یہاں مل رہے ہیں --ذرا جا کے دیکھئے تو کراچی میں' ان سے ملاقات بھی مشکل سے ہوتی ہے' یہ تو آپ بڑے خوش قسمت ہیں' جو صبح شام ہر وقت آپ سے ملاقات ہو رہی ہے-

یہ واقعہ میں نے اس لئے نقل کیا کہ لوگ اس بات کو بھی محسوس کرتے ہیں کہ ایک شخص سے کبھی کسی جگہ ملاقات زیادہ نہیں ہوتی - کسی جگہ بے تکلفی سے

ملاقات ہو جاتی ہے اور ہم آپ کیا حیثیت رکھتے ہیں ' کیا حقیقت رکھتے ہیں ' ہفت اقلیم کی سلطنت کا بادشاہ بھی اللہ کی بادشاہت کے مقابلے میں خدا کی قسم ایسے ہے جیسے کہ جوتے کا تسمہ --- کوئی حیثیت نہیں۔

نسبت محمدی کا اعجاز

نواب صاحب حیدر آباد دکن بیٹھے ہوئے تھے' مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرما رہے تھے - مولانا نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ اگر آپ کے جوتے کا تسمہ نظام دکن کے تاج میں لگ جائے تو تاج کا مرتبہ بڑھ جائے نظام دکن پر حال طاری ہو گیا اور چیخ کے کہنے لگے آپ نے بالکل صحیح کہا ' اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کا تسمہ میرے تاج میں لگ جائے تو میں بادشاہ ہو جاؤں -

محبوبیت کے اعتبار سے ہم اور آپ سب عاشق ہیں ' اللہ نے مقرر کر دیا ہے حی علی الصلوۃ حی علی الصلوۃ چلو پانچ وقت تمہاری ملاقات ہے' تمہیں زیارت کا موقع دیا ہے -وصال کا موقع دیا ہے درشن کا موقع دیا ہے ----- معاف کیجئے میں ایسے الفاظ سے ترجمہ کو بھی بعض اوقات پسند نہیں کرتا کہ ان ترجموں میں ' ان الفاظ میں نورانیت نہیں ہے ' معنی چاہے درشن کے بھی زیارت ہی کے ہوں --- لیکن -- حضرت مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا گرفتار ہو کر گئے ہیں اور واپس آئے تو لوگ لینے کے لئے ان کو بمبئی کے سمندری پورٹ پر گئے - وہ تشریف لائے ' ہندو اور مسلمان' مولانا محمد علی ' مولانا شوکت علی سب موجود ہیں - جلوس روانہ ہوا ' کسی نے جلوس میں یہ نعرہ لگا دیا کہ محمود الحسن کی جے ہوئے فوراً جلوس روکا ' اور فرمایا ا- بھئی میں جب گیا تھا تو تم میں یہاں نعرہ تکبیر چھوڑ گیا تھا - یہ جے کارے کب سے لگنے لگے -- مولانا محمد علی مرحوم نے کہا کہ حضرت -جے ہوئے - کا معنی ہے فتح ہو - فرمایا کہ

ترجمہ میں بھی جانتا ہوں - مجھے بھی معلوم ہے کہ جے ہوئے کا ترجمہ فتح ہو - ہے لیکن اگر ترجمہ ہی کرنا ہے تو پھر اللہ کا ترجمہ بھی رام رام کرلو-

جس کا مطلب ہے کہ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان کے ترجمے میں بھی نورانیت نہیں - میں نے عرض کیا ' پانچ مرتبہ اللہ تعالی موقع دیتے ہیں اور وہ بھی زیارت اور ملاقات ان کو ملتی ہے جن کے نصیب میں ہے -- جن کے نصیب میں نہیں ہے-

توفیق خداوندی کی مثال

ایک بہت بڑے زمیندار اپنے ملازم کے ساتھ شکار کو جا رہے تھے ' جنگل میں کوئی معمولی سا گاؤں نظر آیا غیر آباد---- وہاں ایک مسجد تھی 'اس ملازم نے اپنے زمیندار آقا سے کہا کہ حضور! اجازت دیجئے ' نماز کا وقت ہے تو میں نماز پڑھ لوں - اس زمیندار کا جی تو نہیں چاہا لیکن اتنی اخلاقی جرات بھی نہیں تھی کہ انکار کرتے اس نے کہا اچھا بھئی تو جا جلدی سے پڑھ کے آ- یہ دروازے پر کھڑے ہوئے ہیں باہر --- ملازم مسجد کے اندر ہے اور دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ شاہی دربار ہے تو بادشاہ اندر ہے ملازم باہر ہے جب دیر ہوگئی تو اس نے آواز دی اور کہا ارے رمضانی ! آتا کیوں نہیں ؟ اندر سے رمضانی نے جواب دیا ' کہ جی حضور میں تو آنا چاہتا ہوں ' آقا مجھے آنے نہیں دیتے ----- بڑا ناراض ہوا مسجد خالی پڑی ہے - اس نے کہا---- ارے ! تجھے کون نہیں آنے دیتا--- اس نے کہا حضور! جو آپ کو باہر سے اندر نہیں آنے دیتا وہ اندر سے مجھے باہر جانے نہیں دیتا- معلوم یہ ہوا کہ یہ بھی اللہ کی توفیق ہے - جنہیں ملتی ہے وہ بے طاقت بھی پہنچ جاتے ہیں فرمایا کہ ---

بود مورے ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد   دست برپائے کبوتر زدو ناگاہ رسید

چیونٹی کے دل میں بھی تمنا ہوئی کہ وہ حج بیت اللہ کو جائے - اللہ نے کہا - یہ چل کے جا

نہیں سکتی۔اس کا انتظام ہم کر دیں گے۔کبوتر جو اڑ کے حرم جا رہا تھا، حکم دیا کہ تو یہاں اتر جا، اور چیونٹی سے کہا کہ تو اس کے پاؤں میں لپٹ جا، اور کبوتر سے کہا کہ چیونٹی کو لے جا کے حرم میں چھوڑ دے۔

یہ تو روزمرہ کی ملاقات ہے پانچ وقت کی، لیکن یہ ملاقات اعلیٰ ہے کہ جس کے لئے آپ اللہ کے گھر جاتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگ اللہ کے گھر کا چکر کاٹ کے آگے ہیں کہ ہم ملنا چاہتے ہیں، جواب آیا اندر سے کہ تم ملاقات کے قابل نہیں ---جاؤ----فرمایا کہ---

بہ طواف خانہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند   کہ برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

آپ ملنا چاہتے ہیں اللہ سے، یہ تو بتایئے کہ ملاقات کے لئے باہر رہ کے تم نے کیا تیاری کی تھی-----جو آج ملنا چاہتے ہو۔

لیکن ایک ملاقات یہ بھی ہے---کہ جس محبوب کے لئے آپ پریشان تھے جس کے لئے ہر وقت آپ کا دل چاہتا تھا آج وہ خود آپ کے مکان میں نازل ہو گیا ہر وقت آپ کی تمنا تھی کہ آپ جائیں لیکن آج جس رات میں آپ موجود ہیں، یہ رات وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ملائکہ کے ساتھ، عرش الٰہی کے تمام فرشتوں کے ساتھ یوں کہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے شاہانہ سٹاف (STAFF) کے ساتھ اور عملہ کے ساتھ آج آسمان دنیا پر تشریف لائے ہیں ملائکہ کا نزول ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے، زمین کے فرشتے اور عرش کے فرشتے، سب کے سب آج کی رات میں جمع ہو جاتے ہیں اور فرمایا نزول ملائکہ کی وجہ سے دنیا کے تمام انسانوں کے دل نرم اور موم ہو جاتے ہیں وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

ماحول کی برکات

یاد رکھیئے! بعض اوقات ماحول کا اور صحبت کا بھی اثر ہوتا ہے اچھی تمنا ہو یا بری

'دل کی کیفیت بعض اوقات ماحول سے بھی پیدا ہوتی ہے-

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کسی شخص نے یہ سوال کیا صاحب! آپ نے فرمایا ہے کہ جنت میں ہر وہ چیز مل جائے گی، جس کا تمہارا دل چاہے گا تو فرمایا کہ جی! میں بڑا عاشق ہوں حقہ کا، مجھے جنت میں حقہ بھی ملے گا یا نہیں--- مولانا نے فرمایا--- میں تجھے قسم سے کہتا ہوں کہ جنت میں رہتے ہوئے تیرے دل میں حقہ کی تمنا پیدا نہیں ہوگی-

معلوم ہوا، ملائکہ اور فرشتوں کا جب نزول ہوتا ہے، تو ہم اور آپ اپنے اپنے نرم بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں، اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ دیتے ہیں، ہم اپنی نیند کو چھوڑ جاتے ہیں اور جمع ہو جاتے ہیں ---اور یاد رکھیئے یہ سب عاشقانہ کیفیتیں اور حالات ہیں، نہ کھانے کی پرواہ ہے، نہ پینے کی پرواہ ہے، نہ راحت کا خیال ہے-----نہ آرام کا خیال ہے، کبھی کبھی--- کبھی کبھی کیا--- عاشق سے پوچھیئے کہ--- بہت سی راتیں آنکھوں ہی آنکھوں میں گزر جاتی ہیں، ایک لمحے کے لئے بھی آنکھ نہیں لگتی ہے، کسی عاشق نے ساری رات گزار کر کہا تھا- فرمایا کہ

مت آئیو او وعدہ فراموش تو اب بھی جس طرح کٹا روز گزر جائے گی شب بھی

رات بھی انتظار میں، دن بھی انتظار میں----- یہ کیفیت عاشقانہ کیفیت ہے- آج ہم اور آپ بھی اسی کیفیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں-

تو میرے پیارے دوستو! یہ شب قدر اور لیلۃ القدر کیا ہے- یہ شب وصال ہے- ایسا وصال ہے کہ روز آپ جاتے تھے اللہ کے دربار میں آج اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول اجلال فرما رہے ہیں- آج اللہ تعالی ملاقات کے لئے خود آپ کو موقع دے رہے ہیں اور اللہ کی طرف سے شرف ملاقات بخشا جا رہا ہے-

سلاطین اور بادشاہوں کی ملاقات کا طریقہ کیا ہے---- ان کا طریقہ یہ ہے کہ ہمارا نمائندہ جا رہا ہے- یہ ہماری شرکت ہے- جبرئیل امین تشریف لا رہے ہیں فرمایا کہ

تَنَزَّلُ الْمَلاَئِکَۃُ وَالرُّوْحُ (الایۃ) روح الامین حضرت جبرئیل امین کالقب ہے فرمایا کہ آج جبرئیل امین جو تمام ملائکہ کے سردار ہیں، وہ بھی تشریف لائے ہیں۔ اور جب وہ تشریف لائیں گے تو تمام ملائکہ اور فرشتے جو ہیں وہ آسمان دنیا پر آئیں گے یہی اللہ کی ملاقات کا ذریعہ اور طریقہ ہے۔

تو میں نے عرض کیا آج کی شب، اللہ کی ملاقات کی شب ہے کسی شاعر نے صحیح کہا ہے۔۔۔ فرمایا کہ

شب قدرست طے شد نامه ہجر سلم هی حتی مطلع الفجر

لیلۃ القدر جو آئی ہے، سمجھو کہ ہجر اور فراق کے دن ختم ہو گئے اور آج اللہ نے ہمیں ملاقات کا موقع دیا ہے۔

قدر کا معنی

اللہ تعالی کی ملاقات کے گھڑی اور رات کا کیا نام رکھا۔ فرمایا کہ یہ رات قدر کی رات ہے علماء نے لکھا ہے کہ قدر کا تین معنی ہیں۔ قدر کا ایک معنی ہے تقدیر، تقدیر کے معنی ہیں اندازہ، حصہ مقرر کرنا، کس کی کتنی عمر، کس کی کتنی روزی، کس کی کتنی عزت، یہ تمام کی تمام چیزوں کا آج کی شب میں اللہ کی طرف سے اندازہ کیا جائے گا۔ کس کی عمر کتنی ہوگی، کس کو کتنی روزی دی جائے گی، کس کو کتنا منصب دیا جائے گا۔ اللہ تعالی کی طرف سے آج کی رات میں یہ تقدیر اور یہ امور جو ہیں مقرر کئے جاتے ہیں اس لئے اس کا نام لیلۃ القدر ہے۔

اور ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے تسلی کیلئے اس کو نازل فرمایا اور یہ فرمایا کہ ہم نے آپ کو ایک رات ایسی عطاء فرمائی ہے کہ اس ایک رات میں اگر آپ کی امت کا کوئی فرد عبادت کرلے گا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا۔ جیسے پہلی امتوں کے عابدوں کو ہزار سال کا ثواب ملتا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے، انہیں تو مشقت اور محنت سے ملتا تھا اور اس

امت کو اعزاز کے طور پر ہم عطاء فرمائیں گے - ہم ایک رات کی عبادت اور بندگی کو ہزار سال کی عبادت میں تبدیل کردیں گے- جس سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر فضیلت کی رات ہے ' اس رات کی بدولت آپ کو فضیلت حاصل ہوتی ہے-

بعضوں نے کہا کہ یہ رات فضیلت کی رات کس لئے ہے- اس رات میں فضیلت والی کتاب ملی جس کے ذریعے سے ملی وہ فضیلت والی شخصیت ' جس امت کو ملی وہ فضیلت والی امت- فرمایا فضیلت والی کتاب' فضیلت والے نبی کے ذریعے سے فضیلت والی امت کو نصیب ہوئی ' بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ تین فضیلتیں اللہ تعالی نے جمع فرمادی ہیں نزول قرآن' وہ فضیلت والی کتاب ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فضیلت والے نبی اور پیغمبر ہیں اور آپ کی امت فضیلت والی امت ہے- اب آپ سورۃ کو دیکھئے اس میں تین جگہ قدر ہے یا نہیں ---- فرمایا کہ

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

فرمایا تین فضیلتیں اللہ نے جمع فرمادی ہیں ' کتاب فضیلت والی' نبی فضیلت والے ' امت فضیلت والی ' اس لئے فرمایا کہ یہ رات فضیلت والی رات ہے اور تیسرے معنی قدر کے ہیں کم کرنا ' تنگ کرنا ---- آج کی رات ' تنگی کی رات ہے کیا مطلب ! بڑے بڑے میدان' بڑے بڑے ہال بعض اوقات مجمع زیادہ ہو تو وہ تنگ ہو جاتے ہیں ---- میدان عرفات کو دیکھئے ' جب حجاج کا ہجوم ہوتا ہے تو میدان عرفات جو لق ودق ایک جنگل اور ایک میدان نظر آتا ہے کہ جب حجاج کے خیمے لگتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میدان تنگ ہوگیا--- فرمایا کہ یہ رات تنگی کی رات ہے کیا مطلب ؟ یہ رات اس لئے تنگی کی رات ہے کہ عرش اور فرش دونوں کے فرشتے اتنی تعداد میں جمع ہوگئے ہیں کہ دنیا تنگ ہوگئی ہے جس کا مطلب یہ ہے اللہ نے آپ کو ایسی رات عطاء فرمائی ہے ' اس کو لیلۃ القدر کہا ہے اور یہ ملاقات کی رات ہے اور اس

میں اللہ تعالی نے آپ کو وہ عزت اور شرف عطاء فرمایا-

میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالی نے جو کتاب دنیا میں اتاری اور نازل فرمائی ہے وہ صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ، کل بنی نوع انسان کے لئے ' بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ چرند و پرند کے لئے اور کل مخلوقات کے لئے ---- وہ دن خوشی کا دن ہے کیوں ؟ اس لئے کہ اس کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالی نے مخلوق کو غلامی سے نجات عطاء فرمائی - انسان ' انسان کا غلام تھا ' انسان ' انسان کی غلامی کرتا تھا ' مخلوق ' مخلوق کی غلامی کرتی تھی ' تم اگر انسان ہو تو تمہارا یہ سر صرف اللہ کے سامنے جھک سکتا ہے اور اللہ کے سوا ' کسی اور کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہیں ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کتاب کے ذریعے سے ہمیں آپ کو عزت عطاء فرمائی ہے - ہم صرف اللہ کے دروازے پر سر جھکاتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی اور کے دروازے پر سر نہیں جھکاتے -

خشیت خداوندی

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک بات لکھی ہے، فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے تو آپ کو یہ محسوس ہوا کہ یہ ایک پتھر ہے - یہ رو رہا ہے - پتھر رو رہا ہے - آپ کہیں گے کہ پتھر میں تو حس نہیں ہے ہمارے اور آپ کے اعتبار سے حس نہیں ہے - لیکن اس میں حس ہے اور فرمایا کہ اگر پتھر میں حس نہیں تو فرمایا کہ

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

کبھی کبھی پتھر اللہ کے خوف سے لرز کر اوپر سے نیچے گر جاتا ہے پتھر میں خوف خدا ہے - اس میں بھی خشیت ہے - وہ رو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ

بھئی تیرے رونے سے دل کٹا جاتا ہے اس نے کہا میں اس لئے رو رہا ہوں جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ جہنم کے اندر ' ایندھن کے طور پر جو چیز جلائی جائے گی وہ پتھر ہوں گے فرمایا کہ

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ یا کافر ہوں گے اور یا پتھر جلایا جائے گا میں اپنی قسمت پر رو رہا ہوں کے ہائے میں پتھر پیدا کیا گیا ' میں دوزخ کا ایندھن بن گیا- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اس کے حق میں دعا مانگی اور فرمایا میں نے تیرے حق میں اللہ سے دعا کی ہے ' اللہ تعالی تجھے بچالیں گے' آپ تشریف لے گئے واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ برابر رونے میں مصروف ہے ' آپ نے پھر پوچھا کہ تیرے رونے کی کیا بات ہے ؟

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جو الفاظ نقل کئے ہیں بڑے پیارے الفاظ ہیں فرمایا کہ

كان ذلك بكاء الخوف وهذا بكاء السرور ' وہ خوف کا رونا تھا اور یہ خوشی کا رونا ہے- کہاں میری قسمت کے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم میرے حق میں دعا فرمایں میرے پاس تشریف لائیں یہ وہ خوشی ہے کہ جس کی وجہ سے میرے آنکھوں سے آنسو تھمتے نہیں-- جس سے معلوم ہوا کہ آج اگر ہم اور آپ روتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ -- رونا اس لئے آتا ہے کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی دن ایسا یا ایسی رات بھی آئے گی کہ اللہ تعالی خود تشریف لائیں اور تشریف لاکر فرمائیں کہ اے میرے بندے مانگ ' کیا مانگتا ہے ؟ فرمایا کہ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

آج کی رات اللہ کی طرف سے ندا دی جارہی ہے ' پکارا جارہا ہے- تم میں سے کوئی مغفرت کا خواہاں ہے- میں اس کے گناہ معاف کرتا ہوں- تم میں سے کوئی

رزق کا طالب ہے - جسے میں رزق دوں - تم میں سے کوئی صحت ' تندرستی کا طالب ہے جس کو میں تندرستی اور صحت دوں -

میرے دوستو! اس اعلان سے فائدہ اٹھاؤ---- آپ اور ہم دنیا کے معاملے میں بہت تیز ہیں ' بڑے ذہین ہیں ' بڑے لائق اور قابل ہیں ' افسوس یہ ہے کہ ہماری منطق دین کے معاملے میں فیل ہو جاتی ہے -

دنیا کے معاملے میں تو اتنے تیز ہیں کہ مشہور یہ ہے کہ ایک تاجر کا انتقال ہوا اللہ کے ہاں اس کی پیشی ہوئی - اللہ تعالیٰ نے کہا تمہاری نیکی اور تمہارے گناہ برابر ہیں - کہو جنت میں جاؤ گے یا جہنم میں ؟ تو اس تاجر نے کہا کہ جی میں تو جنت، جہنم جانتا نہیں ---- جہاں دو پیسے کا فائدہ ہو وہاں پہنچادو -

یہ نہیں معلوم جنت کیا' جہنم کیا' جہاں دو ٹکے کا فائدہ ہو' وہاں پہنچادو' وہاں تو آپ کا یہ حال ہے لیکن دین کے معاملے میں ہم اور آپ اس طرح نہیں سوچتے - اگر سٹیٹ بینک کی طرف سے یہ اعلان ہو جائے' جس کے پاس ٹوٹا پھوٹا پھٹا سالن میں بھرا ' مٹی میں آلودہ نوٹ ہو ' وہ اگر لے آئے ہم اسے نئے نوٹ میں تبدیل کر دیں گے -

میرے دوستو ! ----- مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا کہ وہ اس پھٹے ہوئے نوٹ کو یہ سمجھ کر بیٹھا رہے کہ یہ اسٹیٹ بینک کی عمارت تو اتنی شاندار ہے ' میں یہ گندہ قسم کا نوٹ لے کر کیا جاؤں---- نہیں' ہر آدمی دوڑ کر جائے گا اور یہ کہے گا ' یہ تین دن کے لئے اعلان ہوا ہے - اس اعلان سے فائدہ اٹھاؤ اور جو نوٹ ایندھن بن گئے ہیں ' اس کی رقم بناؤ

غنیمت جانیئے

اگر یہ بات صحیح ہے تو میرے دوستو ! آج کی شب غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے برابر ندا دی جارہی ہے - آواز لگائی جارہی

ہے ' ہے کوئی تم میں سے مغفرت کا چاہنے والا ' کوئی ایمان کا مانگنے والا ' ہے کوئی تندرستی کا مانگنے والا ' اللہ تعالٰی آج اس کی درخواست قبول فرمائیں گے - میرے دوستو! ایمانداری سے بتایئے کیا ہماری اور آپ کی یہ بیداری کی بات ہے کہ ہم اور آپ نرم تکیہ پر سر رکھ کے آرام سے سو جائیں --- نہیں --- ہمیں دنیاوی معاملات میں تو آپ ایسے نظر نہیں آتے --- لہذا آج ہمیں بیدار رہ کر ایک ایک چیز کی عرضی دینی ہے ایک ایک چیز کی درخواست پیش کرنی ہے - یہی آج کا کام ہے - یہی آج کا وظیفہ ہے - مگر میں نے بارہا یہ بات کہی ہے ---- دیکھئے عرضی تو قبول ضرور ہو گی - آپ سب عرضیاں تیار کر لیجئے لیکن یہ دیکھ لیجئے کہ جس محکمہ میں آپ عرضی دے رہے ہیں ان کو آپ سے کوئی شکایت تو نہیں ہے ' ان کا کوئی قرضہ تو آپ پر نہیں ہے ' ان کا کوئی مطالبہ تو آپ پر نہیں ہے ' عرضی تو آسانی سے قبول ہو گی - لیکن وہ جو ہمارے تمہارے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا ہے ' اس پردے کو اٹھا کر آؤ ' وہ پردہ کیا ہے وہ ہمارے گناہوں کا پردہ ہے -- وہ ہماری معصیتوں کا پردہ ہے ' وہ ہماری کوتاہیوں کا پردہ ہے ---- یاد رکھئے --- چاہے کتنا ہی باپ مہربان ہو جائے ' لیکن اگر بیٹے نے ایک مرتبہ دل دکھایا ہے ' اور گستاخی کی ہے ' جب تک وہ اس کی معافی نہیں مانگ لے گا ' باپ کا دل صحیح طور پر متوجہ نہیں ہو گا -

گناہ مانع قبولیت ہے

ایک آدمی نے اپنے باپ کے ساتھ ' اپنے استاد کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے - گستاخی کرتا ہے - اس کے دل پر چوٹ لگی ہے اور اس کے بعد صبح سے شام تک اس کی ٹانگیں دباتا ہے ' صبح سے شام تک خدمت کرتا ہے - مہینوں کرتا ' سالوں کرتا ہے ' ایک بھی قبول نہیں - کیوں اس لئے کہ وہ جو تمہاری طرف سے ایک غلطی ہوئی تھی ' وہ اب تک تمہارے اور میرے درمیان دیوار بنی ہوئی ہے - جب تک اس دیوار کو گرا کر تم

نہیں آؤ گے ' اس وقت تک تمہاری کوئی خدمت قابل قبول نہیں ہو گی ----اس لئے میرے دوستو! پہلا کام عرضی پیش کرنا نہیں ہے -بلکہ پہلا کام کیا ہے - ہم یہ کہیں کہ اے اللہ ! ہم سے جو کچھ غلطی ہوئی جو گناہ سرزد ہوئے آج ہم سر جھکا کر غور کرتے ہیں اور ہم رو رو کر تجھ سے مانگتے ہیں کہ تو ہمارے گناہوں کو بخش دے- معاف کر دے بلکہ ہمت کی بات ہے 'آپ عرضی پر سوچیں اور غور کریں میں کہتا ہوں بڑی مبارک شخصیت ہے وہ جو یہ کہتے ہیں -جی ! ہمیں چاہیئے تو کچھ نہیں 'عرضی ورضی کی کوئی بات نہیں چاہیئے صرف اتنا چاہیئے کہ قصور معاف ہو جائے-

لہذا میرے دوستو! آج سب سے پہلا کام ہمارا اور آپ کا یہ ہے کہ ہم اور آپ اس پر سوچیں اور غور کریں--- ہم نے کس کس کی غیبت کی ہے- ہم نے کس کس کی رقم ماری ہے- ہم نے کسے ایذا پہنچائی ہے- ہم نے اللہ کا کون سا حق دبایا ہے ہم نے انسانوں کا کون سا حق تلف کیا ہے ؟ اگر وہ قابل ادائیگی ہے تو ادا کیا جائے اور اگر وہ قابل معافی ہے تو آج گڑ گڑا کر اللہ کے سامنے اپنے قصور کی معافی مانگی جائے

توبہ کی حقیقت

اسی کا نام توبہ ہے زبان سے کہنے کا نام توبہ نہیں ہے 'اور یہ بھی ' توبہ کے معنی نہیں کہ ایک دفعہ گناہ کیا پھر توبہ کی 'انہوں نے کہا 'جی 'اب بار بار کیا توبہ کریں- دو دفعہ کیا چار دفعہ کیا-- نہیں---- آپ اس کی پرواہ نہ کریں- کسی عارف نے صحیح کہا ہے فرمایا

باز آباز آہر آنچہ ہستی باز آجیسا کیسا تو ہے ' آجا ' میری طرف آجا---- جیسا کیسا اس لئے فرمایا ' یہ نہ دیکھو کپڑے پہن رکھے ہیں ' یہ نہ دیکھو کہ زندگی کیسی ہے تم یہ سمجھو کہ تم اصل میں ایسے پانی میں غوطہ لگا رہے ہو کہ جو پانی صاف اور شفاف ہے ' فرمایا کہ

باز آباز آہر آنچہ ہستی باز آ   گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

کفر کیا ہے تب بھی آجا' آتش پرستی کی ہے تب بھی آجا' گناہ کیا ہے تب بھی آ جا' ہے کوئی ایسا بخشنے والا---؟

حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے تھے' فرمایا کہ اول تو انسان کسی کی غلطی کو معاف نہیں کرتا اور اگر معاف کرتا ہے تو کہتا ہے کہ اسکی مسل بنا کے دفتر میں رکھو تاکہ کبھی یاد تو دلا جا سکے کہ تو نے یہ غلطی کی تھی- معاف کرتا ہے لیکن جرم کے نشان کو باقی رکھتا ہے- مگر فرمایا کہ جب اللہ تعالی معاف کرنے پر آتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا گناہ بھی معاف کیا- اس کی مسل کو جلا کے گناہ کے نشان کو بھی مٹا دیا- فرمایا کہ

ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

سو مرتبہ بھی اگر تو توبہ کر کے توڑ چکا ہے- پرواہ نہ کر ہم تجھے پھر معاف کر دیں گے تو میرے دوستو! سب سے پہلی جو بات ہے وہ یہ ہے' دل ہمارا نادم و شرمندہ ہو- آئندہ کے لئے یہ عزم ہو جب ہم نے اور آپ نے یہ حجاب اٹھا دیا- اب اس کے لئے کوئی تاریخ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں- وہیں جہاں بیٹھے ہیں- بیٹھے بیٹھے اللہ کا قرب نصیب ہو جائے گا اور ہم بیٹھے بیٹھے' اس قابل ہو جائیں گے کہ ہم کہیں کہ اے اللہ! ہماری یہ حاجت ہے' اے اللہ! ہماری یہ ضرورت ہے- اے اللہ! ہماری یہ تمنا ہے- اے اللہ ہماری یہ مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے' اگر آپ نے درمیان سے وہ حجاب دور کئے بغیر' زیادہ گڑگڑا کر دعا مانگی ہے تو دعا قبول کبھی نہیں ہو گی

آداب دعا

ضرورت ہے پہلے اللہ سے معافی مانگنے کی اور جب معافی ہو جائے پھر اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں اور قبولیت دعا کے سلسلے میں بھی ایک بات پہلے عرض کی ہے' آج بھی عرض کرتا ہوں' دعا کے قبولیت کے کچھ آداب ہیں' ایک ادب یہ ہے کہ جس چیز کی دعا مانگ رہے ہو' اس کے لئے تم نے تدبیر کیا کی ہے- اگر تم نے کوئی تدبیر

نہیں کی جو اللہ نے دنیا میں مقرر کر دی ہے تو تم خدا کے ساتھ مذاق کرتے ہو' تمخول کرتے ہو اللہ کے ساتھ ---- موٹی سی مثال ہے اس لئے میں اکثر دیا کرتا ہوں - آپ ستائیسویں شب کو خوب گڑگڑا کر دعا مانگیں کہ اللہ تعالی مجھے فرزند صالح عطاء فرمائے اور نکاح نہ کریں تو اللہ تعالی فرزند صالح آپ کو کہاں دے دے' آپ کے پیٹ میں دے دے' کہاں دے گا؟

جس چیز کی دعا مانگ رہے ہو' اس کے لئے وہ تدبیر بھی کرو کہ جو تدبیر اللہ نے کرنے کے لئے بتائی ہے - اگر تم نے وہ تدبیر نہیں کی تو یہ تمہاری عرضی فراڈ (FRAUD) ہے دھوکہ ہے' خدا کے ساتھ مذاق کرنا ہے' اس کی قبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور بعض اوقات جو بغیر کام کئے ہوئے لوگ کہا کرتے ہیں

جب لوگ ملاقات کرتے ہیں (ہم پوچھتے ہیں) بھئی نماز پڑھتے ہو -----جی نماز تو میں نہیں پڑھتا - دعا کیجئے میں پڑھنے لگوں - اب بھلا بتائیے میری دعا سے آپ پڑھنے لگیں گے ارے بھئی رکاوٹ کیا ہے - مسجد محلے میں موجود ہے اذان دی جاتی ہے اور مسجد میں جا کر ادا کر سکتے ہو - ہم کاہے کی دعا کریں - ہم کوئی پاگل اور بے وقوف ہیں - کاہے کی دعا کریں؟

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس چیز کی دعا مانگ رہے ہیں' آپ اس کے لئے وہ تمام تدبیریں کریں جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے -

دوسری بات یہ ہے کہ عرضی کو ٹٹول کر دیکھ لینا' کہیں عرضی میں آپ نے ایسی چیز تو نہیں لکھ دی ہے کہ جو آقا کو پسند نہیں ہے یعنی گناہ کی دعا مانگنا جائز نہیں' گناہ کی دعا مانگنا کیسے؟ کوئی شخص یہ دعا مانگے کہ اللہ میاں مجھے رشوت زیادہ ملنے لگے کوئی شخص یہ دعا مانگنے لگے کہ میرے ستانے کے لئے مجھے زیادہ سے زیادہ موٹے شکار ملیں - یاد رکھیئے' جو شریعت میں جائز نہیں ہے اللہ سے اس کی دعا مانگنا اللہ کے ساتھ بغاوت کرنا ہے' کبھی نہیں کرنا چاہئے صرف وہ چیز اللہ سے مانگو کہ جس کی مانگنے کی اللہ نے

اجازت دے دی ہے۔اس کے لئے تدبیر کرو اور ساتھ ہی ساتھ لپٹ کے مانگو۔لگ لپٹ کے طریقے پر بعض فقیر ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ٹیسو مگر کرے ٹیسو کرے مگر ٹکہ لے کے ہی ہٹے۔وہ کھڑے ہو کے یہ کہتا ہے کہ جی وہ اور فقیر ہوں گے جو آپ سے تنگ آکر چلے گئے' یہاں تو میں ٹلوں گا ورنہ ٹلوں نہیں ٹلوں گا تو پیسہ لے کے ٹلوں گا نہیں۔

الحاح سے مانگے

جب آدمی اس طرح لگ لپٹ کے مانگتا ہے'اللہ تعالی فرماتے ہیں' یہ دینے کے قابل تو نہیں تھا لیکن--- یہ کہتا ہے کہ چونکہ میرے سوا اور کوئی دروازہ نہیں ہے اس لئے اس کی بات پسند آگئی' چلو دے دیں اسے۔

یہ میں نے بات اس لئے نقل کی' شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے ایک بزرگ تیس سال سے تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔ رات کے وقت آواز آئی' تیری ساری عبادتیں بے کار ہیں' کیونکہ بے ڈھنگے طریقے پر تو نے ادا کی ہیں۔وہ بزرگ سن رہے ہیں۔وضو کرانے والا بھی سن رہا ہے اس آواز کو اگلے دن پھر اٹھے' پھر آواز آئی' وہ وضو کرانے والا تو ذرا کچا آدمی تھا۔وہ کہنے لگا۔ حضرت جی یہ تین دن سے جو آواز آ رہی ہے وہ آپ سن رہے ہیں۔ہاں بھئی سن رہے ہیں۔اس نے کہا کہ جب تیس سال کی عبادت قبول نہیں ہوئی تو اب جو باقی زندگی رہ گئی ہے اس میں اپنا آرام کیوں خراب کر دیا ہے؟ پڑے سوئے رہیں آرام سے۔جواب کیا دیا' فرمایا کہ

توان از کسی دل بہ پرداختن   کہ دانی کہ بے او تواں ساختن

(مال وجاہ: ۷۷۵)

فرمایا ارے بے وقوف' تیرا مشورہ غلط ہے' چھوڑا تو اسے جا سکتا ہے جس کو چھوڑنے کے بعد کوئی دوسرا دروازہ ہو۔اللہ کو چھوڑ کے کس دروازہ پر جاؤں

اللہ کے سواتو کوئی دوازہ ہی نہیں ہے- اللہ پر توکوئی قرضہ تو نہیں 'اگر قبول کرے تو ان کی شان رحمت ہے 'اگر قبول نہ کرے تو اللہ پر ہمارا کوئی جبر نہیں-----بس ! یہ انہوں نے کہا' آواز بدل گئی شیخ سعدیؒ کہتے ہیں
آج آواز آئی کیا فرمایا

قبول ست گرچہ ہنر نیستت　　　　که جز ماپناہی دگر نیستت

عبادت تو واقعی تیری بے ڈھنگی تھی مگر آج کی تیری یہ بات اللہ کو پسند آگئی کہ اللہ کے سوا کوئی دروازہ نہیں ہے- چلو ہم نے آج تیری تیس سال کی عبادتیں قبول کرلیں-

تو میرے دوستو لگ لپٹ کر مانگو' بے نیازی سے نہ مانگو' بے نیازی اللہ کو پسند نہیں ہے مولانا تھانویؒ نے ایک شعر کو سنا اور سن کے فرمایا' بھئی !ہماری ہمت نہیں ' میں اس شعر کو نہیں پڑھ سکتا---فرمایا کہ

اگر بخشے زہے قسمت 'نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

مولاناؒ نے فرمایا یہ کوئی بہت بے نیاز آدمی کہہ رہا ہے-بارگاہ خداوندی میں ایسی بات نہیں کہنا چاہیئے- آپ اتنے بے نیاز ہو گئے--- نہیں---- فرمایا'اس شعر کو بدل دو 'سنئے فرمایا کہ

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو کروں زاری
کیوں بندے کی یہ خواری مزاج یار میں آئے

ارے ظالمو! یہ سوچتے ہی کیوں ہو کہ اللہ تعالی نے اگر بخشا 'اگر مگر کا سوال کیا ہے -لپیٹ کر دیکھو 'اللہ قبول کرتا ہے یا نہیں کرتا-اور ایک آخری بات یہ بھی عرض کر دوں-وہ یہ ہے کہ رونا مشکل سے آتا ہے 'عمریں ہماری پکی ہیں-ہم اور آپ جو ہیں بگڑی ہوئی ہنڈیاں ہیں 'بگڑی ہوئی ہنڈیاں کو درست نہیں کرسکتے پکی عمر کے

جو بچے ہیں' وہ نئی ہنڈیاں ہیں ان کو ٹھیک پکا سکتے ہیں - ہم اور آپ تو بالکل پکے ہو گئے اور یاد رکھئے اگر انسان نے کوئی یہ خیال قائم کیا ہے تو یہ خیال کہنا صحیح نہیں ارے صاحب تیس سال پہلے وہ کافر تھا - اب تو اس کا کفر جو ہے وہ پرانا ہو کے ختم ہو گیا وہ کہاں تھوڑا ہی کافر رہا ہے -

یاد رکھیئے! اگر ایمان پر قائم ہے' جوں جوں وقت گذرے گا' ایمان میں پختہ ہوتے چلے جاؤں گے - اگر کفر پر قائم ہے - جوں جوں وقت گذرے گا' تمہارا کفر پختہ ہوتا چلا جائے گا - میں نے عرض کیا' اگر دل سخت ہے' رونا نہیں آتا ہے' تو فرمایا چلو رونا نہ سہی' مگر رونے والوں کی شکل تو بنالو - رونے والوں کا طرز تو اختیار کرلو' منہ کو تو ذرا بسور لو' اور کچھ نہیں تم کم سے کم آنکھوں سے آنسو نکال لو - اگرچہ وہ آنسو بھی تکلف کا آنسو ہو' پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ اسی طریقے پر آپ سے برتاؤ کریں گے جیسے کسی کا دل اندر سے روتا ہے -

حکایت رومیؒ

مولانا جلال الدین رومیؒ نے حلوہ فروش کی حکایت لکھی ہے کہ ایک اللہ والے تھے' لوگوں سے قرض لیتے تھے اور جب وہ بیمار پڑے تو لوگوں کو فکر ہوئی کہ حضرت جی کو اتنی رقم دی ہے یہ رقم تو حضرت جی کے ساتھ ہی جارہی ہے کیا کریں' لوگ جمع ہو گئے' حضرت جی منہ لپیٹ کے' چادر اوڑھ کے لیٹ گئے' یہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' سب بنائے ہوئے بیٹھے ہیں' اس کو اتنے ہزار چاہیئے - اس کو اتنا پیسہ چاہیئے اور سب سوچ رہے ہیں کہ اگر حضرت جی نے آنکھ بند کرلی تو ہماری رقم گئی - تھوڑی دیر میں ایک معصوم بچے کی معصوم آواز آئی کہ وہ حلوا بیچ رہا تھا' جب وہ گھر کے قریب آیا تو یہی بزرگ جو چادر اوڑھے لیٹے تھے' چادر پیچھے ہٹائی' اور کسی خادم سے کہا اس حلوا بیچنے والے کو بلا کر لاؤ' وہ جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے - وہ کہنے لگے --- اجی ہم تو قرضے کے

----اس میں بیٹھے ہیں --- حضرت جی کی طبیعت خراب ہے - مگر حلوے کے بڑے شوقین معلوم ہوتے ہیں - حلوے والا آگیا' اس سے پوچھا کہ یہ حلوا کیا بھاؤ ہے ؟ بھاؤ بتایا' فرمایا کہ اچھا یہ سارا کا سارا حلوا تول دو - وہ بچہ بڑا خوش کہ میں سارے دن گشت کرتا اور اپنا حلوہ بیچتا' ایک ہی جگہ سارا بک گیا اب جب اس نے حلوا تقسیم کر دیا' اس نے کہا جی پیسے لاؤ' وہ چادر اوڑھ کے لیٹ گئے' یہ لوگ جو تھے یہ تو بڑے پکے تھے، مگر یہ بے چارہ تو معصوم تھا - اس نے تھوڑی دیر کے بعد رونا شروع کر دیا - چلانے لگا ایڑیاں رگڑنے لگا میری اماں کیا کہے گی' میرا ابا کیا کہنے گا میرے سارے حلوے کے پیسے جو ہیں غائب ہو گئے - اور وہ دل کے اندر سے رو رہا ہے - تھوڑی دیر میں کسی نے دروازے سے آواز دی - انہوں نے کہا کہ جا کے دیکھو --- ایک خوان آیا --- اس خوان کے اندر تمام قرض والوں کی رقمیں رکھی ہوئی تھیں اور حلوے والے کی قیمت الگ رکھی تھی - انہوں نے سب کے قرضے ادا کر دیئے اور حلوے والے کی قیمت بھی ادا کر دی - لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے ؟ فرمایا بات یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا اے اللہ میرا آخری وقت ہے لیکن میں گروی رکھا ہوا ہوں یہ سب قرض والے بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کا قرضہ ادا کروا دیں میں ابھی ابھی جانے کو تیار ہوں نے فرمایا - کہ ان میں سے کوئی رونے والا بھی ہے - میں نے جو ان پر نظر ڈالی تو ---- میں نے دیکھا کہ ایک سے ایک خرانٹ ہے ان کے دل سخت ہیں - ان میں رونے والا کوئی نہیں ہے - جب میں نے دیکھا کہ یہ سب کے سب سنگدل ہیں - اس بچے کی جب آواز آئی تو میں نے کہا یہ سنگدل نہیں ہے' میں نے اس کا حلوا خریدا اور اس کو انہی لوگوں میں شامل کر دیا اس نے جب رو رو کر مانگا ہے اس ایک آدمی کے رونے کی وجہ سے اللہ نے سب کی عرضی قبول کر دی فرمایا کہ

تانہ گرید کودکی حلوہ فروش　　بحر بخشائش نمی آید بہ جوش

جب تک حلوہ بیچنے والا بچہ گڑگڑا کر روتا نہیں - اللہ کی بخشش کا دریا بھی جوش میں نہیں

آتا ہے تو میرے دوستو---آج کی رات میں ہم رو رو کر ، گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی بھی مانگیں گے اور جو ہماری عرضیاں ہیں، ہماری تمنائیں ہیں ، وہ بھی ہم ساتھ ساتھ مانگیں گے- واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

حب نبویؐ کا صحیح معیار

خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی نور اللہ مرقدہ بر صغیر کے نامور خطباء اور مایہ ناز مقررین کی صف کے آخری فرد تھے-ان کی رحلت سے خطابت کا ایک باب ختم ہو گیا ہے-ذیل میں ربیع الاول کی مناسبت سے حضرت مرحوم کی ایک نایاب تقریر حب نبوی کا صحیح معیار شائع کی جا رہی ہے-اس سے صحیح طور پر تو وہی حضرات لطف اندوز ہوں گے جنہیں آپؒ کے ساحرانہ خطبات سننے کا اتفاق ہوا ہے-

تاہم عام قارئین بھی اس خطاب کے طرز دلنشینی 'بر موقع اشعار اور بر محل تمثیلات وواقعات سے یقیناً محفوظ ہوں گے-اس تقریر کے لئے ہم جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجد ہم کے شکر گذار ہیں' جن کی مساعی اور توسط سے یہ الخیر کے قارئین تک پہنچ رہی ہے-

خطبہ ماثورہ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰىٓ اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

برادران اسلام !اس سورۃ میں حق تعالی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے میں آپ کے اسی واقعہ کو اس لئے منتخب کرتا ہوں کہ میرا یہ خیال ہے کہ اگر ہم اپنی بیماریوں میں سے واقعی کوئی جڑ کا پتہ چلائیں کہ اصل جڑ کیا ہے تو ہماری تمام بیماریوں کی جڑ ایک ہے وہ یہ کہ ہم اپنی محبت کا اظہار زبان سے کرتے ہیں شاید محبت کی حقیقت سے واقف نہیں۔

محبت کی حقیقت

یعنی اصل وجہ ہماری یہ ہے کہ ہمارے دل میں سرکار دو عالم ﷺ کی وہ محبت نہیں ہے جو محبت خود حضور چاہتے ہیں وہ محبت تو بے شک ہے کہ ہم اور آپ اس تیس سال کے عرصہ میں میرا خیال یہ ہے کہ تیئس لاکھ آپنے جلسے کر ڈالے ہوں گے صبح و شام سیرت النبی ﷺ کی مجلس ہوتی ہیں۔ میلاد لنبی ﷺ کی محفلیں ہوتی ہیں ہم اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں علامہ اقبالؒ کا ایک شعر یاد آیا، فرمایا کہ

رہا نہ حلقہ صوفی میں سوز مشتاقی فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی

حضور اکرمؐ کے اوصاف ہم بیان فرماتے ہیں لیکن اگر ہم سے اور آپ سے کوئی پوچھے اس تیئس سال کے عرصہ میں سرکار دو عالم کی سیرۃ کا کوئی اثر ہم نے اپنی زندگیوں میں پیدا کیا! تو میرا یہ خیال ہے کہ ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اصل میں محبت کے لفظ سے واقف ہیں۔ محبت کی حقیقت سے واقف نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید م ح، ب، ت اس کا نام محبت ہے، نہیں، اس کا نام محبت نہیں۔ مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں فرمایا کہ

تو بیک زخم گریزانی ز عشق تو بجز نامے چہ می دانی ز عشق

شاید عشق کا نام تم جانتے ہو تم عشق کی حقیقت نہیں جانتے یہی وجہ ہے کہ جب ذرا سی چوٹ لگی تو تم چھوڑ بھاگتے ہو، شیخ سعدی کی طرف بہت سے واقعات غلط سلط بھی مشہور ہو گئے اور فارسی کے بہت سے محاورات مثلاً آپنے یہ سنا ہو گا کہ درگلویم سنت پیغمبری است آؤ بھئی محلہ والو آؤ نکل کر آؤ دیکھو میرے گلے میں سنت رسول ہے۔ تو لکھا ہے کہ ان کو اصل میں شادیوں کا بڑا شوق تھا، ایک کم عمر بد مزاج لڑکی سے انہوں نے شادی کر لی انہوں نے کہا کہ سالن یا دال میں نمک کم ہے غصہ میں آ کے وہ ہانڈی اٹھا کر لائی اور لا کر اس کے سر پر جو پٹخی تو ہانڈی ٹوٹ گئی اور وہ گلا اور گھیرا جو تھا

گلے میں آگیا یہ نکلے ہوئے باہر چلے گئے اور لوگوں کو بلا کر کہا کہ درگلو یم سنت پیغمبری ست دیکھو بھئی میرے گلے میں سنت پیغمبری دیکھو----لیکن میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ تر یہ فرضی قسم کے واقعات ہیں انہیں میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی محبت کا اظہار کیا کسی سے اور وہ بڑا چالاک آدمی تھا اس نے کہا کہ اگر آپ کو واقعی مجھ سے محبت ہے تو چلئے ذرا سمندر میں تیرنے چلیں' دریا میں تیرنے چلیں شیخ سعدی تیرنا جانتے نہیں تھے وہ چلا جا رہا ہے اور شیخ سعدیؒ کو لے جا رہا ہے ابھی دیکھا کہ ٹخنوں ٹخنوں پانی آیا تو شیخ سعدیؒ نے بھی انکار نہیں کی- پنڈلیوں تک آیا تب بھی انکار نہیں کیا- گھٹنوں تک پانی ہو گیا تب بھی انکار نہیں کیا- لیکن جب ٹانگوں تک پانی چڑھ گیا اور شیخ سعدیؒ کچھ ہلنے لگے تو شیخ سعدیؒ یہ کہہ کر واپس آگئے کہ عشق سعدی تا بزانو سعدی کا عشق زانو تک ہے اس سے آگے نہیں معاف کرو میں جان دینے کو تیار نہیں - ہمیں بھی یہ سوچنا چاہیئے کہ آیا ہم جو عشق اور محبت کا دعوی کرتے ہیں ہمارے ذہن میں اس کا مفہوم کیا ہے اور سرکار دو عالم ﷺ ہم سے کس محبت کی توقع رکھتے ہیں کس عشق کی امید رکھتے ہیں ؟ اور وہ کون سی محبت ہے

حضرت رومیؒ کی حکایت

مولانا جلال الدین رومیؒ نے بہت سی حکائیتیں لکھی ہیں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی محبت کا اظہار کیا اور اپنے محبوب کے فراق میں بڑا روتا تھا معلوم نہیں کہ روتا تھا یا نہیں روتا تھا لیکن اظہار فراق بہت کرتا تھا محبوب نے کہا کہ آپ بارہ بجے میرا انتظار کیجئے میں بارہ بجے آؤں گا' یہ انتظار میں ہیں عاشق نامدار انتظار فرما رہے ہیں یہ بارہ بجے نہیں پہنچے ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پہنچے جا کے دیکھا تو یہ عاشق صاحب بڑے زور سے خراٹے لے رہے ہیں- مولانا جلال الدین رومیؒ نے لکھا ہے کہ یہ جو محبوب گیا یہ اپنے ساتھ اخروٹ لے گیا تھا' اخروٹ لے جا کر عاشق کی جیب میں رکھ دیئے اور

کرتہ لے کر ذرا دامن پھاڑ دیا' آستین پھاڑ دی؛ مولانا جلال الدین رومیؒ نے لکھا ہے کہ اس نے یہ اخروٹ اس لئے رکھے آستین پھاڑ دی ' دامن پھاڑ دیا ' یہ بتانا چاہتا ہے ارے ظالم تمہارا محبوب اگر بارہ بجے تک نہیں آیا تو تم ایک گھنٹے کے بعد خراٹے لینے لگے محبت تو اسے کہتے ہیں کہ آنکھوں آنکھوں میں رات گذر جاتی ہے ستارے گنتا رہتا ہے اور نیند نہیں آتی اس لئے یہ کیسے عاشق زار ہیں ' جو خراٹے لے رہے ہیں اس نے اخروٹ جیب میں رکھ دیئے اور یہ کہا کہ ابھی تو آپ مکتب عشق کے بچے ہیں جس طرح بچے اخروٹ سے کھیلا کرتے ہیں آستین پھٹی ہوئی ہوتی ہے دامن پھٹا ہوتا ہے اس طرح آپکا دامن بھی پھٹا ہوا ہے آپ کیا جانیں کہ محبت کسے کہتے ہیں ؟

حضرت رومیؒ کی ایک اور حکایت

مولانا جلال الدین رومیؒ نے ایک اور حکایت لکھی ہے ایک صاحب کے دل میں بڑا شوق تھا کہ میں اپنی کمر کے اوپر شیر کی تصویر بنواؤں۔۔یعنی بعضے لوگ تو ایک ذرا سا پھول بنا لیتے ہیں ' کوئی ذرا سا نام لکھ لیتا ہے کوئی اور چیز بنا لیتا ہے تو وہ جو سوئی کے ذریعہ مسالہ اندر داخل کرتے ہیں اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے بدن کو گودا جاتا ہے آپ کی ہمت دیکھئے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ شوق ہے کہ میری کمر کے اوپر شیر بنادو وہ گودنے والا اپنے اوزار اور مسالہ وغیرہ سب کچھ لے کر آگیا اور کہا کرتہ اتارو کرتہ اتار دیا اب جو اس نے سوئی رکھی اپنے اوزار رکھے تو بڑی زور سے چیخ ماری؛ اس نے کہا کہ ارے بھئی کیا کرتا ہے اس نے کہا کہ بھئی شیر بنا رہا ہوں اس نے کہا شیر تو بنا رہا ہے لیکن کہاں سے شروع کیا ہے اس نے کہا حضور دم کی طرف سے شروع کیا ہے آپ فرماتے ہیں یار دم بنانے میں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے آخر بلا دم کا بھی تو شیر ہوتا ہے۔دم نہ بنا یہ تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہوتی اس نے کہا بہت اچھا میرا کام آسان ہو گیا اس نے پھر سوئی رکھی یہ پھر زور سے چلایا ارے اب کیا شروع کیا اس نے کہا کہ اب میں نے سر سے

شروع کیا تو آپ فرماتے ہیں کہ ارے یار بلا سر کا بھی تو شیر ہوتا ہے جب وہ ٹانگوں سے شروع کرے تو کہتا ہے یار بلا ٹانگوں کے بھی تو شیر ہوتا ہے - جب پیٹ سے شروع کرے تو کہتا یار بلا پیٹ کے بھی تو شیر ہوتا ہے مولانا جلال الدین رومیؒ نے لکھا ہے کہ اس گودنے والے نے غصے میں آکر اپنے اوزار پھینک دیئے اور اوزار پھینک کر اس نے کہا فرمایا کہ

شیر بے گوش و سر و شکم کہ دید   ایں چنیں شیر خدا ہم نہ آفرید

ارے ظالم تو کہتا ہے کہ سر نہ بنا کان نہ بنا' پیٹ نہ بنا' ٹانگیں نہ بنا ارے ظالم ایسا شیر تو خدا نے پیدا نہیں کیا' میں تیری کمر پر کہاں سے بنادوں فرمایا کہ

تو بیک زخم گریزانی ز عشق   تو بجز نامے چہ مے دانی ز عشق

صحابہ کرامؓ کی محبت کا معیار

غزوہ احد میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے' صحابہ منتظر ہیں آپ نے اپنی تلوار نکالی اور فرمایا من یا خذھذاالسیف تم میں سے میری تلوار کون لے گا' تمام صحابہ نے دو دو ہاتھ آگے کر کے بڑھادیئے کہ یارسول اللہ ہمیں دید یجئے' ہمیں دید یجئے' آپ نے فرمایا اس طرح نہیں تم یہ بتاؤ کہ تم میں سے اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا ؟ ابھی کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا حق کیا ہے ؟ حضرت ابو دجانہؓ (سبحان اللہ) ایک صحابی ہیں کہ کسی شخص نے ان کو کسی حالت م اتراتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن جب جہاد میں جاتے تھے تو اس طرح اتراتے اور شوخیاں کرتے ہوئے جاتے تھے کہ رسول اللہ نے دیکھا اور فرمایا کہ خدا کی قسم خدا کو یہ چال پسند نہیں ہے مگر چونکہ تو جہاد میں جارہا ہے اس لئے خدا کو یہ چال پسند آگئی - ابو دجانہؓ کی خاصیت یہ تھی کہ جب جہاد میں جاتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس سے زیادہ مستی پیدا کرنے والی ان کے لئے کوئی چیز نہیں تھی - وہ آگے کو بڑھے اور کہا کہ یارسول اللہ میں اس کا حق ادا کروں گا حضور

اکرمؐ نے تلوار ابو دجانہؓ کو دیدی حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ اس تلوار کا کی حق ہے ؟یاد رکھئے جتنا جتنا شرف ملتا ہے جتنا جتنا مرتبہ بڑھتا ہے اتنا ہی ذمہ داریاں بھی بڑھتی ہیں صحابہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ آپؐ کی اس تلوار کا کیا حق ہے ؟فرمایا کہ اس تلوار کا حق یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں یہ تلوار ہو وہ پیچھے کی صف میں نظر نہ آئے وہ سامنے کی صف میں نظر آئے یہ تلوار رسولؐ کی تلوار ہے- پیچھے نہیں رہے گی اور جس کو اپنی جان عزیز ہو اور وہ پیچھے رہنا چاہتا ہو تو وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لے کاہے کو- فرمایا کہ

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس گلی میں جائے کیوں

اگر کسی کو اپنی جان پیاری ہے تو کاہے کے لئے لیتے ہو تلوار ' آپ نے فرمایا کہ اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس تلوار کا لینے والا اگلی صف میں نظر آئے گا

بہادری کیا ہے ؟ :

مگر سبحان اللہ سبحان اللہ اسلام نے بتایا ہے کہ بہادری کسے کہتے ہیں ؟ خون بہانے کا نام بہادری نہیں ہے ' اسی لئے نہتوں کے اوپر حملہ کرنا عورتوں پر حملہ کرنا یا کمزوروں پر حملہ کرنا اسلام کی نظر میں بہادری نہیں ہے بلکہ اسلام کی نظر میں بزدلی ہے- یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کبھی اجازت نہیں دی ہے کہ بغیر اعلان کے اور بغیر اطلاع کے آپ حملہ کریں جیسے آپ نے ۱۹۶۵ء میں دیکھا ہو گا کہ بھارت نے سوئے ہوؤں کے اوپر حملہ کیا ' مسجدوں کے امام اور موذن مارے گئے ' بچے تباہ ہوئے ' بوڑھے اور ضعیف مارے گئے' اسلام کے احکام یہ ہیں کہ خبردار ؟ صرف لڑنے والے مارے جائیں ' بوڑھوں پر تلوار نہ چلائی جائے- عورتوں اور بچوں پر تلوار نہ چلائی جائے- راہبوں پر تلوار نہ چلائی جائے ' جو عبادت خانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں- تو میں نے عرض

کیا کہ حضور نے فرمایا کہ اس تلوار کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس تلوار سے کسی بچے یا عورت کو نہ مارا جائے - یہ تلوار رسول کی تلوار ہے - میں یہ بات عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابو دجانہؓ نے تلوار کا حق ادا کر دیا - میدان جہاد کے اندر اور خدا کی قسم میں ایمان سے کہتا ہوں اصل میں ہمیں اور آپ کو زندگی میں شاید کوئی بہتر سے بہتر کھانا اتنا لذیذ معلوم نہیں ہوتا تھا جتنا صحابہؓ کو شہادت لذیذ معلوم ہوتی تھی -

صحابہؓ کا شوق شہادت :

ویسے میں نہیں کہہ رہا - واقعہ لکھا ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسی غزوہ احد میں اور عبداللہ ابن جحش ان دونوں نے کہا بھئی دیکھو ابھی تو لڑائی شروع نہیں ہوئی نا! تو بیٹھ کے گپ مارنے کے تو ہم عادی نہیں ہیں، چلو آؤ بیٹھ کے دعا کریں اور فرمایا کہ دعا اس طریقہ پر کریں کہ تم جو دعا کرو میں آمین کہوں اور جو میں دعا کروں تم آمین کہو اس لئے کہ قرآن کریم کی زبان میں ایک دعا مانگنے والا ایک امین کہنے والا، دونوں کو قرآن دعا مانگنے والا کہتا ہے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگ رہے ہیں حضرت ہارون آمین کہہ رہے ہیں قرآن کریم نے کہا قد اجیبت دعوتکما تم دونوں کی دعائیں قبول کر لی گئیں حالانکہ دعا تو ایک ہی مانگ رہے تھے ایک آمین کہہ رہے تھے معلوم ہوا آمین کہنے والے کا مرتبہ دعا مانگنے والے کے برابر ہے فرمایا کہ تم دعا مانگو میں آمین کہوں، میں دعا مانگو تم آمین کہو، انہوں نے کہا بہت اچھا-----

وللناس فیما یعشقون مذاهب ہر ایک کا ذوق یہ ہے کہ میں کوئی کافر روئے زمین پر نہ چھوڑوں، تہ تیغ کر دوں، اور کسی کا ذوق یہ ہے کہ میں راہ خدا میں مارا جاؤں اور مجھے درجہ شہادت ملے، دعا کی جا رہی ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ میرا کسی نہایت سخت کافر سے مقابلہ ہو (آمین) اور بہت دیر تک میرا اس سے جھگڑا ہو (

آمین) یہ دوسرے ساتھی آمین آمین کہہ رہے ہیں انہوں نے کہا تمہاری دعا تو ہو چکی
اب میری دعا اور تم آمین کہو- یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ میرا کسی نہایت سخت کافر سے
مقابلہ ہو' دیر تک اس سے مقابلہ ہوتا رہے (آمین) اور اس کے بعد میں شہید کر دیا
جاؤں- ماروں نہیں' میں شہد کر دیا جاؤں وہ کہتے ہیں آمین 'اس کے بعد میرے کان'
ناک' آنکھ سب کاٹ دیئے جائیں' مجھے مثلہ بنا دیا جائے اور وہ آمین کہہ رہے ہیں سنئے !
فرمایا کہ اور اسی طریقہ پر میں اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا جاؤں' میری آنکھ' ناک' کان
سب کٹے ہوئے ہوں' اللہ تعالی مجھ سے دریافت کریں اور پوچھیں کہ ہم نے تو تجھے
آنکھ' کان' ناک کے ساتھ پیدا کیا تھا تیری آنکھ' ناک' کان کہاں ہے ؟ میں کہوں کہ اللہ
تیرے راستے میں کٹوا کے آیا ہوں اور وہ آمین آمین کہہ رہے ہیں آپ اندازہ لگایئے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ لذیذ چیز شہادت ہے اور میں نے ایسے ہی
نہیں کہا مجھے بات بھی یاد آ گئی- ایک صحابی ہیں جن کو مثلہ بنا دیا گیا ان پر چادر ڈھکی ہوئی
ہے ان کے صاحبزادے فرماتے ہیں یا رسول اللہ چادر ہٹا کے دکھاؤں فرمایا نہیں'
ضرورت نہیں' ان کو دفن کر دیا گیا' اگلے دن دیکھا صاحبزادے رنجیدہ ہیں' حضور
نے دریافت فرمایا آپ خاموش کیوں ہیں آپ رنجیدہ کیوں ہیں انہوں نے کوئی
جواب نہیں دیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ اپنے باپ کی اس شہادت پر رنجیدہ ہیں ؟ کہ کان
' آنکھ' ناک سب کاٹ دیئے گئے مثلہ بنا دیا گیا' ہاتھ پاؤں سب الگ' رونے لگے
کہ ہاں رسول اللہ' میرا دل صرف اس بات سے رنجیدہ ہے کہ دیکھئے شہادت بھی ملی
ہے کیسی ملی ہے' آنکھ' ناک' کان وغیرہ تک کاٹ دیئے گئے آپؐ نے فرمایا کہ معلوم
ہے کہ تمہارے باپ سے خدا نے کیا کلام کیا اور تمہارے باپ نے کیا جواب دیا عرض کیا
یا رسول اللہ مجھے نہیں معلوم-

شہید کا خدا سے مکالمہ

آپؒ نے فرمایا کہ جب تمہارے باپ کی حاضری ہوئی بارگاہ خداوندی میں اللہ تعالے نے فرمایا تم ہمارے راستے میں اتنی بڑی قربانی دے کے آئے ہو، مانگو کیا مانگتے ہو جو کچھ مانگو گے دیا جائے گا عرض کیا میں لذت شہادت دوبارہ حاصل کروں گا جو لذت مجھے اس شہادت میں ملی ہے میں اصل میں وہ لذت اٹھانا چاہتا ہوں۔اگر آپ دینے پر ہی تلے ہوئے ہیں تو زندگی دیدیجئے تاکہ مجھے لذت شہادت دوبارہ مل جائے علماء نے لکھا ہے کہ دیکھنے میں بظاہر شہید کے گلے پر چھری چلی ہے زخم ہیں مگر فرمایا جو شہید ظلماً مار دیا جاتا ہے یا کافروں کی طرف سے مار دیا جاتا ہے فرمایا اس کو تکلیف بالکل اتنی ہوتی ہے جیسے آپ کے زندگی میں کوئی چیونٹی کاٹ دے اس سے زیادہ نہیں ہوتی۔

محبت کی حقیقت ہمارے دلوں میں نہیں

خیر تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ محبت ہمارے دلوں میں آج رہی نہیں ہے رونا بس اسی کا ہے علامہ اقبالؒ کے دو شعر یاد آئے قوم کے حالات پر کبھی کبھی روشنی ڈالتے ہیں کہ مسلمان! تیرے پاس آج دنیا کی ساری نعمتیں موجود ہیں۔لیکن تیرے دامن میں محبت کا ہیرا نہیں ہے۔آج وہ تڑپ نہیں وہ ذوق نہیں وہ شوق نہیں سب چیزیں ہیں فرمایا کہ:

ہر طرح کی خوبی دی خالق نے تمہیں لیکن
تھوڑی سی ضرورت ہے آنکھوں میں مروت کی

وہ نہیں ہے۔فرمایا کہ:

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد
مے شناسی عصر ما با ما چہ کرد

اے مسلمان تجھے معلوم ہے کہ زمانہ نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے۔اور جب

زمانہ کرتا ہے تو زمانہ اصل میں یونیورسٹیوں کالجوں اور اسکولوں کے ذریعہ سے کرتا ہے جب کسی قوم کے اندر اچھا انقلاب آتا ہے تو چھوٹی نسل کے ذریعہ سے آتا ہے اور جب انقلاب شر آتا ہے تو انہی چھوٹے بچوں کے ذریعے سے آتا ہے ہے فرمایا کہ

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد

مے شناسی عصر ما با ما چہ کرد

زمانے نے کیا کیا اگر تمہیں نہیں معلوم آؤ ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ فرمایا کہ

عصر ما مار از ما بیگانہ کرد از نگاہ مصطفٰے بیگانہ کرد

زمانہ نے ہمارے ساتھ صرف یہ کیا ہے کہ ساری ملت اور ساری قوم کی نگاہیں سرکار دو عالم کی طرف سے ہٹا دی ہیں اور ساری کی ساری قوم آوارہ ہو گئی ہے۔

مریض قوم کا علاج :

آج اس قوم کے سرہانے اگر کوئی حکیم اور طبیب بیٹھے اور کہے کہ لاؤ بھئی ہم تمہاری نبض دیکھیں، تمہیں بیماری کیا ہے ؟ تمہارا علاج کیا ہے ؟ تم تندرست کیسے ہو گے ؟ تو امام غزالیؒ کے پاس بھی ایک حکیم آیا تھا آ کے بیٹھا تھا امام غزالیؒ نے کہا ارے نالائق، بیوقوف نہ تجھے نبض دیکھنی آئے نہ تو میری بیماری کو پہچانے تجھے پتہ کیا ہے کہ بیماری کیا ہے، فرمایا کہ

از سر بالین من بر خیز اے ناداں طبیب

درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

اس قوم کی بیماری ایک ہے اور وہ بیماری یہ ہے کہ یہ اپنے محبوب کی زیارت کا شربت پینا چاہتی ہے جب یہ قوم اپنے محبوب سے وابستہ ہو جائے گی تو سمجھنا آپ کہ یہ قوم تندرست ہو گئی، بیماری یہ ہے کہ قوم کی نگاہیں سرکار دو عالم ﷺ سے ہٹ گئیں میں نے نہیں کہا یہ علامہ اقبالؒ کے اس شعر کا ترجمہ کر لیجئے گا کہ

عصر ما مارا ز ما بیگانہ کرد ۔۔۔ از نگاہ مصطفیٰ بیگانہ کرد

اور میرے دوستو! محبت اسے کہتے ہیں محبت میں نہیں کہتا کہ محبت کرنے والے سارے کے سارے جنید بغدادی اور شبلی ہوتے ہیں نہیں، قصور سب سے ہوتے ہیں گناہ ہوتے ہیں علامہ اقبالؒ کا ایک قطعہ یاد آیا، فرمایا کہ

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر ۔۔۔ روز محشر عذرہائے من پذیر

اے اللہ تیری بڑی شان ہے ہمارے سارے قصور آخرت میں معاف کر دینا۔ ہم محتاج ہیں آپ بے نیاز ہیں

اے غنی از ہر دو عالم من فقیر ۔۔۔ روز محشر عذرہائے من پذیر

یا اگر بینی حسابم ناگزیر ۔۔۔ از نگاہ مصطفیٰ اپنہاں بگیر

اور میرا مقدمہ آہی جائے میدان حشر میں تو پھر میری ایک درخواست یہ ہے کہ میرا مقدمہ سرکار دو عالم کی نگاہوں سے چھپ کے پیش کیا جائے اس لئے میں مجرم ضرور ہوں مگر رسول اللہ کے سامنے ذلیل نہیں ہونا چاہتا۔

حقیقی محبت :

تو آیئے یہ معلوم کریں کہ واقعہ محبت کسے کہتے ہیں! ہماری اصل بیماری یہ ہے کہ ہمارے دل میں وہ محبت نہیں ہے جو محبت حضور چاہتے ہیں آج ہمارے اور آپ کے دلوں میں ماں باپ کی محبت ہے، کنبہ اور قبیلہ کی محبت ہے اولاد کی محبت ہے، کاروبار اور جائیداد کی محبت ہے وطن اور قوم کی محبت ہے، زبان اور تہذیب کی محبت ہے، رنگ اور نسل سے محبت ہے لیکن آیئے اس واقعہ کو سن لیجئے اور دیکھئے کہ حضور سے محبت کرنے والے کس طرح محبت کرتے تھے واقعہ مختصر ہے تین صحابی ہیں جن میں سے ایک کا نام ہے کعب ابن مالک، دوسرے کا نام ہے مرارہ ابن ربیع تیسرے کا نام ہے ہلال ابن امیہ ۔ یہ تین بڑے جلیل القدر صحابی ہیں لیکن چوک ہو گئی اور وہ یہ ہوا

کہ ۹ھ کے اندر ایک لڑائی ہوئی ہے بلکہ لڑائی کے لئے لشکر روانہ ہوا ہے نوبت لڑائی کی نہیں آئی اور وہ غزوہ تبوک کے نام سے مشہور ہے تاریخ اسلام کے اندر اس سے پہلے قحط پڑ چکا ہے مدینہ منورہ میں فاقے گذر چکے ہیں اسی لئے قرآن کریم کے الفاظ پر غور کیجئے فرمایا کہ یہ تنگدستی کا دور ہے فی ساعۃ العسرہ تنگی ہے کسی کے پاس کچھ نہیں' تو میں نے عرض کیا کہ غزوہ تبوک میں حضور اکرمؐ کو ایک تاجر نے یہ خبر دی کہ قیصر روم نے چالیس ہزار رومیوں کا ایک لشکر مدینہ پر حملہ کے لئے بھیجا ہے اور کسی نے قیصر روم کو یہ غلط بات بتادی ہے کہ پیغمبر اسلام کا انتقال ہو گیا ہے مسلمان سخت پریشانی میں ہیں۔ ایک مرتبہ حملہ کیا جائے بس کافی ہے۔ وہ چالیس ہزار رومیوں کا لشکر روم سے چل کر شام کے علاقہ میں آگیا حضور اکرمؐ نے صحابہ کو جمع کیا آپؐ نے فرمایا کہ میری عادت نہیں کہ میں جگہ کا نام بتادوں لیکن آج مجھے جگہ کا نام بتانا اس لئے ضروری ہے کہ جگہ بہت دور ہے شام کے قریب تبوک میں جانا ہے' ساز و سامان کم ہے موسم گرمی کا ہے قحط میں ہم مبتلا ہیں لہذا جتنی تیاری آپ کر سکتے ہو کر لو' مختصر طریقہ پر عرض کرونگا یہی وہ غزوہ ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آپ نے پوچھا اے ابوبکر! آپ اپنے گھر پر کتنا چھوڑ کر آئے ہیں یہاں کتنا لائے۔ انہوں نے کہا یہ رسول اللہ! جو کچھ تھا لے آیا ہوں۔ گھر پر خدا کا اور اس کے رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں ۔ سب کچھ لے آیا ہوں۔ یہی وہ غزوہ ہے ۹ھ میں ہوا ہے اور ایک ہی سال سرکار دوعالم کو ملا ہے ۱۰ھ' ۱۱ھ کے شروع میں حضور دنیا سے تشریف لے گئے' آخری غزوہ ہے یہ چنانچہ تیاری ہو گئی لیکن مدینہ میں ایک مشکل ہے اور وہ مشکل یہ ہے کہ مدینہ میں ایک بڑی تعداد منافقین کی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں پر یہود رہتے تھے اور یہودیوں میں سب سے زیادہ منافقین ہیں۔ ان لوگوں نے سوچا کہ مسلمانوں کے ساتھ اسلام کے اظہار کے لئے نماز تو پڑھ لیتے ہیں جہاد میں کون جائیگا انہوں نے مسلمانوں کے پاس جا جا کر مسلمانوں کی ہمت کو پست کیا۔ انہوں نے جا کر کہا آپ لوگ لڑنے کے

لئے جارہے ہیں اپ کو پتہ ہے کہ کس قوم سے مقابلہ ہے ؟رومیوں سے ہے اور رومیوں کے مقابلے پہ اگر تم گئے تو بچ کے واپس نہیں آؤ گے مسلمانوں نے کہاکہ میاں بیوقوف ہوئے ہو-بچنے کی نیت سے تو کوئی جاتا نہیں' سارے شہید ہونے کی نیت سے جاتے ہیں بچ کے نہیں آئیں گے تو خوش ہونا چاہئے یہ کیابات کی تم نے-انہوں نے کہاکہ دیکھو پچھلے سال قحط پڑاہے اور اس سال کی فصلیں تیار کھڑی ہیں-اگر تم اس حالت میں چلے گئے تو اس سال کی فصلیں بھی تباہ ہو جائیں گی-انہوں نے کہاکہ نہیں ہمارا فلسفہ یہ ہے کہ ہم خدا کا کام کریں خدا ہمارے کام کی نگرانی کرتا ہے ہمیں یقین ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے ہم نکلیں گے تو ہماری فصلوں کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچاسکتی روانہ ہو گئے منافقین دبک کے بیٹھ گئے حضور اکرمؐ روانہ ہو گئے کعب بن مالک مرارہ بن ربیع ہلال بن امیہ یہ تینوں کے تینوں یہ سوچ رہے ہیں کہ ہمارے پاس اپنی سواری ہے اور صحابہ تو ایک ایک سواری پر اٹھارہ مجاہدین باری باری سواری کرتے ہوئے جاتے ہیں ہماری اپنی سواری ہے آج نہیں کل، کل نہیں پرسوں ہم جاکر لشکر میں مل جائیں گے آج کل آج کل میں یہ وقت گذر گیا اتنے میں حضورؐ واپس تشریف لے آئے رومیوں نے جب یہ خبر سنی کے پیغمبر اسلام حیات ہیں اور لشکر لے آئے ہیں تو رومی وہیں سے واپس ہو گئے لڑنے کی نوبت نہیں ائی-اب جب حضور اکرمؐ واپس تشریف لائے' منافقین میں کھلبلی 'کیا کریں !کوئی لنگڑاتا ہوا جا رہاہے کسی نے آنکھ بند کر لی ہے کسی نے پٹی باندھ لی اور کہاکہ یارسول اللہ میرے تو چوٹ لگ گئی تھی مجھے تو بخار آگیا تھا میں اس وجہ سے نہیں جاسکا میں اس وجہ سے نہیں جاسکا کعب بن مالک تشریف لائے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں بدری ہیں حضور اکرم کو انہوں نے آکر السلام علیکم کہا حضورؐ نے سلام کاجواب دیا-لیکن جواب سے پتہ چل گیا کہ آج رسول اللہ ناراض ہیں-آپ نے فرمایا :اے کعب بن مالکؓ تم جہاد میں کیوں نہیں شریک ہوئے کعب ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیاکہ بہت سے

منافقوں نے غلط سلط باتیں کر کے اپنی جان بچالی میں بھی کوئی غلط بیانی کر کے جاؤں گا ادھر اللہ کی طرف سے رسول اللہ پر وحی نازل ہو گی اور صحیح صورت حال بتادی جائے گی میں ذلیل ہوں گا کیا فائدہ جھوٹ تو وہاں بولے جہاں بولا جا سکے انہوں نے کہا یارسول اللہ کوئی وجہ نہیں صرف وجہ یہ ہے کہ آج اور کل آج اور کل میں سارا وقت گذر گیا۔ میں یہ سوچتا تھا کہ میری اپنی سواری ہے بس یہ وجہ ہوئی حضور اکرمؐ نے اعلان فرمادیا خدا کا حکم ہے کہ کعب ابن مالکؓ، مرارہ ابن ربیعؓ، ہلال ابن امیہؓ ان تینوں سے اسلام کلام پیام سب بند کر دیا جائے کوئی مسلمان نہ ان کے سلام کا جواب دے اور نہ ان سے کوئی تعلق رکھے کعب ابن مالک کہتے ہیں کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے اوپر بجلی گر گئی اور یہ اندازہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں ہم سے کیا پھریں گی زمین و آسمان ساری کائنات پھر جائے گی' یہ اندازہ نہیں تھا فرمایا کہ ہمارے بڑے گہرے دوست یار غار، السلام علیکم کوئی جواب نہیں دیتا۔ بات کرتے کوئی بولتا نہیں کوئی سنتا نہیں کعب ابن مالکؓ کہتے ہیں کہ اگر کہیں قوم کا مسئلہ ہو' وطن کا مسئلہ ہو' زبان کا مسئلہ ہو' دولت کا مسئلہ ہو' جتنے بھی مادری مفادات کے پیش نظر اگر رسول اللہ کے حکم کو پیچھے ڈال دیتے ہیں اس کا نام محبت نہیں ہے محبت اس کا نام ہے حضرت قتادہؓ بھتیجے ہیں کعب ابن مالک ان کے باغ میں گئے 'السلام علیکم کہا قتادہؓ نے جواب نہیں دیا کعب بن مالک نے کہا اے قتادہ بچ بتا میں نے کیا تجھ پر احسانات نہیں کئے ہیں قتادہؓ نے کہا خدا کی قسم آپ نے بہت سے احسانات کئے ہیں لیکن اس کائنات میں سب سے بڑے محسن سرکار دو عالم ہیں جب تک آپ سے وہ ناراض ہیں میں آپ کے سلام کا جواب بھی نہیں دوں گا کہاں کا چچا' کیسا چچا ! کس کی قرابت داری کس کی رشتہ داری ؟ فرمایا کہ

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

ہے تو اپنا مگر خدا سے بیگانہ ہے جو اپنا ہو اور خدا سے بیگانہ ہو وہ اپنا نہیں ہے

جو غیر ہو اور خدا سے آشنائی رکھتا ہو وہ اپنا ہے حضرت قتادہؓ نے صاف انکار کر دیا روتے ہوئے آگئے کعب ابن مالک کہتے ہیں کہ جب میں گھر کے دروازے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بیوی بستر وغیرہ جمع کر رہی ہے میں نے کہا کہ تم کہاں جا رہی ہو انہوں نے کہا کہ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ سرکار دو عالم آپ سے ناراض ہیں - میں بیشک بیوی ہوں لیکن خدا کی قسم جب تک سرکار دو عالمؐ آپ سے ناراض ہیں میں آپ کے گھر میں رہنا پسند نہیں کرتی میں جا رہی ہوں میرے دوستو! آپ نے اندازہ لگایا شوہر بیوی سے محبت کرے - بیوی شوہر سے محبت کرے اولاد باپ سے محبت کرے' باپ اولاد سے محبت کرے' جائیداد سے محبت کرے لیکن یاد رکھئے رسول کی محبت یہ ہے کہ جب خدا کا اور خدا کے رسول کا حکم آئے تو پھر وہ تمام کے تمام تقاضے اور رشتے سب ختم کر دیجئے' یہ اصل محبت ہے' کیا وہ بیوی نہیں تھی لیکن اس بیوی نے کہا کہ مجھے اصل میں ایمان عزیز ہے' آخرت عزیز ہے اللہ اور اللہ کا رسول عزیز ہے اور آج کل کی عورتیں تو یہ سمجھتی ہیں' میں نے ویسے ہی نہیں کہا ہے عورتوں کا یہ خیال ہے کہ اگر اللہ تعالی نے قیامت میں پوچھا کہ تم نے پردہ کے قانون پر کیوں نہیں عمل کیا تھا تو کہہ دیں گے کہ دیکھو ہمارے میاں کا یہ نام ہے اور یہ پتہ ہے اس نے ہمیں منع کیا ہے؟ اس سے پوچھو اور یہ خیال ان کا غلط ہے اس لئے غلط ہے کہ اگر صرف شوہر کے حکم دینے کی وجہ سے عورتوں کو نجات ہو سکتی ہے کہ بھئی شوہروں نے منع کیا تھا؟ اللہ نے عورتوں کو شوہروں کا غلام نہیں پیدا کیا اور شوہروں کا کیا' ایک قانون دے دیا ہے لاطاعة لمخلوق فی معصیة

الخالق یاد رکھئے کسی مخلوق کی میں نے اس لئے کہا کہ چاہے وہ مولانا صاحب ہوں' چاہے وہ پیر صاحب ہوں' چاہے وہ والد بزرگوار ہوں' چاہے وہ شوہر نامدار ہوں چاہے استاد ہوں - کوئی ہوں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی ہے ایسی چیزوں کے اندر جس میں خدا اور خدا کے رسول کی نافرمانی ہوتی ہے اور کوئی بیوی جانتی

ہے کہ میرے شوہر نے حکم تو دیا ہے لیکن آخرت میں میرا یہ جواب چلے گا نہیں تو ان
کو بھی سوچنا چاہیئے شوہر صاحب کو بھی سوچنا چاہیئے

اخلاص کی محبت

میاں محبت کرو اخلاص کے ساتھ، اخلاص کی محبت یہ ہے یہاں آپ نے ایر
کنڈیشنڈ کمرہ آپ نے اس کو دیدیا یہاں آپ نے ریشمی کپڑے بنا دیئے یہاں آپ نے
اس کو سونے کے زیورات، ہیرے جواہرات پہنا دیئے لیکن آخرت مین آتش جہنم سے
بچانے کا بھی کوئی انتظام کیا ہے اور آتش جہنم سے بچانے کا کوئی انتظام نہیں ہے آپ نے
اگر اپنی اولاد کو ہر طریقہ سے کھانے اور کمانے کے قابل بنا دیا ہے۔ ایمانداری سے
بتایئے آج بھی اگر آپ اپنی اولاد کو کسی تکلیف میں دیکھیں آپ کا دل اندازے کتنا بے
چین ہوتا ہے کیا آخرت میں آپ اپنی اولاد کو دیکھیں گے نہیں۔ ستائیسویں پارے کو
اٹھا کر دیکھئے قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت جب جنت میں جائیں
گے یہ خون کی محبت بھی عجیب محبت ہے وہ کہیں گے فرشتوں سے کہ ہماری اولاد کہاں
ہے اروہ مشرک اور کافر ہوتی تو ہم پوچھتے ہی نہیں وہ تو ہمارے ساتھ نماز کے لئے جایا
کرتے تھے ہم نے تو انہیں قرآن پڑھائی تھا وہ روزے نماز کے پابند تھے وہ یہاں نظر
نہیں آتے ملائکہ حق تعالی سے عرض کریں گے اہل جنت اپنی اولاد کے بارے میں
پوچھ رہے ہیں حق تعالی فرمائیں گے کہ جاؤ ان سے کہہ دو کہ تمہاری اولاد صاحب
ایمان تھی صاحب عمل تھی وہ بھی جنت میں ہے لیکن ان کا درجہ تم سے مختلف اور نیچے
ہے اطمینان رکھو وہ تمہارے ساتھ جنت میں ہیں تو وہ کہیں گے اے اللہ انہوں نے
اور ہم نے عبادت تو بے شک خدا کے لئے کی تھی لیکن قدرتی بات ہے کہ اولاد کو اپنے
سامنے دیکھ کر دل ٹھنڈا ہوتا ہے حق تعالی ارشاد فرمائیں گے کہ ان کا دل ٹھنڈا کرنے
کے لئے ان کو نیچے کے درجے میں لے جانا ہماری شان کریمی کے خلاف ہے اس لئے

ان کا دل ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کی اولاد کو بھی اوپر کے درجہ میں لے آؤ آپ
ایمانداری سے بتایئے اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا

کہ نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کئی جنٹ کوئی جج ہے

سر سید کا نظریہ :

سر سید مرحوم کے پیش نظر میں نے چھوٹے سر سید سے ملاقات کی آپ میں سے اگر کوئی صاحب واقف ہوں گے خان بہادر بشیر الدین صاحب اسلامیہ ہائی سکول کے منیجر ہوا کرتے تھے اور وہ در حقیقت چھوٹے سر سید تھے انہوں نے سر سید کا زمانہ بھی دیکھا میں نے یہ الفاظ اپنے کان سے سنے ہیں خان بہادر بشیر الدین صاحب خود فرماتے تھے کہ سر سید نے جو یونیورسٹی اور کالج قائم کر کے قوم نکالی ہے اگر آج سر سید قبر سے اٹھ کے اپنی قوم کو دیکھیں تو اپنے ہاتھ میں کدال لے کر خود اس عمارت کو توڑ دیں گے میں نے کہا کہ کیوں ؟ کہنے لگے کہ سر سید مرحوم کے پیش نظر تو یہ تھا کہ مسلمان بی اے کریں گے ' ایم اے کریں گے' انگریزی پڑھیں گے جج بنیں گے اور مسجد کے دروازے پہ گاڑی کھڑی ہو گی جھنڈا لگا ہوا ہو گا کس کی گاڑی ! جج صاحب کی ہے نماز کو تشریف لائے ہیں ' فلاں پولیس افسر نماز کو تشریف لائے ہیں ' اس سے مسلم قوم کی شوکت بڑھے گی لیکن فرمایا کہ یہ ان کے پیش نظر بھی نہیں تھا کہ جتنے لوگ ڈگریاں پاس کرتے چلے جائیں گے اسلام سے اتنا ہی بیزار ہوتے چلے جائیں گے یہ ان کے پیش نظر نہیں تھا بہر حال عرض میں یہ کر رہا ہوں

حب نبوی ؐ کا مقتضا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام مفادات کو آپ نظر انداز کریں پس پشت ڈالیں ' ایک ہی تقاضا سامنے رکھیں

يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ خدا اور خدا کے رسول کی جب پکار آئے جب اس کی طرف سے دعوت دی جائے تو اپنے تمام تقاضوں اور دعوتوں کو نظر انداز کر دیا جائے یہ اصل میں محبت ہے

شیخ رومی کی حکایت :

آخر میں مولانا جلال الدین رومیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک آدمی نے دیکھا کہ ایک عورت چلی جا رہی ہے بڑے خوبصورت کپڑے پہن رکھے ہیں یہ گیا اور جا کے کہا کہ مجھے آپ سے محبت ہے اس نے کہا کہ کوئی حرج نہیں محبت ہو جاتی ہے آپ کو بھی ہو گئی کوئی بات نہیں لیکن میری ایک بات سن لیجئے 'بات یہ ہے کہ میری بہن ہے وہ مجھ سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہے پیچھے آ رہی ہے مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ اس نے مڑ کے پیچھے دیکھا تو اس عورت نے زور سے لات ماری اور کہا کمبخت اسی کا نام محبت ہے مجھ سے بہتر کی خبر ملی تو ادھر دیکھنے لگ گیا یاد رکھئے کہ محبت اسے کہتے ہیں یک در گیر محکم گیر ایک ہی تقاضا ہمارے سامنے ہو کہ خدا اور خدا کے رسول کا تقاضا کیا ہے ان کی دعوت کیا ہے !اس کی پکار کیا ہے ؟ آج اسی محبت کی ہمارے اندر کمی آگئی ہے -اگر اس محبت کا چراغ پھر ہمارے اندر جل جائے ان شاء اللہ پھر نور پیدا ہو گا اور ہماری پھر اصلاح ہو جائے گی

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

مولانا احتشام الحق کی رباعیات

ڈالی کہیں تحفہ کہیں نذرانہ ہے صاحب سے کہیں جنٹ سے یارانہ ہے
دنیا کے طلبگاروں کی حالت مت پوچھ ہر ایک یہاں نام کا دیوانہ ہے

سلامتی کا راستہ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد فقال النبى صلى الله عليه وسلم لما خلق الله العقل فقال قم، فقام ، ثم قال ادبر ، فادبر ط ثم قال اقعد فقعد ط ثم قال اقبل فاقبل ط فقال الله تعالى ماخلقت خلقاً شئياً احسن منك وافضل منك ط اوكما قال عليه الصلوة والسلام—

قرآن کریم سے طبعی محبت

بزرگان محترم اور برادران عزیز! ایک طویل زمانے سے، اور طویل کی تشریح پاکستان میں تو تیس اکتیس سال اور اس سے پہلے تقریباً چالیس، پینتالیس سال سے اللہ تعالی نے محراب سنانے کی توفیق عطاء فرمائی ہے۔اور کسی سال بھی محراب ناغہ نہیں ہوئی

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا　　ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے　　جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ ختم قرآن کے موقع پر دوستوں کو اور احباب کو جمع کر کے جن کو میں قرآنی اور قرآن کی برادری کہا کرتا ہوں۔کیونکہ یہ حضرات میرے لئے جمع نہیں ہوتے، اور کسی عالم، کسی حافظ، کسی قاری کو بھی یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے، کہ یہ لوگ ان کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں۔یہ صرف اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ یہاں یہ اللہ کا کلام پڑھ کر سنائیں گے۔یہ دین اور شریعت کی باتیں بتائیں گے۔تو اس ذوق و شوق میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ہماری شکل صورت کو دیکھ کر جمع نہیں ہوتے۔میں غالب کا شعر پڑھ دیا کرتا ہوں۔

ہوا ہے شاہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے ؟

جس بادشاہ کی مصاحبت اور نسبت حاصل ہے۔اس کی وجہ سے سب لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ورنہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مسجد کے احترام کا تقاضا :

تو میں نے عرض کیا کہ جو لوگ ختم قرآن کی محفل میں شریک ہوتے ہیں۔

میں ان سے یہ کہا کرتا ہوں کہ بھئی اور جگہ کا معمول تو ہمیشہ کا یہ ہے کہ وہاں مٹھائی بٹتی ہے -اور ہم نے کبھی یہ معمول اختیار نہیں کیا- مجھے یاد ہے میں چھوٹا تھا اور شاید میں نے سب سے پہلے محراب سنائی تھی-والد صاحب سے بعض لوگوں نے آکر یہ کہا کہ آپ کے صاحبزادے، پہلی مرتبہ محراب سنا رہے ہیں-آپ ہمیں موقع دیجے ہم مٹھائی تقسیم کریں گے- مجمع بہت بڑا تھا، جو کچھ بھی ہمارا خرچ ہوا-والد صاحب نے اجازت دے دی اور ختم قرآن کے بعد مٹھائی بٹی ہے تو یہ معلوم ہوا کہ مسجد، مسجد نہیں ہے بلکہ یہ اصطبل ہے-وہ اودھم مچا، وہ دھکا پیل، وہ چھینا جھپٹی، جس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہا-کوئی شخص دیکھ کے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ اللہ کا دربار ہے اور خدا کے دربار کا یہ کوئی احترام کیا جا رہا ہے-اس کے بعد والد صاحب نے ہمیشہ کے لئے فرمایا کہ اب کبھی ایسا نہیں کریں گے اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں-

تو میں لوگوں سے یہ کہا کرتا ہوں کہ سب سے بڑی شیرینی یہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت یا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کر دیا جائے، خدا کی قسم! دنیا کی تمام شیرینی اور دنیا کی تمام مٹھائیاں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں کلامی کے اوپر قربان اس کے علاوہ ایک بات سنیئے- ہمارا اور آپ کا ہر سال ایک مہینے کا ساتھ ہوتا ہے کسی کو کوئی بات ناگوار گذرتی ہے-کوئی کسی بات پر خفا ہوتا ہے-کوئی کسی بات پر رنجیدہ ہو جاتا ہے مگر یہ میں بتادوں کہ آپ کی یہ ساری کی ساری نزاکتیں، مسجد میں ہی ہوتی ہیں عدالت میں نہیں ہوتیں-کسی سرکاری دفتر میں نہیں ہوتیں- سینما کے لئے جس تکلیف اور مشقت کے ساتھ ٹکٹ کا لوگ انتظار کرتے ہیں وہ دیکھنے کی بات ہے-

تو اس لئے بعض لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو میں یہ کہا کرتا ہوں کہ بھئی آج یہ قرآن کی برادری سے ہم رخصت ہو رہے ہیں-رخصت ہونے سے پہلے میرا معمول ہے کہ میں دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ بھئی اگر دانستہ، نادانستہ

آپ کو کوئی تکلیف اور ایذا پہنچی ہو تو آپ آخرت کے لئے اٹھا نہ رکھیں -دنیا میں اسے معاف کر دیں-

اور اگر کسی شخص کو کسی کے خیالات سے تکلیف پہنچے، کسی کے افکار سے تکلیف پہنچے تو ہم کبھی بھی اس کے لئے معذرت پیش کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے کیونکہ ہم نے اپنے خیالات اور اپنے افکار گروی نہیں رکھے -ہم نے کبھی فروخت نہیں کئے -اگر ہمارے خیالات کے ساتھ، کسی کو اتفاق ہو تب بھی اتفاق نہ ہو تب بھی اللہ سے اس کا تعلق ہے خلق خدا سے نہیں -اکبر کے دو شعر یاد آگئے، فرمایا کہ :

ساری دنیا آپ کی حامی سہی ہر قدم پہ مجھ کو ناکامی سہی
نیک نام اسلام میں رکھے خدا اور خلق کے حلقہ میں بدنامی سہی

عقل نعمت خداوندی :

دوسری بات، وہ یہ کہ پندو نصیحت کے طور پر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث تلاوت کی ہے -اور وہ حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے جب عقل کو پیدا کیا الخ عقل مخلوق ہے اور عقل آپ لوگوں میں اللہ تعالی نے پیدا کی ہے - آپ کے علاوہ کسی اور مخلوق میں اللہ نے پیدا نہیں کی ---- جتنے حیوانات ہیں، آپ اگر ان کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دل ان کا، جگر ان کا، دماغ ان کا، کلیجی ان کی، آنکھ ان کی، ناک ان کا، ہونٹ ان کے، زبان ان کی ہر چیز، لیکن کیا بات ہے کہ ان کے پاس عقل نہیں ہے -اور آپ کو اللہ تعالی نے عقل عطاء فرمائی ہے -یہ صرف آپکی خصوصیت ہے-

لوگ کہا کرتے ہیں کہ علماء عقل کے دشمن ہیں- نہیں- دشمن نہیں ہیں، ہم آج آپ کے سامنے عقل کی فضیلت بیان کریں گے-

فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے عقل کو پیدا کیا تو یہ فرمایا کہ کھڑی ہو جا قم ،فقام

تووہ کھڑی ہوگئی ثم قال ادبر اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عقل پیچھے ہٹ جا فادبر پیچھے ہٹ گئی ثم قال اقعد پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عقل آگے کو بڑھ جا، تووہ آگے کو ہوگئی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اے عقل! میں نے اس کائنات میں تجھ سے زیادہ افضل، تجھ سے زیادہ حسین اور تجھ سے زیادہ بہتر مخلوق پیدا نہیں کی ہے۔

اور فرمایا تیرے ہی بدولت حساب و کتاب بھی ہوگا، تیرے ہی ذریعہ سے میں پہچانا بھی جاونگا تیرے ہی ذریعے سے نعمتیں بھی ملیں گی، تیری ہی وجہ سے عذاب و عقاب بھی ہوگا۔ یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

یہ بات میں نے اس لئے عرض کی کہ کبھی کبھی دین کو، شریعت کو، اور قرآن کا مقابلہ ہوتا ہے، گمراہی کا، جہالت کا مقابلہ ہوتا ہے، اور کبھی کبھی جہالت کا مقابلہ نہیں بلکہ مقابلہ عقل سے ہوتا ہے یہ زمانہ کہ جس میں ہم اور آپ گذر رہے ہیں، یہ زمانہ ہے کہ جب عقل نے بغاوت کر رکھی ہے۔ میں نے نہیں کہا علامہ اقبال فرماتے ہیں ۔کہ اس زمانے میں سب سے بڑا خطرہ، سب سے بڑی خطرناک چیز جو ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں اس عقل سے خطرہ ہے کہ یہ بہت بڑی بغاوت کا ذریعہ ہے۔ خیر وہ شعر تو مجھے یاد نہیں آیا۔

سپاہ تازہ برانگیزم از ولایت عشق

کہ در حرم خطرے از بغاوت خرد است

جس کا مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے انسانوں کو عقل دی۔ انسانوں سے نیچے (مخلوقات) کو عقل نہیں دی۔ مگر ہم نے ان کو طبیعتوں کے تقاضے دیئے، طبیعت کے تقاضے کے معنی یہ ہے جو آنکھوں کو اچھی لگے، اسے لینا چاہے، جو زبان کو اچھی لگے اسے کھانا چاہے جو ہاتھ کو اچھی لگے اسے چھونا چاہے بعض چیزوں سے محبت کرنا، بعض چیزوں سے نفرت کرنا، یہ عام حیوانات میں موجود ہے۔ مگر ان کے پاس قوت فیصلہ نہیں ہے۔ کہ اس کے لینے کا انجام کیا ہے، اس کے چھونے کا، سونگھنے کا

انجام کیا ہے۔

طبیعت اور عقل کی جنگ :

جس کا مطلب یہ ہے کہ احساسات، حیوانات کے پاس موجود ہیں لیکن ان کے احساسات سے نتیجہ نکالنے والی چیز عقل ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطاء فرمائی ہے۔ کیونکہ انسان کو طبیعت کے تقاضے بھی کبھی کبھی غلطی کرتے ہیں۔ موٹی سی بات ہے، موسم ہے، اگر برسات کا، ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ آپ کا جی چاہ رہا ہے کہ میں سو جاؤں، آرام کروں، کام پر نہ جاؤں، لیکن عقل کہتی ہے کہ اگر آپ نے آرام سے یہ وقت گذارا، تو شام کو بیوی بچے کھانے کے لئے مانگیں گے تو کہاں سے دو گے؟ جس کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت کا تقاضا، جو سامنے ہے اس کی رہبری کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقل پیدا کی ہے، دیکھو! کبھی طبیعت کے تقاضے پر غلط عمل نہ کرنا، یہ عقل تمہیں سکھائے گی کہ طبیعت کا یہ تقاضا غلط ہے۔ طبیعت کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقل پیدا کی ہے۔ یہ ہادی ہے اور اگر میں یہ بھی کہہ دوں کہ آپ برا نہ مانیں۔ یہ بھی ایک رسول ہے۔ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کسی بستی والوں کو ہلاک نہیں کیا، جب تک کہ ہم نے اس میں سے کسی رسول کو نہیں بھیجا، تو علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی انسان کی کسی رسول سے ملاقات نہ ہوئی ہو۔ پھر؟ --- علماء نے لکھا ہے کہ عقل بھی ایک رسول ہے۔ اگر کسی نبی اور پیغمبر سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ تو کم سے کم عقل تو تیرے پاس موجود ہے۔ اور عقل تجھے اللہ کی وحدانیت اور اللہ کے وجود کی تعلیم دیتی ہے اور اسی بناء پر آخرت میں تجھ سے وحدانیت کا سوال ہوگا۔ نبوت اور پیغمبری کا سوال نہیں ہوگا توحید کا مسئلہ عقلی ہے، نبوت کا مسئلہ خبری ہے۔ جب تک کوئی خبر نہ دے اس وقت تک نبی پر کوئی ایمان نہیں لاتا۔

صرف عقل کافی نہیں :

تو میں نے عرض کیا ، اللہ تعالی نے آپ کو عقل دی ہے - لیکن عقل بھی کبھی کبھی غلطی کرتی ہے - اگر طبیعت کبھی غلطی کرے تو اس کی ہدایت کے لئے عقل اور اگر عقل غلطی کرے تو اس کی ہدایت کیلئے اللہ تعالی کی کتاب اس کی ہدایت کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے -

جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہدایت کے تین درجے رکھے ہیں - ادنی درجہ ہدایت کا جو عالم حیوانات کو ملا ہے ، وہ ہے طبیعت کا تقاضا ، دوسرا درجہ ، انسانوں کو دیا ہے ، وہ ہے عقل یہ دوسرا تقاضا ہے ، اور جب عقل غلطی کرے ، اور گمراہی کرے تو اللہ نے ایک اور ہدایت کا سامان دیا ہے اور وہ ہے ہدایت --- اللہ کی وحی --- اور اللہ کا نبی اور پیغمبر کی خبر ہے -

یہ بات معلوم ہو گئی کہ عقل کا درجہ نیچے ، وحی کا درجہ اوپر ، بس میں آپ سے یہی عرض کرنا چاہتا تھا ، ہم نے اور آپ نے کچھ ایسا طرز اور طریقہ اختیار کر لیا ہے - ہم یہ سمجھتے ہیں عقل ، کتاب اللہ کی ہدایت کے لئے ہے - دین کی ہدایت کے لئے ہے ، شریعت کی ہدایت کے لئے ہے - معاملہ الٹا ہو گیا ہے ، حالانکہ عقل اگر غلطی کرتی ہے تو اس کی روک ٹوک کے لئے اللہ تعالی نے کتاب اللہ ، وحی ، عطاء فرمائی ہے ، عقل ہاوی نہیں ہے - کتاب اللہ ہاوی ہے -

پھر فرمایا کہ جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا تو فرمایا کہ تو کھڑی ہو جا ، بیٹھ جا ، پیچھے ہٹ جا ، آگے کو بڑھ جا ----- اس سے بتلانا مقصود ہے کہ بہترین عقل وہ ہے جو خدا کے حکم کی تابعداری کرے ، وہ عقل ، عقل نہیں ہے کہ جو خدا کے حکم کی نافرمانی کرے -

عصری اجتہاد خطرہ سے خالی نہیں :

اگر ہم نے اور آپ نے اس زمانے میں اللہ کی کتاب میں سے ایسے ایسے اجتہادات کئے اور ہم نے عقل کو اپنا ہادی بنایا تو میں یہی بات عرض کرنا چاہتا تھا۔اس زمانے میں پڑھے لکھے طبقہ سے یہ بڑا خطرہ ہے کہ وہ غلط قسم کے اجتہادات کر کے اللہ کی کتاب کو گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

اور یاد رکھئے اجتہاد ------- ہم اگر کہیں گے تو آپ کہیں گے کہ یہ تو مولویوں کی بات ہے لیکن علامہ اقبال آپ سے کہے تو پھر تو مولویوں کی بات نہیں ----- فرمایا کہ

زاجتہاد عالمان کم نظر
اقتدا بر رفتگان محفوظ تر

اگر کوئی ایسا آدمی اجتہاد کرے کہ جس میں قوت اجتہاد موجود نہ ہو، اجتہاد کی بصیرت اس میں موجود نہ ہو۔اقبال فرماتے ہیں کہ بھئی ہم ایسے اجتہاد سے باز آئے۔بہتر یہ ہے کہ ہم قرآن کے کہنے پر عمل کریں۔ہمیں ایسے اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ایک شخص وضو کر رہا تھا۔جب مسح کرنے کا وقت آیا تو کسی نے کہا کہ یہ کیا کر رہا ہے؟اس نے کہا مسح کر رہا ہوں ------ کس نے بتایا؟اس نے کہا ------ ابو حنیفہؒ نے بتایا ------ اس نے کہا ---- کہ اس طرح نہیں، تم اس طریقے پر مسح کرو۔تو اس نے جواب دیا جب میری قسمت میں کسی نہ کسی کے بتائے ہوئے پر عمل کرنا ہے تو پھر میں تیرے بتائے ہوئے پر کیوں عمل کروں۔ابو حنیفہؒ کے بتائے ہوئے پر کیوں عمل نہ کروں۔

اصحاب بصیرت کا اجتہاد معتبر ہے:

میرے دوستو! اگر اجتہاد ان لوگوں کا اجتہاد ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ بصیرت عطاء فرمائی ہے۔آج صبح شام ہم دیکھتے ہیں، غلط طریقے سے قرآن کی کسی آیت کو استعمال کیا جا رہا ہے بعض اوقات تو علماء نے لکھا ہے، کفر ہے۔

لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ" کس موقع پر بولتے ہیں ؟ بھئی تم اپنا کام کرو، ہم اپنا کام کرتے ہیں، تم اپنے طریقے پر رہو، ہم اپنے طریقے پر رہیں، آپ ایمان سے بتایئے کہ کیا قرآن کریم کی اس آیت سے یہ مطلب نکلتا ہے، تم اپنے کفر پر قائم رہو، ہم اپنے ایمان پر قائم رہیں - بالکل نہیں ------ یہاں دین کے معنی ہے جزا اور بدلے کے مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ یوم جزاء کا مالک لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ" کے معنی یہ ہیں، تم ہمارا کہنا مانو یا نہ مانو تم اپنے کام کے کئے کو خود بھگتو گے اور ہم اپنے کام کو بھگتیں گے - تمہیں تمہارے کاموں کا بدلہ ملے گا -

لیکن اب ایمانداری سے بتایئے کہ اگر کوئی آدمی کہتا ہے لکم دینکم ولی دین کہ تم اپنے طریقے پر رہو، ہم اپنے طریقے پر، قرآن کریم کی یہ آیت کہہ رہی ہے یہ اجتہاد قرآن کریم کے منشاء کو تلاش کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے منشاء کو اس کے اندر ڈالنا ہے

تو میرے دوستو! اللہ کی یہ کتاب کہ جس کی ہم اور آپ تلاوت کرتے رہے ہیں اور ہم اللہ کی اس کتاب کی تلاوت کرتے رہیں گے - سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس قرآن کریم کے اوپر عقل ہادی نہیں ہے بلکہ عقل کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کو بھیجا ہے - عقل کا درجہ نیچے ہے وحی کا درجہ اوپر ہے - اب اگر آپ قرآن کریم کے کسی بات کے بارے یوں کہیں کہ آپ عقل سے سمجھایئے تو میں کہا کرتا ہوں، اس کی بالکل ایسی مثال ہے -

مسجد کے نیچے کوئی تہہ خانہ ہو، بند، اور اس تہہ خانے کے اندر ایک آدمی گھڑی لے کر بیٹھ جائے، کبھی گھڑی دیکھتا ہے کبھی نقشہ دیکھتا ہے نقشہ کے اوپر لکھا ہے کہ ۶ بج کر ۴۹ منٹ پر افطار ہو گا، غروب ہو گیا اور گھڑی میں دیکھتا ہے کہ ۶ بجکر ۹ منٹ ہو گئے، اس کو آسمان نظر نہیں آتا، اس کو آفتاب کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی ہے، ورنہ روشنی نظر آرہی ہے، نیچے سے اعلان کر دیتا ہے کہ بھائیو، روزہ کھولو، آفتاب غروب ہو گیا -

کیوں ؟ میرا نقشہ بتا رہا ہے کہ غروب ۶-۴۹ پر ہے - میری گھڑی بتا رہی ہے کہ ۶-۴۹ بج گئے-

لیکن اللہ کا ایک بندہ مینار کے اوپر بیٹھا ہوا ہے-اپنی آنکھوں سے آفتاب کو دیکھ رہا ہے اس نے کہا نہیں، یہ تیرا اعلان غلط ہے کیونکہ میں اپنی آنکھوں سے آفتاب کی ٹکیہ کو دیکھ رہا ہوں کہ ابھی اس کا کنارا نظر آرہا ہے-سورج غروب نہیں ہوا ہے-

میرے دوستو! ایمانداری سے بتایئے جو آدمی نقشے اور گھڑی کے مدد سے فیصلہ دے رہا ہے، وہ فیصلہ قابل قبول ہے یا جو آدمی آنکھوں سے دیکھ کے مینار پر بیٹھ کر کہہ رہا ہے کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے اس کا فیصلہ صحیح ہے آپ یقیناً یہ کہیں گے جو آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہا ہے اس کا فیصلہ صحیح ہے اور جو نقشے اور گھڑی کی مدد سے کہہ رہا ہے-وہ صحیح نہیں-کیوں ----- ؟ نقشہ مرتب کرنے والے سے غلطی ہو سکتی ہے -اور گھڑی میں بھی غلطی ہو سکتی ہے اس کے فیصلے میں نقشہ مرتب کرنے اور گھڑی کے غلط ہونے کا امکان ہے مگر جو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اس میں کوئی غلطی کا امکان نہیں-

ارشادات وحی کی مثال :

جو فیصلہ عقل کے ذریعے کیا جاتا ہے وہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ تہ خانے میں بیٹھ کر گھڑی اور نقشے کی مدد سے فیصلہ کیا جائے اور جو اللہ کی کتاب، اللہ کی وحی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے مینار کے اوپر بیٹھ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر فیصلہ کرنے والا ہے-علامہ اقبال نے فرمایا کہ-

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

نبی اور پیغمبر جو کہتا ہے آنکھوں سے دیکھ کر کہتا ہے، تخمینہ اور اندازے سے نہیں کہتا --- تو میرے دوستو! جب عقل کا درجہ نیچے ہے-وحی کا درجہ اوپر ہے- تو اس کا

مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کی وحی کو معیار اس طرح کا نہ بنائیں کہ آپ اس کو عقل کا معیار بنائیں -بے شک اللہ نے عقل پیدا کی ہے وہ بھی فضیلت کی چیز ہے لیکن عقل کبھی کبھی غلطی بھی کرتی ہے بالکل اسی طریقے سے غلطی کرتی ہے جس طریقے پر آپکی قوت ذائقہ غلطی کرتی ہے کسی کو سانپ کاٹ لے آپ اس کو شہد کھلایئے، گھی کھلایئے ،وہ کہے گا کہ یہ کیا کڑوی کڑوی چیز کھلا رہے ہو- بھئی ہم قرآن اٹھا کر کہتے ہیں کہ یہ میٹھی چیز ہے-وہ کہے گا کہ نہیں میں بھی قرآن اٹھا کر کہتا ہوں کہ کڑوی ہے-وجہ یہ ہے کہ سانپ کے کاٹنے سے جب زہر پھیل جاتا ہے وہ اتنا کڑوا ہوتا ہے یا کوئی اور بیمار ہو اس کو ہر ایک چیز کڑوی لگتی ہے-

لہذا ان قوتوں کے ذریعے سے انسانی عقل فیصلہ دیتی ہے اور جس طریقے سے کہ قوت ذائقہ بیمار ہوتی ہے کبھی کبھی یہ بیار کی عقل کو بھی بیمار کر دیتی ہے اور بعض اوقات بیمار بھی نہیں ہوتی لیکن بعض اوقات انسان کو اس کے استعمال کا طریقہ نہیں معلوم ہوتا-

سنا ہوگا آپ نے کہ کسی بندر نے حجام کو دیکھا تھا کہ وہ استرے سے حجامت کر رہا ہے- بندر کی عادت ہوتی ہے نقل اتارنے کی-بندر نے وہ آلہ تو ہاتھ میں لے لیا لیکن یہ نہیں معلوم کہ یہ کس طریقے پر استعمال کیا جاتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے ہی جسم اور بدن کا حصہ کاٹ لیا- عقل سمجھنے کے لئے ----کہ کس طرح استعمال کی جاتی ہے اللہ سے پوچھو، اللہ کے رسول سے پوچھو، اللہ والوں سے پوچھو-

بالکل ایسے ----میں کہوں یہ شیشہ ہے اس شیشے کے اندر ہر چیز نظر آتی ہے جو چیز آپ اس میں دیکھیں گے وہ نظر آتی ہے آپ کا سر نظر آئے گا آپ کی آنکھیں نظر آئیں گی، آسمان نظر آئے گا، پرندہ نظر آئے گا آگے کی چیزیں پیچھے کی چیزیں بھی نظر آئیں گی -ایک صاحب نے مولوی صاحب کی یہ بات سنی اور جب گھر پہنچے تو کہنے لگے کہ اچھا میں دیکھتا ہوں کہ شیشے سے یہ گدی کے بال پیچھے سے نظر آتے ہیں یا نہیں-اب اس نے شیشہ کو آگے رکھا ادھر رکھا، اوپر کرتا ہے، نیچے کرتا ہے، گدی کے بال نظر

نہیں آتے -اس نے کہا کہ یہ تو مولوی صاحب نے غلط کہا ہے اس میں ہر چیز نظر آتی ہے مگر گدی کے بال نظر نہیں آتے، میں نے ساری کوششیں ختم کر دی ہیں- مولوی صاحب کے پاس پہنچے -انہوں نے کہا کہ بندے ہم سے یہ بھی پوچھ لیا ہوتا کہ دیکھنے کا طریقہ کیا ہے ؟----- آؤ ہم بتائیں----- دو آئینے لاؤ، ایک آئینہ پیچھے رکھو، ایک آئینہ آگے رکھو آگے کے آئینے میں پیچھے کے بال نظر آنے لگیں گے -اگر اس کو دیکھنے کا یہ طریقہ معلوم ہے تب تو نظر آئیں گے اور اگر یہ طریقہ ہی معلوم نہیں تو کیسے نظر آئیں گے-؟

آج ہر شخص دین اسلام اور شریعت کے اندر اجتہاد کے در پے ہے- ہر شخص اجتہاد کر رہا ہے بلکہ میں یہ عرض کروں گا کہ آج کل اسلام اور قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ بھئی مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ- جو میرے خیر خواہ بن کے جو اجتہاد کر کے اللہ کے منشاء کو مٹا رہے ہیں اسی لئے میرے دوستو! یہ بات یاد رکھئے---- قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہے، جو صحابہ کرامؓ سے منقول ہے جو سلف صالحین سے منقول ہے- جو اللہ والوں سے منقول ہے وہی اصل میں منشاء خداوندی ہے لیکن ان تمام چیزوں کو پس پشت ڈال کر کوئی آدمی کہتا ہے کہ بھئی ایک آدمی کی آنکھ نکال کے دوسروں کو آنکھ لگوانے کے لئے، دیکھئے فلاں حدیث ہے اور قرآن کی فلاں آیت یہ کہتی ہے ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر کسی کو، کسی انسان کا مادہ تولید اس کے رحم کے اندر ڈال کر بچہ پیدا کیا جائے اس کے لئے قرآن کی آیتیں ڈھونڈیں گے تلاش کریں گے یا قرآن کی کوئی آیت مل جائے- کوئی حدیث مل جائے میرے دوستو! یہ اجتہاد جو ہے اس وقت اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے-

ان چیزوں کو آپ سامنے رکھیں- یہ میرا پیغام ختم قرآن کے موقع پر ہے ہم اور آپ سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالی ہمیں اس قرآن پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اس قرآن کریم کے معانی کی حفاظت کی بھی توفیق عطاء فرمائے-

اے اللہ تیرا یہ کلام جس کی ہم نے تلاوت کی ہے۔اگر دانستہ نادانستہ طور پر ہم سے غلطی ہوئی ہو تو اے اللہ اس غلطی کو معاف فرما اور جتنے فتنے دین اور شریعت کے معاملہ میں اجتہاد کے ذریعے سے آرہے ہیں۔ان تمام فتنوں کو تو تہس نہس فرما اور تمام فتنوں کو تو ختم فرمادے-----آمین!

(ماہنامہ الخیر ملتان)

مولانا احتشام الحق کی رباعیات

لوگوں کا ہر ایک کام بھی کرنا مشکل انکار پہ طعنوں کا بھی سننا مشکل
افسوس کہ اعزاز کے ساتھ اے شاکر دنیا میں شریفوں کا ہے رہنا مشکل

اصلاح باطن اور خوف خدا

الحمد لله نحمده ونستعينه و نستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له و نشهد ان لا اله الا ا لله وحده لا شريك له ونشهدان سيد نا ونبينا و مولانا محمد اعبده ورسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله اصحابه اجمعين اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِرَتْ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِىْ اَىِّ صُوْرَةٍ مَاشَاءَ رَكَّبَكَ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِىْ جَحِيْمٍ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ وَمَاهُمْ عَنْهَا بِغَائِبِيْنَ وَمَا اَدْرٰئكَ مَايَوْمُ الدِّيْنِ ثُمَّ مَا اَدْرٰئكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ

صدق الله العظيم

اصلاح باطن کی ضرورت

بزرگان محترم وبرادران عزیز! جس جلسہ میں ہم جمع ہیں یہ ایک تبلیغی اصلاحی جلسہ ہے جس کی غرض وغایت اور مقصد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو پہنچانا اور

دین کے وہ اصول اور احکام بیان کرنا جن سے ہماری اور ہمارے معاشرے کی اصلاح ہو‘ بالخصوص اس زمانہ میں کہ ہم اپنے جسم کو خوبصورت بنانے میں مصروف ہیں‘ کراچی شہر کو اگر آپ دیکھیں تو آپ کو ایسی دکانیں مل جائیں گی کہ جہاں لوگ جاکر اپنے بالوں کو حسین بناتے ہیں اور جسم کو سڈول اور خوبصورت بنانے کیلئے طریقے بتائے جاتے ہیں تو اس زمانہ میں لوگ جسم کو خوبصورت بنانے کی طرف متوجہ ہیں لیکن ہم سے ایسے کتنے لوگ ہیں جو ایسے ادارے میں جاتے ہوں کہ جہاں اخلاق کو حسین بنایا جاتا ہے‘ اور جہاں عادتوں اور انسان کی روح کو زینت دی جاتی ہو‘ اول تو اس زمانہ میں عام طور پر مانتا ہوں دین جاننے کا لوگوں کے دلوں میں شوق باقی نہیں رہا جہاں حقیقت میں انسان کے اخلاق کو خوبصورت بنایا جاتا تھا‘

نجات کا مدار اعمال صالحہ پر ہے

اور جو لوگ جاتے بھی ہیں تو عام طور پر ان کی توجہ اخلاق کی طرف نہیں ہوتی کہ اپنے اخلاق اور عادتوں کو وہ سنواریں بلکہ سمجھتے ہیں کہ کسی شیخ کے مرید ہو جائیں تو دنیا میں ہمارا وجھ ہلکا ہو جائے گا اور یہ آخرت میں ہمیں بخشوا دے گا جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا پیر ٹھیکہ دار ہے اس نے آپ کی نجات کا ٹھیکہ لے لیا ہے اور آپ کو کچھ نہیں کرنا سب کچھ اس نے ہی کرنا ہے اور وہ آپ کو آخرت میں بخشوا کر جنت میں پہنچادے گا

عبرت آموز دو واقعے :

حالانکہ اگر کسی بڑی سے بڑی نسبت اور تعلق کی بناء پر نجات ممکن ہو تو حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی جن کا نام فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے ان سے زیادہ بڑی نسبت اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر آدم کی اولاد میں کسی کو حاصل نہیں‘ ایک تو نبیوں اور پیغمبروں کی نسبت پھر ایسے نبی کی نسبت کہ جو تمام انبیاء علیھم

السلام میں امام اور سردار کا درجہ رکھتے ہیں، جو کہ امام الانبیاء ہیں، بعض حضرات نے تو یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ تمام انبیاء اپنی امتوں کے نبی ہیں اور آپ ﷺ تمام انبیاؤں کے بھی نبی ہیں، آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں، اندازہ لگائیں کہ جب آپ ﷺ کا یہ مرتبہ اور مقام ہے تو پھر اگر آپ ﷺ کی نسبت کسی کو حاصل ہو جائے تو کیا اس سے بڑی بھی کوئی نسبت ہو گی لیکن آپ ﷺ نے دو موقعوں پر ارشاد فرمایا، ایک تو اس وقت کہ جب کہ ایک عورت جس کا نام فاطمہ تھا مخزومی قبیلہ سے تھی چوری کے جرم میں پکڑی ہوئی آئی اور کسی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ ﷺ سے سفارش کر دی کہ یا رسول اللہ یہ عورت زاد ہے اسے چھوڑ دیں، ان بیچاروں سے بھول ہو گئی کیونکہ مجرم کی سفارش کرنا جرم میں شریک ہونا ہے لیکن ان بیچاروں کو خیال ہوا کہ یہ عورت ہے اس لئے اس کو سزا دینے کا کیا فائدہ اس لئے انہوں نے آکر سفارش کر دی۔ حدیث میں آتا ہے کہ غصہ کی وجہ سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو مخزومی قبیلہ کی فاطمہ ہے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی یہ جرم کرتی تو میں بخشنے والا نہ تھا چاہے وہ نبی زادی ہو یا نہ ہو قانون سب کے لئے برابر ہے۔ ایک واقعہ یہ تھا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو خطاب کر کے نصیحت کی ہے کہ یا فاطمۃ انقذی نفسك من النار فان لا اغنی عنك من الله شیئا کہ اے فاطمہ آپ جہنم سے بچنے کے لئے خود اپنے عمل سے کوشش کرنا یہ نہ سمجھنا کہ میں نبی کی بیٹی ہوں میں تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہاں نجات کا مدار عمل صالح ہے۔ اب آپ بالکل فارغ ہو گئے اور اب آپ کو کچھ نہیں کرنا یہ اس لیے میں نے عرض کیا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنے آپ بتائیں کہ دنیا میں وہ کونسا پیر ہے اور شیخ ہے کہ جس کی نسبت حاصل ہونے کے بعد آپ کو درست کرنے کی ضرورت نہیں بس کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو اس کے بعد بیڑہ پار ہے۔ ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت مولانا تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں نے فرمایا ہے کہ!

راہبر تو بس دکھا دیتا ہے راہ ' راہ چلنا راہرو کا کام ہے

اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو اس میں اتنی غلط فہمیاں ہو گئی ہیں کہ جس کی وجہ سے اس کو بڑا بدنام کر دیا کہ پیری مریدی دنیا میں سب سے بری چیز ہے۔

پیری مریدی کی ضرورت:

حالانکہ لوگ پیری مریدی کا مطلب نہیں سمجھے۔ پیری مریدی دراصل ایک معاہدہ ہے دو آدمیوں کے درمیان ایک آدمی واقف ہے اور ایک ناواقف ہے جیسے کوئی شخص لندن سے چل کر کراچی میں آئے اور اپنے ساتھ کسی راہبر کو ساتھ لے لے اور اسے کہے کہ میں یہاں کی جگہ سے ناواقف ہوں اور تم یہاں کے رہنے والے ہو اور واقف ہو تم مجھے راستہ بتاتے رہنا اور دونوں کے درمیان معاہدہ اس بات پر ہوتا ہے کہ تم ناواقفیت کے موقع پر ہم سے پوچھنا اور ہم ناواقفیت کے موقع پر اپنے تجربہ سے تمہیں فائدہ پہنچائیں گے۔ مگر لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ پیری مریدی کا مطلب یہ ہے کہ پیر صاحب سہ ماہی' ششماہی یا سالانہ ٹیکس وصول کرنے کے لئے آتے ہیں اور جب ہم نے ٹیکس دے دیا تو بس سیدھے جنت میں پہنچ گئے اس لئے علامہ اقبال نے ایسے پیروں کی خبر لی ہے فرمایا کہ!

مجھ کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا ہر خرقہ طالوس کے اندر ہے مہاجن

فرمایا کہ یہ ٹیکس جو وصول کرتے ہیں درحقیقت رشوت اور سود ہے' حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ پیروں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے صافہ میں ہاتھ ڈال کر سر میں کھجلا رہا ہو تو پیر صاحب سمجھتے ہیں کہ نوٹ نکال رہا ہے' بس دل ادھر ہی لگا ہوا ہے فرمایا کہ!

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقہ طالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصور میں عقابوں کے نشیمن

جن گھونسلوں میں بیٹھے ہوئے ہیں یہ گھونسلے کوے اور چیل کے نہیں ہیں لیکن آج اس پر گد بیٹھے ہوئے ہیں کوے بیٹھے ہوئے ہیں کسی زمانہ میں اس پر شاہین اور عقاب بیٹھا کرتے تھے' اللہ والے اس مسند پر بیٹھ کر اصلاح کیا کرتے تھے انہوں نے جو یہ شکایت کی ہے یہ تاجرانہ قسم کے پیروں کی کی ہے ان پیروں کی شکایت کی ہے جو در حقیقت پیری اور مریدی کے مقصد کو نہیں سمجھے بلکہ وصول کو سمجھے ہیں کہ یہ پیری مریدی ہے اسی لئے میں نے عرض کیا کہ لوگوں میں بڑی غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ یہ پیری مریدی ہے اس لئے میں نے عرض کیا کہ لوگوں میں بڑی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے دونوں کے درمیان معاہدہ کام پیری مریدی ہے لیکن یاد رکھئے جیسا کہ ٹریفک پولیس والا چراہے پر کھڑا ہوا آپ کو راستہ بتاتا ہے کہ یہاں سے سیدھے چلے جایئے آگے جا کر آپ کا فلاں رنگ کا مکان نظر آئے گا اس کے ساتھ ہی آپ کی منزل مقصود ہے جہاں آپ نے جانا ہے میں آپ کا بوجھ اٹھا کہ وہاں پہنچاؤنگا نہیں میرا کام راستہ بتانا ہے اسی طریقہ پر پیر صاحب حمال اور مزدور نہیں ہے جو آپ کو کندھے پر بیٹھا کر جنت میں چھوڑ آئے گا' فرمایا کہ!

راہبر تو بس دکھا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہ رو کا کام ہے
تجھ کو راہبر لے چلے گا دوش پر
یہ تیرا راہ رو خیال خام ہے

آجکل کے پیروں کا حال اور ایک پیر کی حکایت

اور اس زمانہ کے جو پیر صاحب ہیں' معلوم نہیں خود بھی جنت میں جائے گا یا نہیں تجھے کہاں سے جنت میں پہنچائے گا- حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ کسی مرید نے آکر پیر صاحب سے کہا کہ حضرت جی رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اور آپ ایسی جگہ پر موجود ہیں جو کہ بڑی عالیشان جگہ ہے اور میری انگلی پاخانہ میں بھری ہوئی ہے اور آپ کی انگلی شہد میں بھری ہوئی ہے- پیر صاحب بڑے خوش ہوئے صبر نہیں ہو سکا فورا بولے کہ تم نے بالکل ٹھیک دیکھا کہ پاخانہ دراصل دنیا کی غلاظت ہے اور شہد دین داری اور تقوی کی نشانی ہے تو تم دنیا کے کتے ہو اور میں بزرگ ہوں اس لئے تم نے صحیح دیکھا اس نے کہا کہ حضور آپ نے اتنی جلدی تعبیر دے دی ابھی میرا خواب پورا نہیں ہوا کہنے لگا کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری انگلی آپ چاٹ رہے ہیں اور آپ کی انگلی میں چاٹ رہا ہوں' پیر صاحب یہ سن کر بڑے ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ اس گستاخ کو یہاں سے نکالو اور اسے وہاں سے نکلوا دیا

انسان احسن المخلوقات ہے

اسی لئے میں نے کہا کہ اس زمانہ میں لوگ اپنے جسم کو سنوارنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہیں بالوں کو گھنگروالا بنایا جاتا ہے' کہیں رنگ کو خوبصورت بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہیں جسم کو سڈول بنایا جاتا ہے حالانکہ حق تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے انسان اس کائنات میں کوئی چیز تجھ سے زیادہ حسین نہیں ہے حتی کہ چاند سورج بھی اتنے حسین نہیں ہیں جتنا کہ حسین اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا ہے' حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک عورت روتی ہوئی آئی اور آکر حضرت امام شافعیؒ سے کہا میں مصیبت میں گرفتار ہوں کہ میرے شوہر نے آج مجھ سے کہہ دیا ہے کہ اگر تو چاند سے زیادہ حسین نہیں ہے تو تجھ کو تین طلاق ہے مجھ کو

تین طلاق ہو گئی ہیں فرمایا کہ نہیں جاؤ اور اپنے شوہر کے ساتھ جا کر رہو تجھ پر ایک طلاق بھی نہیں ہوئی اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ دنیا میں انسان کو سب سے زیادہ حسین ہم نے پیدا کیا ہے لہذا تو چاند سے زیادہ حسین ہے تجھ پر طلاق واقع نہیں ہوئی' کیونکہ چاند میں روشنی اور نور ہے مگر چاند میں آنکھیں موجود نہیں اس طرح وہ قدو قامت نہیں جس کو شاعر کہتے ہیں کہ میرے محبوب کا قد ایسا ہے جیسے سرو کا درخت' چمک اور نور بے شک موجود ہے مگر قدو قامت نہیں ہے

وائے بر شاعران نادیدہ غلطی را نخود پسندیدہ

شاعر کہتا ہے کہ یہ شاعر بڑے بے وقوف ہیں کہ انہوں نے میرے محبوب کے قد کے بارے میں یہ کہہ دیا ہے کہ میرے محبوب کا قد ایسا ہے جیسے سرو کا درخت اور میرے محبوب کے قدو قامت کی انہوں نے توہین کر دی وجہ یہ ہے کہ سرو کے درخت پر ہاتھ پھیر کر دیکھو تو کھردرا معلوم ہو گا اور محبوب کے قدو قامت پر ہاتھ پھیر کر دیکھو تو کھردرا پن کہیں نظر نہیں آئے گا گویا سرو کے ساتھ تشبیہ دینا محبوب کی توہین کرنا ہے

وائے بر شاعران نادیدہ غلطی را نخود پسندیدہ

سرو را قدیاری گویند سرو چوب است ناتراشیدہ

سرو ایک ناتراشیدہ لکڑی ہے تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم نے میرے محبوب کے قدو قامت کو اس کے ساتھ تشبیہ دے دی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا نور

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ سے پوچھا کہ یہ بتلایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی چمک اور جو آپ کے چہرہ کا نور تھا کیا وہ اس طرح تھا جیسا کہ دھوپ میں چمکتی ہوئی تلوار نظر آتی ہے' صحابیؓ نے سن کر کہا کہ خبردار اور توبہ کر تجھ کو معلوم نہیں ہے

کہ آپ ﷺ کا مرتبہ اور عظمت اتنی بڑی ہے کہ اللہ کے بعد ساری عظمتیں آپ ﷺ پر ختم ہیں اور آپ ﷺ کے چہرے کو تلوار کے ساتھ مت تشبیہ دیں کیونکہ تلوار مہلک ہے اور قاتل ہے جبکہ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر مردہ میں روح اور حیات پیدا ہو جاتی تھی'

ایک عجیب بابرکت وظیفہ

علماء نے لکھا ہے کہ وہ آیت جس میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر ہے اور وہ سورۂ توبہ کی آخری آیت لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ الخ ہے جو شخص اس آیت قرآنی کو جس دن تلاوت کر لے گا اس دن اس شخص کو موت نہیں آئے گی وہ اس دن موت سے محفوظ ہو جائے گا' یہ اس آیت کی خاصیت ہے اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ تو بہت اچھا نسخہ ہے اور اب کبھی بھی ہم نہ مریں گے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے قدرت کا نظام بڑا حکیمانہ ہے جس دن موت آنی ہے اس دن یہ آیت پڑھنا بھول جاؤ گے موت اپنے وقت پر ہی آئے گی' تو عرض یہ کر رہا تھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ کی چمک کو تلوار کی چمک سے تشبیہ دینا درست نہیں کیونکہ تلوار مہلک اور قاتل ہے' کیا آپ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔

غزوہ احد میں آپ ﷺ کا تلوار سے براء

حالانکہ غزوہ احد میں آپ ﷺ تلوار لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا کہ من یا خذ ھذا السیف میری یہ تلوار تم میں سے کون لیتا ہے' صحابہؓ پروانہ وار ٹوٹ پڑے ہر صحابی اسے لینے کیلئے آگے بڑھا' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھہرو! یہ تلوار اس کو ملے گی جو اس کا حق ادا کرے گا تم میں سے کون وعدہ کرتا ہے جو اس کا حق ادا کرے گا اب سب سناٹے میں ہیں صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس تلوار کا حق کیا ہے' ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس تلوار

کا حق یہ ہے کہ اس تلوار سے صرف لڑنے والوں کو مارا جائے اس سے عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے اس طرح بوڑھوں کو بھی قتل نہ کیا جائے اسلام کے اصول جنگ کے اندر یہ چیز ہے کہ جنگ میں جو لڑنے والے ہیں انہیں مارو، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور راھبوں جو اپنی عبادت خانوں میں عبادت کر رہے ہیں انہیں قتل نہ کرو، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس سے صرف لڑنے والوں کو مارا جائے، دوسری روایت میں یہ آتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ جواب دیا کہ اس تلوار کا حق یہ ہے کہ لڑنے والوں کو اتنا مارنا اتنا مارنا کہ مارتے مارتے اور قتل کرتے کرتے تلوار ٹیڑھی ہو جائے، تو تم میں سے کوئی یہ حق ادا کرے گا؟ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالی عنہ آگے بڑھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی تلوار کا حق ادا کروں گا مجھے دے دیجئے تو آپ ﷺ نے انہیں دے دی۔

حضرت ابو دجانہ کا حال

اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ جب اعلان جنگ ہوتا تھا اور میدان میں آتے تھے اور سرخ جوڑا پہن لیتے تھے اور اس طرح شوخیاں کرتے ہوئے آتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ اتنی خوشی کسی کو عید کی نہیں ہوتی جتنی انہیں خوشی ہوتی تھی۔ چنانچہ یہ شوخیاں کرتے ہوئے آرہے ہیں آپ ﷺ نے انہیں دیکھ لیا تو فرمایا کہ ابو دجانہ یہ رفتار جس سے آپ آرہے ہیں خدا کو پسند نہیں ہے یہ شوخی کی چال اللہ تعالی کو پسند نہیں ہے لیکن چونکہ تو میدان جہاد میں شوخیاں کرتا ہوا آرہا ہے اس لئے خدا کو پسند ہے علاوہ جہاد کے یہ رفتار خدا کو پسند نہیں اور حضرت ابو دجانہ نے پھر واقعۃً تلوار کا حق اسی طرح ادا کیا ہے کہ بہت سے کفار کو اس تلوار سے مارا میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا آپ کے چہرے کے نور کو تلوار سے تشبیہ دینا منع ہے پھر تلوار کی وہ چمک جو دھوپ میں محسوس ہوتی

ہے یہ بینائی کو کمزور کر دیتی ہے اس لئے جب آپ سورج کی طرف دیکھیں گے تو آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی سفید رنگ بینائی کو کمزور کرتا ہے اس وجہ سے بعض ممالک میں ابھی تک ٹیلی ویژن نہیں جاری کیا صرف یہ سمجھ کر کہ بینائی پر خراب اثر پڑتا ہے' ،جنوبی افریقہ جہاں پر خالصۃً انگریز کی حکومت ہے وہاں ابھی تک ٹیلی ویژن نہیں ہے اور بھی کئی باتیں وہاں کی سامنے آئیں مثلاً اتوار کے دن اور رات کو سینما بالکل بند ہوتا ہے میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے ہمارے ہاں تو اتوار کو زیادہ تماش بین ہوتے ہیں اور یہاں اس دن بالکل سناٹا ہے انہوں نے کہا کہ آج کا دن ہماری مذہبی عبادت کا دن ہے اس دن ایسی خرافات کو ہم روا نہیں رکھتے اور یہاں یہ حال ہے کہ جب کوئی پکچر شروع ہونا ہو تو وہ جمعہ کے دن شروع ہوتا ہے کوئی کھیل سٹیڈیم میں شروع ہونی ہو وہ جمعہ کے دن ہوتا ہے' ذرا یورپ کے ممالک میں جایئے اور وہاں اتوار کو شروع کر کے دیکھئے مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کے اندر زندہ قومیں ہیں اور ہم باوجود اس کے کہ اپنے آپ کو آزاد کہتے ہیں ہمارا ضمیر اور دل ودماغ غلام ہیں'

آج کل کے مجتہدین کا حال

اور آج کل بڑے بڑے مجتھد پیدا ہو گئے ہیں اگر کسی سے کہیں کہ آج جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے آج کا دن مقدس دن ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں راہبوں اور یہودیوں کی طرح نہیں ہے کہ آج کے دن ہم کوئی کام بھی نہیں کریں گے اور کہتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے کہ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل اور روزی تلاش کرو' معلوم نہیں کہ ان کو قرآن کس نے سکھایا ہے صرف وَابْتَغُوْا تو یاد کر لیا لیکن اس سے پہلے کیا ہے' اس سے پہلے ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ کہ جمعہ کے دن تیاری کر کے نماز جمعہ ادا کرو اور جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو پھر بے شک روزی تلاش کرو' تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ایسی قومیں بھی موجود ہیں جنہوں نے کہا کہ

ہمارے لوگوں کی نظریں اور اخلاق خراب ہوتے ہیں اس لئے انہوں نے ٹیلی ویژن جاری نہیں کیا، ہم چین میں گئے جو کہ بہت بڑا ملک ہے جس نے مادی اعتبار سے بھی ترقی کی اور اخلاقی اعتبار سے بھی ترقی کی آپ کو وہاں کوئی چور نہیں ملے گا۔

تو انسانیت اصل میں اچھے اخلاق اور اچھی تہذیب کا نام ہے اور انسان کی اچھی عادتوں کا نام انسانیت ہے' اونچے اونچے مکانات اور بڑی بڑی ملوں کا نام اور بہترین بہترین لباس کا نام انسانیت نہیں ہے' انسانیت حسن اخلاق کا نام ہے۔ ایک وفد مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گیا جن میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جا کر شاہ حبشہ نجاشی سے ملا پیچھے پیچھے کفار قریش بھی پہنچ گئے انہوں نے جا کر نجاشی سے کہا کہ یہ مسلمان آئے ہیں جو کہ نئے نبی اور پیغمبر کو مانتے ہیں آپ انہیں اپنے ملک سے نکال دیجئے' شاہ نجاشی نے کہا کہ جب تک میں ان سے بات نہ کر لوں میں نہیں نکالوں گا' میں ان کو بلا کر ان سے بات کرتا ہوں چنانچہ وہ مسلمانوں کا وفد نجاشی کے دربار میں آیا اور کفار قریش بھی آئے ان کفار قریش نے کہا کہ حضور دیکھئے ان کے قد کتنے چھوٹے ہیں ان کی شخصیت پروقار نہیں ہے یہ کوئی سنجیدہ اور معقول آدمی نہیں ہیں' حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے شاہ حبشہ میری بات سنئے حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ الانسان باصغرین کہ انسان لمبے لمبے قد و قامت کا نام نہیں ہے' سرخ سفید رنگ کا نام انسان نہیں ہے انسان' دو چھوٹی چھوٹی چیزوں کا نام ہے الانسان باصغرین القلب واللسان یعنی دل اور زبان کا نام انسان ہے' شاہ نجاشی بڑا متاثر ہوا' حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ اگر کسی کا قلب اچھا ہے تو وہ انسان ہے' اگر کسی کی زبان اچھی ہے تو وہ انسان کہلانے کے قابل ہے' اگر کسی کا لمبا قد موجود ہے مگر نہ اس کا دل اچھا ہے نہ اس کی زبان اچھی ہے وہ انسانوں میں شمار کرنے کے قابل نہیں ہے' اور زبان پر تو بہت بڑا ادارومدار ہے اس لئے کہ ایک شخص مہذب ہے زبان کے اعتبار سے تو سب کی دلداری کرے گا کسی کے دل کو تکلیف نہیں پہونچائے گا اور ایک شخص بے باک اور

بد تمیز ہے ایک عربی شاعر نے کہا کہ نیزوں کا زخم بھر سکتا ہے مگر باتوں کا زخم نہیں بھر سکتا

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ماجرح اللسان

زبان جو زخم مارتی ہے وہ زخم کبھی نہیں بھرتا تلوار اور نیزہ کا زخم بھر جاتا ہے

طعنہ دینا مسلمان کی شان نہیں

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لیس المومن بطعان مسلمان کی شان طعنہ دینا نہیں ہے، پہلے کسی زمانہ میں عورتوں کے اندر یہ مرض تھا اور ان کو الزام دیا جاتا تھا کہ یہ ایک دوسرے کے اوپر طعنہ بازی کرتی ہیں اور آج جبکہ ہماری سوسائٹی گر چکی ہے مردوں میں بھی یہ بیماری آگئی ہے کہ ایک دوسرے کو طعنہ دیتے ہیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد سن لیجئے کہ لیس المومن بطعان ولالعان ولا فحاش مسلمان اور مومن کی شان طعنہ دینا نہیں ہے اور نہ ہی لعنت بھیجنا مومن کی شان ہے اور نہ فحش گوئی، کہتے ہیں کہ ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جو غیرت اور شرم کے خلاف ہوں، نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام عمر میں کسی مسلمان یا غیر مسلمان کے ساتھ مذاق نہیں کیا جس کو ہم اپنی سوسائٹی میں مذاق کرنا کہتے ہیں، اور میں نے ایسے لوگوں کی سوسائٹی بھی دیکھی ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے ایک دوسرے کو مذاق میں گالیاں دیتے سنا ہے اور گالی بھی معمولی نہیں معلوم ہوا کہ ان کا تو مذاق ہی یہی ہے کہ ایک دوسرے کو مذاق میں گالی دیتے ہیں یہ آج کل کی مہذب سوسائٹی ہے۔

آپ ﷺ نے مذاق تمام عمر نہیں کیا مزاح کیا ہے

سرکار دو عالم ﷺ نے تمام عمر کسی سے مذاق نہیں کیا کیونکہ مذاق میں طعنہ بھی آجاتا ہے اور چوٹ بھی کی جاتی ہے مگر آپ ﷺ نے مزاح فرمایا ہے، مزاح کے معنی خوش طبعی کی باتیں ہیں، مزاح میں کسی پر چوٹ نہیں کی جاتی جیسا کہ مذاق میں

ایک دوسرے پر چوٹ کی جاتی ہے اور بعض دفعہ یہ مذاق ہی دشمنی کا سبب بن جاتا ہے اس مذاق کا نمونہ جس میں ایک دوسرے پر چوٹ ہو وہ یہ ہے 'اکبر کے زمانہ میں آپ نے فیضی کا نام سنا ہوگا اور اس کے باپ کا نام مبارک تھا فیضی کے گھر کتے پلے ہوئے تھے اور اتفاق سے ایک کتیا نے بچے بھی دیئے ہوئے تھے جو کہ باہر پھر رہے تھے عرفی ایک شاعر ہے وہ فیضی کے پاس آیا اور اس نے آکر مذاق کیا عرفی نے فیضی سے پوچھا کہ یہ جو آپ کے بیٹے اور اولاد پھر رہی ہے (مطلب یہ کہ آپ کتے ہیں اور یہ کتے کے بچے ہیں) ان کا نام کیا رکھا ہے' فیضی سمجھ گیا کہ اس نے چوٹ کی ہے اور مجھے کتا کہا ہے تو فیضی نے جواب میں کہا کہ ان کا نام عرفی ہے مطلب یہ کہ آپ عرفی ہیں یہ نام ہے ان کا عرفی نے اندازہ لگا لیا کہ اس نے بھی مجھ پر چوٹ کر دی ہے تو عرفی نے اس سے بھی بڑھ کر چوٹ کی اور کہا کہ ان کا نام مبارک ہے اور مبارک فیضی کے والد کا نام تھا یعنی ان کا نام عرفی نہیں ہے بلکہ ان کا نام مبارک ہے' اس کو مذاق کہتے ہیں اور یہ مذاق اللہ والوں کی نشانی نہیں ہے سرکار دو عالم ﷺ نے تمام عمر کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا کیونکہ مذاق میں چوٹ کی جاتی ہے جو کہ ناجائز ہے ہاں خوش طبعی کی بات جس میں کسی پر چوٹ نہیں وہ درست ہے۔

آپ ﷺ کا مزاح فرمانا

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ ایک صحابی کا ہاتھ پکڑ کر بطور مزاح فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا گاؤں ہے اور میں اس کا شہر ہوں اس لئے کہ جب یہ گاؤں سے آتا ہے تو میرے لئے چیزیں لے کر آتا ہے جو یہاں نہیں ملتیں اور جب یہ یہاں سے واپس جاتا ہے تو میں اس کو وہ چیزیں دے دیتا ہوں جو شہر میں ملتی ہیں گاؤں میں نہیں ملتیں'

ہدیہ کا سنت طریقہ

حضور اکرم ﷺ سے زیادہ پر عظمت ہستی اس کائنات میں کوئی نہیں ہے

لیکن آپ ﷺ جب کسی کا ہدیہ قبول فرماتے تھے تو ہدیہ دے بھی دیتے تھے مجھے یاد ہے کہ کشمیر کے ایک مولانا صدیق صاحب تھے وہ ایک دن فرمانے لگے کہ مولوی صاحب آپ کو خبر ہے کہ مولویوں کے پاس ایک فنڈ ہوتا ہے جس کا نام جزاک اللہ ہے میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں سمجھا فرمانے لگے کہ جب کوئی ہدیہ اور تحفہ لا کر دیتا ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں جزاک اللہ تو یہ جو طریقہ اختیار کیا ہوا ہے کہ ہدیہ دینا لوگوں کو مبارک اور ہدیہ لینا ہمیں مبارک یہ صحیح نہیں کیونکہ ہدیہ دونوں طرف سے دیا جاتا ہے اور دونوں طرف سے لیا جاتا ہے تو اگر علماء صلحاء کو لوگ ہدیہ دیں تو انہیں بھی چاہیے کہ یہ بھی ان کو ہدیہ دے دیا کریں چاہے جائے نماز دے دی' چاہے تسبیح دے دیں چاہے قرآن کریم کا ایک نسخہ دے دیں چاہے کوئی کتاب دے دیں ہدیہ دونوں جانب سے ہونا چاہیے ایک جانب سے نہیں ہونا چاہیے

ایک صحابی کا مزاح فرمانا

حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک صحابی پہنچے اور انکی آنکھ دکھ رہی تھی اور یہ بات مشہور ہے کہ اس زمانہ میں میٹھا کھانے سے آنکھ میں تکلیف ہوتی تھی وہ صحابی کھجور کھا رہے تھے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ کھجور کھا رہے ہیں جبکہ آپ کی آنکھ دکھ رہی ہے وہ کہنے لگے کہ یارسول اللہ میں دوسری طرف سے کھا رہا ہوں جدھر کی آنکھ نہیں دکھ رہی تو یہ خوش طبعی کی بات تھی۔

حضرت علیؓ کا مزاح فرمانا

حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے کسی شخص نے یہ کہا کہ اس شخص نے خواب دیکھا ہے اور خواب میں یہ میرے گھر والوں کی بے حرمتی کر رہا ہے اس کو آپ سزا دیں فرمایا کہ بہت اچھا' جلاد کو حکم دیا کہ اس کو دھوپ میں کھڑا کرو اور اس کے سایہ پر کوڑے لگاؤ' اب سایہ کے اوپر کوڑے لگائے جا رہے ہیں وہ کہنے لگا کہ یا امیر المومنین

آپ یہ کیسی سزا دے رہے ہیں اس کے بدن پر تو لگ ہی نہیں رہا' آپ نے فرمایا کہ میاں جو تم نے جرم بیان کیا ہے وہ بھی تو خواب ہی کا ہے ہاتھ اور جسم کا تو نہیں ہے تو سزا بھی ایسی ہی ہونی چاہیے کہ جو جسم پر نہ لگے۔

ایک مکالمہ

حضرت علی کرم اللہ وجھہ نہایت ظریف تھے' کسی بدو نے پوچھا کہ یا امیر المومنین یہ تو بتلایئے کہ یہ جو بارات لے جاتے ہیں اور نوشہ کو گھوڑے پر بٹھلاتے ہیں اور اس کا نام شادی رکھا ہے جبکہ کچھ روز کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ نام رکھنے والے نے بڑا دھوکہ دیا ہے اس لئے کہ جس کا نام شادی رکھا ہے اس کے چند مہینوں کے بعد ہی انسان سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے کہ کیا مصیبت میرے سر پر آگئی ہے اس بدو نے کہا یا امیر المومنین یہ تو بتلایئے کہ نکاح کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ نکاح کی ابتداء بڑی لذیذ ہوتی ہے فرمایا کہ سرور شہر ایک مہینہ بڑی مسرت اور خوشی کا مہینہ ہے بدو نے پوچھا کہ یا امیر المومنین ثم ماذا اس کے بعد فرمایا کہ غموم دھر اس کے بعد ساری عمر غموں میں گذرے گی کسی کا کان گرم ہو گیا کسی کے لئے کپڑا لینے جا رہا ہے کسی کو ہسپتال لے جا رہا ہے کہا کہ ثم ماذا یعنی اس کے بعد کونسی منزل آتی ہے فرمایا کہ کسور ظھر آخری منزل یہ ہے کہ کمر ٹوٹ کے تیر کمان بن جاتی ہے کسی ۸۰' ۹۰ سال کے بوڑھے کو دیکھا ہو گا کہ بالکل دوہرا ہو جاتا ہے' جیسا کہ ایک بچہ نے ایسے ہی بوڑھے کو دیکھا تو پوچھا کہ بڑے میاں تیر کمان کتنے میں خریدی ہے تو بوڑھے نے بڑا اچھا جواب دیا کہ جب تم میری عمر کو پہنچو گے تو مفت میں مل جائے گی' ایک صاحب کی شادی ہوئی جنہیں کچھ پتہ نہیں تھا بیوی ان کی شاید پڑھی لکھی تھی ایک مہینہ کے بعد ہی بیوی نے ایک لمبی فہرست تیار کی کہ اتنا فرنیچر' اتنے برتن اتنا سامان آئے گا جب یہ فہرست ان صاحب

کے پاس پہنچی تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں نے تجھے قبول کیا تھا فہرست قبول نہیں کی تھی تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ نے مزاح فرمایا ہے مذاق نہیں فرمایا' مذاق میں طعنہ زنی ہوتی ہے مزاح میں خوش طبعی ہوتی ہے' آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں عرض کر رہا تھا آپ ﷺ نے معلم الاخلاق کی حیثیت سے ہمارے اخلاق کو درست فرمایا تو انسان کی اصل شرافت اس کے اعلیٰ اخلاق ہیں' اگر زبان اچھی ہے اور اخلاق اچھے ہیں تو وہ اعلیٰ درجہ کا انسان ہے معلوم ہوا کہ انسانیت دراصل نام سیرت کا ہے صورت کا نہیں ہے حضور اکرم ﷺ نے انسانوں کی ایک جماعت تیار کی جانوروں سے انسان بنایا آج آپ دیکھتے ہیں اس بات کا رونا رویا جاتا ہے کہ ہر چیز میں ملاوٹ ہو گئی ہے اور اس قسم کی چیزوں کو بند کرنے کے لئے لوگوں کو پکڑا جاتا ہے لیکن آپ امانت داری سے بتلایئے کہ کیا بے ایمان بد دیانتی ختم ہوئی' کہیں بھی نہیں' دیکھئے کہ آپ ﷺ نے جانوروں سے انسان کیسے بنایا' ان کی اصلاح کا طریقہ کیا تھا'

احساس ذمہ داری پیدا کرنی چاہیے

وہ طریقہ یہ ہے کہ انسان میں احساس ذمہ داری پیدا کی جائے جب انسان میں اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے تو اس انسان کی حیثیت بدل جاتی ہے ہنسے گا تو موقع دیکھ کے ہنسے گا' مثلاً اگر قبرستان ہے تو نہیں ہنسے گا اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبرستان میں ہنسنے سے منع فرمایا' بولے گا تو سوچ کے بولے گا' احساس ذمہ داری انسان کو انسان بنا دیتی ہے' تھوڑی سی دیر کے لئے غور کریں کہ یہ نظام حکومت جو آپ کو چلتا نظر آتا ہے یہ بھی احساس ذمہ داری پر چل رہا ہے ایک چپڑاسی یہ سوچتا ہے کہ کہیں مجھ سے میرا صاحب سوال نہ کر لے صبح ہی اٹھتا ہے میز کرسی صاف کرتا ہے دروازہ کھول کر رکھتا ہے کیونکہ اگر دیر ہو گئی تو صاحب کان پکڑ کر نکال دے گا اور

تنخواہ بند ہو جائے گی' اس طرح کلرک اپنے افسر سے ڈرتا ہے کہ کہیں جواب طلبی نہ ہو جائے اس طرح ایک افسر اپنے بڑے افسر سے ڈر رہا ہے تو سارا کا سارا نظام حکومت جو ہے وہ اس فکر میں ہے کہ کہیں جواب طلبی نہ ہو جائے اور اس خوف میں ہیں اسی کا نام احساس ذمہ داری ہے' آپ ایمانداری سے بتلائیں کہ اگر چپڑاسی' کلرک' افسر میں احساس ذمہ داری نہ رہے تو سارا کا سارا نظام درہم برہم ہو گا یا نہیں' یقیناً درہم برہم ہو جائے گا لیکن افسوس یہ ہے کہ انسان کی جواب طلبی کا احساس ہے مگر خدا کی جواب طلبی کا احساس نہیں ہے جب آپ کے اندر خدا کی طرف سے جواب طلبی کا خوف پیدا ہو جائے گا تو اس کا نام ہے خوف خدا اور خشیت الٰہی اور جب یہ جوہر انسان میں پیدا ہو جاتا ہے تو انسان جنید بغدادی بن جاتا ہے شبلی بن جاتا ہے غزالی بن جاتا ہے حسن بصری بن جاتا ہے وہ انسانی اخلاق و عادات کے اعتبار سے حسین بن جاتا ہے اور پھر اس کو قدم قدم پر یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں اللہ کے ہاں جواب طلبی نہ ہو جائے تو اگر خدا کی جواب طلبی کا خوف ہو اور چپڑاسی سے لے کر صدر مملکت تک سب کے دل میں خوف خدا ہو تو سب کے سب متقی پرہیزگار ہوں گے تو پھر معاشرہ میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہ ہو گی اور یہی وہ طریقہ تھا جس کے ذریعے سے حضور اکرم ﷺ نے جانوروں سے انسان بنایا' اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ عورتیں تمہارے نکاح میں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں تم ان امانتوں میں خیانت نہ کرو آپ حضرات اگر اپنے معاشرہ میں اپنی بیویوں کا خیال رکھیں تو گھروں کے اندر جو روزانہ فساد پیدا ہوتے ہیں یہ کبھی نہ ہوں۔

حضرت خولہؓ کا حضرت عمر فاروقؓ کو نصیحت کرنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خولہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کچھ نصیحت فرما دیجئے حضرت خولہ ایک ضعیف العمر خاتون ہیں اور عمر

فاروق کا زمانہ ہے آپ نصیحت فرماتی ہیں کہ اے عمر تجھے بچپن میں عمیر کہا جاتا تھا پیار اور محبت میں نمیر کہا کرتے تھے عمیر کا معنی ہے چھوٹے سے عمر' پھر اس کے بعد تجھے عمر کہنے لگے پھر اس کے بعد تجھے لوگوں نے امیر المومنین کہنا شروع کیا' لیکن اے عمر ان الفاظ سے دھوکہ نہ کھانا آخرت کو ہمیشہ سامنے رکھنا ان الفاظ سے متاثر نہ ہونا حضرت عمر فاروقؓ گردن جھکائے ہوئے سن رہے ہیں بہت سی نصیحتیں کیں ساتھیوں میں سے کسی نے حضرت عمر فاروق سے کہا کہ ان کی نصیحت کب تک آپ سنیں گے' حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر صبح سے شام تک مجھے کھڑا رکھے اور خولہ مجھے نصیحت کرے تو سوائے نماز کے وقت کے کہ نماز کے لئے میں چلا جاؤں گا یہاں سے میں ہلوں گا نہیں اور خولہ کی نصیحت سنتا رہوں گا اور فرمایا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس کی خدا نے سنی ہے عمر اس کی نہیں سنے گا یہ تو وہ خاتون ہیں کہ جس کی اللہ تعالی نے سنی تھی اگر خدا کی جواب طلبی کا خوف پیدا ہو جائے خاوند بیوی کے معاملہ میں یہ سوچے اور بیوی خاوند کے معاملہ میں یہ سوچے اور بیچنے والا خریدنے والے کے معاملے میں یہ سوچے اور خریدنے والا بیچنے والے کے معاملہ میں یہ سوچے پڑوسی پڑوسی کے معاملہ میں یہ سوچے حاکم رعایا کے معاملہ میں یہ سوچے تو سارا کا سارا معاشرہ فرشتوں کا معاشرہ بن جائے اور انسانوں سے ساری برائیاں دور ہو جائیں۔

خشیت الٰہی ہی معتبر ہے

آپ کہیں گے کہ کیا آپ ہمیں کافر سمجھتے ہیں کیا ہمارے اندر آخرت کا خوف نہیں ہے کیا ہم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے آخرت پر جو ایمان نہ رکھے وہ تو کافر ہے' ظاہر ہے کہ میں ایسی بات تو کہہ نہیں سکتا آپ سب کے سب مسلمان ہیں آخرت پر یقین رکھتے ہیں مگر آپ کا عقیدہ ایسا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی کاغذ پر لکھ کر اگر پھر اس کی خبر نہ لیں تو اتنا دھندلا ہو جاتا ہے کہ عینک لگا کر دیکھیں تو نظر آتا ہے

ورنہ نقش مٹ گئے ہیں' اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ ایک شہزادہ کو بادشاہ نے لڑکیوں کے اندر پرورش کیا پھر جوان ہو گیا اور بڑا ہو گیا مگر چونکہ ماحول اس کو لڑکیوں کا ملا تھا اس لئے وہ بالکل زنانہ انداز کا ہو گیا تھا ایک دفعہ سانپ نکل آیا تو عورتوں نے چلانا شروع کیا اور یہ کہا کہ باہر سے کسی مرد کو بلانا جو سانپ مار دے' شہزادہ بھی کہنے لگا کہ باہر سے کسی مرد کو بلانا جو سانپ مار دے تو عورتوں میں سے کسی نے کہہ دیا کہ شہزادہ صاحب آپ بھی تو مرد ہیں کہنے لگے کہ یہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا تمہارے یاد دلانے پر یاد آیا اور مجھے یہ خیال ہی نہیں رہا تھا کہ میں بھی مرد ہوں' تو وہ مردانگی کس کام کی مردانگی ہے کہ جو سانپ کے نکلنے پر یاد نہ آئے بلکہ یاد دلانے پر یاد آئے اس طرح میرے دوستو! فکر آخرت اور خشیت الہی وہ معتبر ہے کہ جب انسان کسی انسان کو مارنے کیلئے چھرا نکالے تو اسے آخرت یاد آجائے اور اس سے باز آجائے اگر کوئی کسی کی چوری کرتا ہے تو اس وقت اسے یاد آجائے خدا کے سامنے حاضری کا' اگر کوئی پڑوسی پڑوسی کے حق میں حق تلفی کرتا ہے اس وقت اسے یاد آجائے کہ مجھے آخرت میں خدا کے سامنے جواب دینا ہے تو اصل میں عقیدہ آخرت اسی کو کہتے ہیں' باقی یہ کہ جب مولوی صاحب وعظ کہتے ہیں تو سب کو عقیدہ آخرت یاد آجاتا ہے تو آپ لوگ بھی پھر اسی شہزادہ کی طرح ہیں کہ یاد دلانے پر ان کو خیال آیا کہ میں بھی مرد ہوں -لہذا ہماری اصلاح کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ خوف خدا پیدا کریں' خشیت الہی کو پیدا کریں اور آپ ﷺ کے اخلاق پیدا کریں اور حضور اکرم ﷺ کے طریقہ اصلاح کو اختیار کریں اسی طریقہ سے آپ ﷺ نے امت کی اصلاح فرمائی ہے' دعا کیجئے کہ اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین-

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه' اللهم صل على سيدنا و مولانا محمد صلوة تنجينا بها من جميع الاحوال و الآفات و تقضى لنا بها جميع الحاجات و تطهرنا بها من

جميع السيئات وترفعنا بها اعلى الدرجات و تبلغنا بها اقصى
الغايات من جميع الخيرات فى الحيوة وبعدالمحات انك على كل شى
قدير برحمتك يا ارحم الرحمين والحمد لله رب العالمين

اسلامی تعلیمات

الحمد لله نحمده و نستعینه و نستغفره و نومن به ونتوکل علیه ونعود بالله من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یهده الله فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له و نشهدان سیدنا ومولانا و نبینا محمدا عبده و رسوله صلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی آله واصحابه اجمعین اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَاشَآءَ رَكَّبَكَ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ یَصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ وَمَا اَدْرٰكَ مَایَوْمُ الدِّیْنِ ثُمَّ مَا اَدْرٰكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ

صدق الله مولانا العظیم و صدق رسوله النبی الکریم و نحن علی ذلك من الشاهدین والشاکرین والحمد لله رب العالمین

بزرگان محترم اور برادران عزیز! میں نے قرآن کریم کی ایک لمبی سورت تلاوت کردی ہے

سورت کے مضامین

اس سورت کا مضمون یہ ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے مناظر میں سے ایک منظر بیان فرما رہے ہیں کہ جب آسمان زمین' چاند ستارے سب معطل ہو جائیں گے' دریاؤں کا نظام گڈ مڈ ہو جائے گا اور یہ عالم جس میں ہم موجود ہیں یہ فنا ہو جائے گا اور ایک عالم نو وجود میں آئے گا اس عالم نو میں اللہ تعالیٰ ہر انسان سے ایک سوال فرمائیں گے' انسان امیر ہو یا غریب' عورت ہو یا مرد' ولی ہو یا غوث' فاسق ہو یا فاجر سب سے ایک سوال فرمائیں گے کہ یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ کہ ہم نے اے انسان تیرے لئے قدم قدم پر پر نشانیاں قائم کر دیں تھیں تاکہ تم ہمیں بھلا نہ سکو اوپر دیکھو' نیچے دیکھو' دائیں دیکھو' بائیں دیکھو' ہر جانب ایسی علامتیں لگا دی تھیں کہ تم ہمیں بھول نہ سکو لیکن تم نے اس کے باوجود خدا کو بھلا دیا تھا وہ کونسی چیز تھی جس نے تمہیں خدا سے غافل کر دیا تھا فرمایا کہ یَااَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ کہ اس رب اور پروردگار کو تم نے بھلا دیا جو کہ تمہارا خالق ہے' جس نے تمہیں حسین قسم کا قالب دیا' جس نے تمہارے اندر بہترین قسم کے پرزے اور بہترین قسم کی مشینیں رکھیں اور اعلیٰ درجہ کی صلاحیتیں تمہارے اندر رکھیں تم کو مظہر صفات خداوندی بنایا' اسی لئے تین لفظ استعمال کئے - فرمایا کہ اَلَّذِیْ خَلَقَکَ تمہیں وجود دیا فسوک کہ صرف وجود ہی نہیں دیا بلکہ ایک اچھا قسم کا سڈول قالب بھی دیا فعدلک اور تمہارے اندر وہ وہ صلاحیتیں پیدا کیں کہ اس کائنات میں وہ صلاحیتیں کسی کو نہیں دیں

تخلیق انسانی میں عجائبات

اور ان انعامات کے ساتھ ساتھ ایک ہماری نعمت اور ہے فرمایا کہ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّاشَآءَ رَکَّبَکَ وجود دیا اچھا قالب دیا اچھی صلاحیتیں تمہارے اندر رکھیں اس کے علاوہ ایک اور بات تمہارے اندر پیدا کی کہ تم سب انسان ہو مگر ہم نے تمہاری

شکلوں میں تھوڑا تھوڑا فرق باقی رکھا کہ جس کی وجہ سے تم ایک دوسرے کو پہچان سکو' تو اللہ تعالی کے اس انعام پر غور کرو کہ تمام انسانوں کو ایک شکل اور ایک صورت پر پیدا نہیں کیا- حتی کہ ہاتھوں کی لکیریں اور نشانات ہر ایک شخص کے دوسرے سے مختلف ہیں بعض اوقات کئی بچے ہوتے ہیں کہ جو ہم شکل ہوتے ہیں مگر پھر بھی اللہ تعالی نے ان میں تھوڑا تھوڑا امتیاز رکھا ہوا ہوتا ہے جس سے وہ علیحدہ علیحدہ پہچانے اور سمجھے جاتے ہیں اگر یہ امتیاز اللہ تعالی باقی نہ رکھتے تو اولاد کے نوجوان ہونے کے بعد یہ پہچاننا بہت مشکل ہوتا کہ کیا یہ میرا شوہر ہے یا میرا بیٹا ہے' یہ میرا بھائی آیا ہے یا میرا باپ آیا ہے یہ میری بیوی ہے یا یہ میری بہن' یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا' اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ جس طرح اللہ نے انسانوں کی شکل کو جانوروں سے مختلف بنایا ہے اسی طرح باہم انسانوں کی شکلوں میں بھی فرق رکھا ہے تاکہ انتظام عالم برقرار ہے-

مرد عورت کو ایک دوسرے کی نقالی کرنا جائز نہیں

اور صرف یہی نہیں بلکہ مرد عورت کی بناوٹ میں بھی امتیاز رکھا ہے کہ مرد الگ پہچانا جاتا ہے عورت الگ پہچانی جاتی ہے یہ اور بات ہے کہ جو لوگ اللہ کے اس انتظام سے بغاوت کرنے والے ہیں کہ لڑکوں نے لڑکیوں کی صورت اختیار کی اور لڑکیوں نے لڑکوں کی صورت اختیار کی' اسی لئے اسلام میں یہ جائز نہیں ہے کہ مرد عورت کی نقالی کرے اور عورت مردوں کی نقالی کرے اس لئے کہ اللہ نے جس حکمت کی بناء پر یہ فرق باقی رکھا ہے تم اس فرق کو مٹا کر اللہ کے نظام کو درہم برہم کرنا چاہتے ہو' مثلاً عورتوں کے لئے حکم ہے کہ وہ بال رکھیں اور مردوں کے لئے یہ ہے کہ وہ بال کٹوادیں یا صرف اسی مقدار بال رکھیں جتنی مقدار میں سرکار دوعالم ﷺ نے رکھے ہیں اور وہ کان کی لو تک ہیں

آپ ﷺ کے موئے مبارک

حدیث میں آتا ہے کہ تین قسم کے بال حضور اکرم ﷺ کے شمار کئے جاتے تھے وفرہ، لمہ، جمہ، وفرہ کے معنی آتے ہیں کانوں کی لو کے نیچے تک لمہ کے معنی کانوں کی لو تک کے ہیں اور جمہ کے معنی کانوں کی لو ذرا اوپر، جس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت حضور اکرم ﷺ کان کی لو سے تک رکھتے تھے جب اصلاح اور حجامت کرانے میں دیر ہو جاتی تھی تو ذرا کان کی لو سے بڑھ جاتے تھے اور جب اصلاح ہوتی تھی تو کان کی لو سے ذرا اوپر ہو جاتے تھے لیکن عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی اجازت نہیں اسی طریقہ سے مردوں کو اجازت نہیں ہے کہ وہ ایسا لباس پہنیں جو مخصوص ہو عورتوں کے ساتھ مثلاً دوپٹہ پہننے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ لباس سے جنس عورت اور مرد میں امتیاز ہوتا ہے، اس طرح عورتوں کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ اپنا مخصوص لباس چھوڑ کر مردوں کا لباس اختیار کریں کیونکہ یہ منشاء خداوندی کے خلاف ہے، اسی لئے مردوں کو داڑھی منڈانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ایک علامت اور نشانی ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت میں امتیاز رکھا ہے۔

ایک لطیفہ

اور حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بڑے مزاح کی باتیں فرمایا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ جب سے نوجوانوں نے داڑھیاں منڈانا شروع کی ہیں سے خیر ہم کو تو شرعاً ناپسند ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچوں کو بڑی مشکل پیدا ہو گئی کہ رات کو اگر باپ کے پاس سو جائے اور رات کو آنکھ کھلے اور وہ بچہ ہاتھ پھیر کر یہ دیکھنا چاہے کہ وہ باپ کے پاس لیٹا ہے یا ماں کے پاس لیٹا ہے تو اس کو کچھ پتہ نہیں چلتا کیونکہ شکلیں دونوں کی ایک جیسی ہو گئی ہیں، جو امتیاز قدرت نے رکھا تھا وہ باقی نہیں رہا، یاد رکھئے مردوں کو عورتوں کا شعار اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے اور عورتوں کو

مردوں کا شعار اختیار کرنے کی اجازت نہیں' اسلام نے جو نشانیاں اور علامتیں رکھی ہیں ان پر انتظام عالم کا دارومدار ہے' اگر تم نے وہ نشانیاں مٹادیں تو منشاء خداوندی پامال ہو جائے گا'

انسان وحیوان میں امتیاز

جس طرح اللہ تعالی نے حیوانات سے انسانوں کو الگ کر دیا اور الگ بھی اس طرح کیا کہ عقل حیران ہے' آپ غور کریں کہ اللہ نے انسان کو پاؤں دیئے' ہاتھ دیئے زبان دی' آنکھیں دیں' کان دیئے منہ دیا' چکھنے کی قوت دی اور جسم کے تمام اعضاء اللہ نے دیئے جبڑا بھی دیا اور حلق میں کوا بھی رکھا ہے آپ غور کر کے دیکھ لیجئے جانوروں میں یہ سب باتیں موجود ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ ایک گھوڑا لاؤڈ سپیکر کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر نہیں کر سکتا کیا اس کے جباڑے بدلے ہوئے ہیں کیا اس کی زبان بدلی ہوئی ہے کیا اس کا کوا بدلا ہوا ہے' کیا اس کے دو ہونٹ نہیں ہیں' سب کچھ ہے مگر یہ ایک عجیب قدرت ہے وہی نظام اللہ تعالی نے جانوروں کو دیا ہے اور وہی نظام اللہ تعالی نے انسانوں کو دیا ہے لیکن انسان بولنے پر قادر ہے مگر جانور بولنے پر قادر نہیں آپ ناطق ہیں وہ ناطق نہیں ہے' اس لئے انسان کو حیوان ناطق کہتے ہیں' بولنے والا انسان تو جس طرح اللہ تعالی نے حیوانات کے مقابلہ میں آپ کی نشانی برقرار رکھی اسی طرح مردوں اور عورتوں کی نشانی کو بھی برقرار رکھا' تمہارا لباس تمہاری بناوٹ کے مقابلہ میں ہے اور عورت کا لباس عورت کی بناوٹ کے مقابلہ میں ہے۔

مردو عورت کا طریقہ عبادت مختلف ہے

تمہارا طریقہ عبادت مردوں کی چال کے مناسب اور عورتوں کا طریقہ عبادت ان کی شان کے مناسب مثلاً تکبیر تشریق عورتوں کو حکم ہے کہ آہستہ کہیں مردوں کو حکم ہے کہ تکبیر زور سے کہیں' حنفی مسلک کے مطابق مردوں کے سجدہ کا

طریقہ اور ہے عورتوں کے سجدہ کا طریقہ اور ہے عورتوں کو مردوں کی طرح سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے' عورتیں سجدہ کرتے وقت لپٹی رہیں گی اور کہنیاں زمین پر بچھا دیں گی اس طرح مرد و عورت کے کفن میں بھی فرق ہے' اسی طرح جنازہ لے جانے میں بھی فرق ہے کہ عورت کا جنازہ اٹھانے سے پہلے ضروری ہے کہ میت پر ایسا کپڑا ڈالیں جو بدن سے اوپر اٹھا رہے اور بدن کی ہیئت نظر نہ آئے' آج ہماری مائیں اور بہنیں زندگی میں اپنے جسم کے ان حصوں کو نہیں چھپاتی ہیں کہ جن حصوں کو اللہ کی غیرت یہ کہتی ہے کہ ان کو چھپایا جائے' حالانکہ مرنے کے بعد کسی کی نیت خراب نہیں ہوتی' اگر آپ کسی میت عورت کو دیکھیں تو کسی کے دل میں برا خیال نہیں آتا بلکہ موت یاد آتی ہے لیکن اسلام یہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی جنازہ لے جاتے وقت عورت کا بدن ظاہر نہ ہو' اور یہ جو عورتیں کہا کرتی ہیں کہ ارے بھائی پیر سے کیا پردہ کرنا' نوکر سے کیا پردہ کرنا اور محلہ والوں سے کیا پردہ کرنا' میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ مرنے کے بعد تو ظاہر ہے کہ سب کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے' موت ہی موت یاد آتی ہے مگر کیا وجہ ہے کہ شریعت اب بھی یہی حکم دے رہی ہے کہ خاتون کا جسم چھپانا چاہیے

دفن میت میں کوتاہیاں

اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ جب عورت کو قبر میں اتارا جائے تو اس وقت حکم ہے کہ نامحرم سب ایک طرف ہو جائیں اور قبر کے اردگرد چادر لگا کر اس چادر کے اندر عورت کو قبر میں اتارا جائے- اس زمانہ میں دیکھا جاتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کو قبر میں اتارنے کے اندر بھی کوئی فرق باقی نہیں رہا' سب لوگ سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور عورت کی میت قبر میں اتار دی جاتی ہے یہ اسلام کے خلاف ہے' اس کے علاوہ موت اور غسل میت کے مسائل تو میرے خیال میں اب کسی کو یاد ہی نہیں رہے ہیں' لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہے' نئی دہلی میں یہ واقعہ ہوا تھا کہ کسی صاحب کا انتقال ہو گیا

ایک پڑوسی خان بہادر صاحب سے کہا کہ آپ کے پڑوسی کا نماز جنازہ فلاں جگہ ہو گی' انہوں نے شاید پوری عمر میں نماز جنازہ پڑھی تھی نہ دیکھا تھا جب آئے تو دیکھا کہ مسجد سے باہر نیم کے درخت کے نیچے جنازہ رکھا ہوا ہے کوئی صف وغیرہ بچھی ہوئی نہ تھی وہ خان بہادر صاحب کسی سے فرمانے لگے کہ ارے بھائی اسی لئے تو میں آتا نہیں کہ دیکھو یہاں سجدہ کریں گے تو کپڑے خراب نہ ہوں گے' انہوں نے کہا کہ آپ کو پتہ نہیں کہ یہ نماز جنازہ ہے اور نماز جنازہ میں رکوع اور سجدہ نہیں ہوتا تو خان بہادر صاحب کہتے ہیں کہ معاف کیجئے مجھے معلوم نہیں تھا کہ نماز جنازہ میں سجدہ نہیں ہوتا' بعض لوگوں کو قبر پر مٹی ڈالنے کا طریقہ معلوم نہیں' مٹی ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ میں مٹی لیں اور پہلی مٹھی ڈالتے وقت کہیں مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا تھا۔ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ اور اسی مٹی میں ہم تمہیں واپس کر رہے ہیں وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى اور قیامت میں ہم اسی مٹی سے تمہیں اٹھائیں گے یہ تین آیتیں ہیں جو کہ تین مٹھیوں پر پڑھی جاتی ہیں۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالی نے عبادت میں جنازہ میں کفن دفن میں مرد و عورت کے درمیان امتیاز باقی رکھا ہے'

ملتوں میں بھی فرق کا لحاظ رکھا گیا ہے

ملتوں اور شریعتوں میں بھی فرق رکھا ہے کہ جس سے شریعت اور ملت پہچانی جاتی ہے' ایک آدمی دوسرے سے ملتا ہے اور کہتا ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دوسرا کہتا ہے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ یہ سرکار دو عالم محمد ﷺ کی امت ہیں اور یہ ملت ملت محمدیہ ہے اور شریعت محمدیہ کو ماننے والے ہیں' السلام علیکم کہنا مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔ آج کل عام طریقہ سے یہ نکلا ہوا ہے کہ جب ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں خدا حافظ' السلام علیکم نہیں کہتے' اگر آپ نے صرف خدا حافظ کہا یا آداب' تسلیمات کہا یا صرف ہاتھ اٹھا دیا تو ہم کیسے سمجھیں

کہ آپ کونسی امت سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ جو آپ ﷺ کے امتی ہونے کی نشانی تھی وہ تو آپ نے برقرار نہ رکھی اس کو آپ نے مٹادیا، تو یہ ملت محمدیہ کے پہچانے جانے کی نشانی ہے اور حضور اکرم ﷺ نے یہ اہتمام کیا ہے کہ ملت موسوی کے ساتھ ملت محمدیہ گڈمڈ نہ ہو جائے۔

ملت یہود سے امتیاز کرنا

حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے تو ربیع الاول کا مہینہ تھا جب پہلی مرتبہ محرم کا مہینہ آیا آپ ﷺ نے دیکھا کہ جو یہود مدینہ میں آباد ہیں ان سب نے روزہ رکھا ہوا ہے اور دسویں محرم کا روزہ یہود نے رکھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود سے پوچھا جائے کہ آج کے دن کیسا روزہ رکھا ہے یہود نے کہا کہ آج کے دن حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام یہود قوم کو فرعون کے پنجے سے نکال کر آزاد کرا کر لائے تھے اس لئے آج دسویں محرم کو ہم روزہ رکھتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر آج حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا یوم نجات ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آج یوم نجات منائیں ہم بھی روزہ رکھیں لیکن ایسا نہ ہو کہ ملت محمدیہ اور ملت موسویہ ایک ہو جائے اس لئے اگلے سال اگر میں زندہ رہا تو دسویں تاریخ کا روزہ نویں کے ساتھ ملا کر رکھوں گا یا دسویں تاریخ کا روزہ گیارہویں کے ساتھ ملا کر رکھوں گا تا کہ ملت موسوی الگ نظر آئے ملت محمدیہ الگ نظر آئے۔ آپ نے اندازہ لگایا کہ آپ ﷺ نے ملتوں کے امتیاز کو باقی رکھا، ایک اور بات یاد آ گئی کہ سب سے زیادہ پیاری عبادت اللہ کو نماز ہے اور نماز کے اندر بھی سب سے پیارا حصہ سجدہ کرنا ہے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس سجدہ کی وجہ سے ہے کیونکہ اگر کھڑے ہو کر پڑھو گے تو سر اعلی درجہ تک اونچا ہوتا ہے اس کے بعد اس کو پستی میں ڈالا اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھی تو پھر سر پستی میں ڈالا تو ہے مگر اتنی اونچائی سے

نہیں ڈالا جتنی اونچائی سے ڈال سکتے تھے بلکہ تم نے آدھے راستہ سے ڈالا ہے' سب سے زیادہ فضیلت سجدہ کی ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر اللہ کے قدموں میں رکھا ہوا ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ نماز میں سب سے زیادہ سکون ہے' کیونکہ نماز میں صرف اللہ سے ملاقات ہی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے قدموں کو چھولیا جاتا ہے' جگر مرحوم کا شعر ہے! فرمایا کہ

جان ہی دیدی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار ہی آگیا

سب سے زیادہ عاشق کو چین اس وقت ملتا ہے جب محبوب کے قدم مل جائیں تو سجدہ کی عبادت کتنی اہم ہے لیکن باوجود اس اہمیت کے اسلام نے کہہ دیا کہ تین وقت ایسے ہیں جن میں سجدہ کرنا درست نہیں ایک تو جب سورج نکل رہا ہو اور جب سورج ڈوب رہا ہو اور جب سورج نصف النہار پر ہو' فرمایا کہ ان تین وقتوں کے اندر سجدہ کرنا گناہ ہے' یاد رکھئے کہ اس وقت سجدہ کرنا اور عبادت کرنا اس لئے منع ہے کہ مشرک قوم سورج کی پرستش کرتی ہے جب سورج طلوع ہو غروب ہو نصف النہار پر ہو وہ اس کی بندگی کرتی ہے' یہ مشرک قوم کا طریقہ ہے تو مسلمانوں کو اس وقت عبادت کرنے سے منع کر دیا تاکہ مسلمانوں کی مشرکین سے مشابہت پیدا نہ ہو' سجدہ سب سے زیادہ پیارا ہے مگر اس سے بھی زیادہ پیاری چیز وہ ملت مسلمہ کا امتیاز باقی رکھنا ہے' تو جو نشانیاں ملتوں کو پہچاننے کے لئے ہیں جن نشانیوں سے ملت پہچانی جاتی ہے ان کو شعائر کہتے ہیں تو جس طرح مرد و عورت کو پہچاننے کی جو نشانیاں ہیں ان کو شعائر جنسی کہا جاتا ہے اسی طرح جو ملت کو پہچاننے کے لئے نشانیاں ہیں ان کو شعائر اسلام کہا جاتا ہے' اسلام نے منع کیا ہے کہ امام کے کھڑے ہونے کے لئے کوئی الگ جگہ نہ بنائی جائے کیونکہ یہود کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا امام الگ جگہ پر کھڑا ہوتا ہے اس کے لئے علیحدہ کمرہ بنا ہوا ہوتا ہے اسی لئے حکم ہے کہ اگر محراب میں امام کھڑا ہو تو تھوڑا سا محراب سے باہر

نکل کر کھڑا ہو کہ پچھلی صف والے امام کو دیکھ سکیں' کیونکہ اگر بالکل اندر محراب کے کھڑے ہو گئے تو یہ طریقہ ملت محمدیہ کا نہیں ہے تو جن چیزوں سے ملتوں میں فرق ہوتا ہے وہ شعائر دین کہلاتی ہیں اللہ تعالی فرماتے ہیں

لفظ شعائر کا مفہوم اور تحقیق

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ کہ شعائر اللہ کا احترام اور ان کی تعظیم دل کا تقوی ہے اور صفا اور مروہ شعائر اللہ ہیں شعائر جمع ہے شعیرۃ کی یا شعارہ کی ش-ع-ر- کے معنی آتے ہیں محسوس کرنا اور شعر کو بھی شعر اسی لئے کہتے ہیں کہ جب شعر آتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ کلام منظوم ہے شاعر اس آدمی کو کہتے ہیں کہ جس کے سینہ میں حساس دل موجود ہو' جو ایسی باتیں محسوس کرے کہ جن کو ہم اور آپ محسوس نہیں کر سکتے : فرمایا کہ

گلستان میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بو ہے

کہ مجھے تو ہر پھول کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہی میرا محبوب ہے لیکن ایک دوسرا شاعر کہتا ہے

گلستان میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

کہ میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ میرے محبوب کا مرتبہ بڑا ہے اور پھولوں کا مرتبہ کم ہے تو شاعر محسوس کرنے والے کو کہتے ہیں- حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا بیٹا اکیلا بیٹھا ہوا تھا چھوٹی عمر تھی کوئی جانور اس کو کاٹ کر بھاگ گیا تو بچہ نے رونا شروع کیا اور بتا رہا ہے کہ یہاں پر کاٹ گیا ہے حضرت حسانؓ نے پوچھا کہ وہ کیسا جانور تھا کچھ تو بتاؤ کہتا ہے کہ

کانہ ملفف ببر دی جر دۃ وہ جانور جو مجھے کاٹ کر بھاگا ہے وہ ایسا تھا جیسے دو نقش و نگار والی چادروں کو اوڑھ رکھا تھا' حضرت حسان رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے فرمایا کہ اس کو تیتا کاٹ گیا ہے مگر خدا کی قسم میرا بیٹا شاعر ہو گیا ہے' کیونکہ اس نے اس کا نقشہ کیسا کھینچا ہے تو شعائر اس نشانی اور علامت کو کہتے ہیں کہ جس سے کوئی چیز پہچانی جائے۔ سرکاری درختوں پر نشان لگا ہوا ہوتا ہے اسی طرح سرکاری گھوڑوں کی پشت پر نشان لگا ہوا ہوتا ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے کہ یہ سرکاری گھوڑا ہے تو شعائر اللہ ان علامتوں کو کہا جاتا ہے جس سے اللہ کا دین پہچانا جاتا ہے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ رمضان المبارک کا مہینہ جو آنے والا ہے یہ بھی شعائر اللہ میں سے ایک شعائر ہے' جمعہ کا دن بھی شعائر اسلام میں سے ہے' عیدین بھی شعائر اسلام ہیں' دعا کیجئے کہ اللہ تعالی ہمیں سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه– سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين برحمتك يا ارحم الرحمين

سن ہجری کا آغاز

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا لله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبی الكريم ونحن على ذالك من الشاهدين و الشاكرين والحمد لله رب العالمين—

بزرگان محترم اور برادران عزیز ! آج محرم الحرام کی ۶ تاریخ ہے اور ہمارا ہجری اور اسلامی سن ۱۳۹۶ھ شروع ہو چکا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ آپ کی اس مختصر سی محفل میں کچھ اس مہینہ کے بارے میں کچھ سن ہجری کے سلسلہ میں اور کچھ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے سلسلہ میں آپ کی خدمت میں چندباتیں پیش کی جائیں گی پہلی بات یہ ہے کہ جب یہ مہینہ آتا ہے تو اس سے سن کی ابتداء اور سال کا آغاز ہو جاتا ہے اسلام کے زمانہ میں بھی ایسا ہی تھا اور اسلام کے زمانہ کے بعد یعنی ظہور اسلام کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب ہم نے اس سن کو اپنایا پھر بھی یہی سلسلہ قائم رہا کہ محرم سے سال کا آغاز ہوا یہ بات میں نے اس لئے عرض کی کہ قمری دور اور قمری مہینے ان ناموں کے ساتھ اور اسی نظام کے ساتھ اسلام سے پہلے ھی موجود تھے 'عیسوی سن بھی موجود تھا جس کو

شمسی نظام کہتے ہیں سورج کی گردش سے مہینوں اور سالوں کا نظام قائم کیا جائے تو اس کو نظام شمسی کہتے ہیں اور چاند کی تبدیلیوں سے مہینوں اور سالوں کا نظام قائم کیا جائے تو اس کو نظام قمری کہتے ہیں' جب دنیا میں اسلام آیا شمسی نظام بھی موجود تھا اور قمری نظام بھی موجود تھا' جب ہی تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو دسمبر کی پچیس تاریخ تھی حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے 6/5 سو سال پہلے کی بات ہے' معلوم ہوا کہ شمسی نظام موجود تھا ان کے یہی مہینے موجود تھے اور اسی ایک مہینہ دسمبر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے' جب حضور اکرم ﷺ دنیا میں تشریف لائے شمسی نظام بھی تھا اور قمری بھی تھا اسی بناء پر کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے ہیں تو ربیع الاول کا مہینہ تھا' سن کون سا تھا' خاندان قریش نے اپنا ایک سن شروع کیا تھا اور ان کا وہ سن ایک سردار کے زمانہ سے چلا آتا تھا لیکن اس کے بعد اصحاب الفیل کا جو واقعہ پیش آیا چونکہ یہ ایک عجیب وغریب واقعہ تھا لہٰذا انہوں نے اپنا سن تبدیل کر کے سن عام الفیل جاری کیا' عام الفیل کے معنی یہ ہیں کہ اصحاب الفیل کے واقعہ کو اب ایک سال گذر گیا اب دو سال گذر گئے اس سے تاریخ لکھی جارہی ہے حضور اکرم ﷺ کا سارا مکی دور گذر گیا تاریخیں یہی لکھی جارہی ہیں آپ کا مدنی دور گذر گیا تاریخیں عام الفیل سے لکھی جارہی ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور کے اڑھائی سوا دو سال بھی گذر گئے تاریخ یہی لکھی جارہی ہے' یہاں درمیان میں آپ کی معلومات کے لئے ایک بات اور عرض کر دوں آج ہمارے بہت سے روشن خیال احباب اور دوست یہ کہتے ہیں کہ چاند کو آنکھوں سے دیکھنے کی بات بڑی مشکل ہے کہیں گرد وغبار ہوتا ہے کہیں بارش ہوتی ہے کیوں نہ اس روایت کے نظام کو حساب کے اندر تبدیل کر دیا جائے سابق صدر ایوب خان نے بڑی زوردار طریقہ سے یہ بات کہی کہ مولانا آج حساب اتنا سچا اور صحیح ہے کہ اس حساب کے ذریعہ سے چاند پر لوگ پہنچ گئے کس وقت پہنچے کیا وقت تھا یہ سارا کا سارا حساب ٹھیک نکلا جب

حساب اس درجہ تک پہنچ گیا ہے تو اب غلطی کا کوئی امکان نہیں لہذا کیوں نہ حساب کا نظام اختیار کر لیا جائے اور اسی سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ منائی جائے اور باقی احکام پر بھی اسی سے عمل کیا جائے' لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اتحاد و اتفاق کے لئے یہ بڑی ہی اچھی تجویز ہے لوگوں کو بڑی غلط فہمی یہی ہے کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اتحاد کسے کہتے ہیں' ہر اتحاد اچھا نہیں ہے' میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر کچھ لوگ اتحاد کر کے کسی کو قتل کرنے کے لئے جائیں تو کیا یہ ان کا اتحاد قال تعریف ہے یا نہیں بلکہ ان میں پھوٹ پڑ جائے تو اچھا ہے تاکہ اس کی جان بچ جائے' اگر چور اور ڈاکو اتحاد کر لیں کہ ہم نے باری باری ڈاکہ ڈالنا ہے تو کیا یہ اتحاد قابل تعریف ہے' یہ اتحاد قابل تعریف نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر اتحاد اور اتفاق قابل تعریف نہیں ہے اور ہر اختلاف برا نہیں' بلکہ بعض اختلاف اچھے ہیں جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ آپ میری بات پر آمنا و صدقنا کر کے چلیں یہ صحیح نہیں آپ نے مجھے نجات کا پل بنا رکھا ہے بوجھ سارا میری کمر پر رہ جاتا ہے آپ کی جو اپنی رائے ہو آپ اس کا اظہار کریں اختلاف ہو کوئی حرج نہیں اگر ان کے شاگردوں نے کسی مسئلہ میں اختلاف کیا وہ برا نہیں ہے قرآن و سنت کے دائرہ میں عمل کی وسعت اور گنجائش پیدا ہوتی ہے مثال کے طور پر قرآن کریم کی ایک آیت ہے جس میں اللہ تعالی صلوۃ اللیل پڑھنے والوں کی تعریف فرماتے ہیں اس کے الفاظ ایسے ہیں کہ جس کے دو ترجمے ہو سکتے ہیں سوال یہ ہوتا ہے کہ صلوۃ اللیل یعنی تہجد پڑھنے کی فضیلت کن لوگوں کو حاصل ہو گی آیا وہ لوگ جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے اور صبح صادق سے پہلے جو نماز ادا کی نماز تہجد کے نام سے ان کو یہ فضیلت حاصل ہو گی یا اگر سوئے بغیر عشاء کے بعد تہجد کی نماز پڑھ کر سو جائے اس کو بھی یہ فضیلت ملے گی یا نہیں' قرآن کریم کی اس آیت کا ایک ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی نظر میں قابل تعریف ہیں کہ جن کے پہلو بستروں سے جدا ہو جاتے ہیں' بستروں سے جدا اس وقت ہوں جب بستروں سے لگیں تو بعض آئمہ نے یہ فرمایا کہ

جب تک کوئی انسان سوئے نہیں اور سو کر بیدار ہو کر نماز تہجد نہ پڑھے تو نماز تہجد کا ثواب اور فضیلت اسے حاصل نہ ہو گی کیونکہ آیت قرآنی یہ کہہ رہی ہے کہ ان کے پہلو ان کے بستروں سے جدا ہو چکے ہیں اور ایک معنی یہ بھی ہے کہ ان کے پہلو ان کے بستروں سے جدا ہیں تو جدا رہنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ابھی سوئے بھی نہیں اور سونے سے پہلے نماز تہجد ادا کر لی اس لئے اس میں اختلاف ہو گیا' علماء نے یہ کہا کہ نماز تہجد کی فضیلت صرف ان کو ملے گی جو سو کر اٹھ کر نماز پڑھیں لیکن بعض فقہاء نے کہا کہ اگر کسی نے سونے سے پہلے بھی تہجد کی نیت سے نماز پڑھ لی تو اس آیت میں گنجائش ہے ان کو بھی تہجد کا ثواب ملے گا' اب آپ نے دیکھا کہ ہمارے عمل کے لئے کتنی گنجائش پیدا ہو گئی علماء نے لکھا کہ ان دونوں باتوں کو جمع کرو جو لوگ نماز تہجد کی عادت ڈالنا چاہتے ہیں تو وہ سونے سے پہلے پڑھ لیا کریں اور جب تہجد کی انہیں عادت ہو جائے گی تو وہ دوسرے قول پر عمل کریں کہ وہ سو جائیں اور سونے کے بعد آخری شب میں اٹھیں شروع میں بھی آپ کو تہجد کا ثواب مل گیا اور آخر میں بھی تہجد کا ثواب مل گیا اس لئے میں نے کہا کہ ہر اختلاف برا نہیں' اگر چند آدمی اتفاق کر کے کسی کے مکان میں آگ لگانے کے لئے جا رہے ہیں تو ایک آدمی کہے کہ میں ہر گز یہ کام تمہیں نہیں کرنے دوں گا وہ یہ اختلاف کرے تو یہ اختلاف ایک شریف آدمی کا اور اچھا اختلاف ہے میں نے یہ بات اس لئے کہی کہ اتفاق و اتحاد بہت اچھی چیز ہے بشرطیکہ شریعت کا کوئی مسئلہ چھوڑنا نہ پڑے اگر آپ نے کسی شرعی مسئلہ کو چھوڑ دیا اس لئے کہ تاکہ اتحاد پیدا ہو جائے تو وہ اتحاد رد کر دیا جائے گا' مجھے ایک واقعہ یاد آیا حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا کے شاگرد بھی تھے اور ان کے ترجمان اور زبان بھی تھے یہ الفاظ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہے خود حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں کراچی کے بیان میں ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے بڑے اہتمام کے ساتھ دو

شاگردوں کو تیار کیا ایک حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فرمایا کہ جب ضرورت پڑتی تھی قلم سے ترجمان کی زبان سے ترجمانی کی تو ہم دونوں کو یاد فرمایا کرتے تھے اور ہم دونوں پر یہ اعتماد تھا کہ یہ ہماری زبان اور ہماری قلم ہیں اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بتایا کہ دہلی میں ایک اعلیٰ کانفرنس ہوئی اس کانفرنس کے بلانے والے حکیم اجمل خان مرحوم تھے مسلمانوں کے دلوں میں ان کا بڑا احترام تھا اور حکیم اجمل خان سیاست میں بھی مسلمانوں میں سے سب سے آگے اور پیش پیش تھے اور یہ وہ زمانہ ہے کہ ہندوستان سے انگریز کو نکالنے کے لئے ہندو اور مسلمان متحد ہو جائیں اس لئے کہ اگر مسلمانوں اور ہندوؤں میں اتحاد پیدا نہ ہوا تو پھر اس انگریز کو ہندوستان سے نکالنا بہت مشکل ہے کوشش یہ کی جارہی ہے کہ ہندو مسلم اتحاد ہو جائے اسی اتحاد کی خاطر مسلمانوں نے یہاں تک کیا کہ گاندھی جی کو لے جا کر جامع مسجد دہلی کے منبر پر بٹھادیا اور یہ کہا کہ ہمارے اس عبادت خانے کے اندر آپ خطاب کریں دوسری کوشش اتحاد کی یہ ہوئی کہ ہندوستان سے گاؤکشی کو بند کر دیا جائے' مسلمانوں نے اس طور پر سوچا کہ جب تک مسلمان گائے ذبح کرنا جاری رکھیں گے ہندو مسلم اتحاد نہیں ہو سکتا تحریک مسلمانوں میں شروع کی جائے کہ گاؤکشی بند کر دیں' گائے کا ذبیحہ بند کر دیں اس کے لئے حکیم اجمل خان صاحب نے ایک بڑی کانفرنس دہلی کے اندر بلائی' حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس کی اطلاع بھی آئی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ حضرت شیخ الہند کو اظہار خیال بھی کرنا ہے حضرت شیخ الہند نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے کہا کہ میری طرف سے جا کر اس کانفرنس میں میری ترجمانی کریں اور فرمایا کہ آپ جا کر یہ کہیں کہ کسی مسلم ہندو اتحاد انگریز کو نکالنے کی خاطر ہم ضروری سمجھتے ہیں لیکن اس کے لئے اسلام کے کسی شعار کی قربانی دینے کو تیار نہیں ہیں اور یہ فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر تم نے ہندو مسلم اتحاد کی خاطر یا کسی اور مصلحت کی خاطر دین کے قلعہ میں ذرا سا بھی سوراخ کیا تو

مسجد میں آنے والی نسلیں اسے پھاٹک بنا دیں گی' ایسی کسی چیز کو ہم قبول کرنے کے لئے تیار نہیں' شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی تشریف لے گئے اور اپنی خداداد طاقت کے ذریعہ سے مسلمانوں کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا مسلمان کا جب دینی جذبہ بیدار ہو جائے تو دنیا میں اس سے بڑھ کر طاقت ور اور کوئی قوم نہیں ہے تو مسلمانوں نے بڑے جذبات کے ساتھ یہ کہا کہ ہر گز ہر گز ہم ذبیحہ گائے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور مولانا شبیر احمد عثمانی اور حضرت شیخ الہندؒ کی تجویز سے اتفاق کر لیا حکیم اجمل خان مرحوم کوئی بد نیت نہیں تھے لیکن بعض اوقات انسان کی فکر ہوتی ہی اس طرح ہے کہ شاید اس طرح اتحاد ہو جائے ان کو بھی یہی خیال تھا تو ان کی کانفرنس فیل ہو گئی اور سارا کھیل بگڑ گیا لیکن کیسے مخلص لوگ تھے مولانا شبیر احمد عثمانی نے فرمایا کہ حکیم اجمل خان صاحب کا میرے پاس خط آیا اور اس خط میں انہوں نے مجھے لکھا : ایھا العدو الحبیب کہ اے میرے پیارے دشمن اور حکیم اجمل خان نے لکھا کہ میں نے تمہیں دشمن تو اس لئے کہا کہ جو کچھ میرا منصوبہ تھا وہ سب تم نے خاک میں ملا دیا اور پیارے اس لئے کہا کہ تم نے اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے اس لئے میں تم کو پیارا بھی کہتا ہوں اور دشمن بھی کہا ہے اور میں تمہارے ساتھ اتفاق کرتا ہوں میں نے یہ بات اس لئے عرض کی کہ اتحاد اچھی چیز ہے لیکن پہلا مسئلہ آپ کا یہ ہے کہ آپ احکام شریعت پر عمل کریں احکام شریعت پر عمل کرتے ہوئے اتحاد ہو جائے تو عمر چشم ما روشن دل ماشاد۔ لیکن ہم ایسے اتحاد کے قائل نہیں ہیں کہ جس کے لئے شریعت کے کسی مسئلہ کی قربانی پیش کرنی پڑے اگر آپ یہ کہیں کہ شریعت کے دیئے ہوئے رویت کے احکام کو اور شہادت کے احکام کو اتحاد کی خاطر قربان کر دیا جائے ہم ایسے اتحاد کے قائل نہیں ہیں ہم ایسے اتحاد میں اس اختلاف کو پسند کرتے ہیں جو اختلاف اس میں کیا جائے کہ آپ اللہ کا دین اختیار کریں اور دنیا کے اندر خدا کے حکم کو قائم کریں' تو لوگ کہتے ہیں کہ اگر حساب کا نظام لے لیں تو اتحاد ہو جائے گا تو میں نے ایوب خان صاحب

سے یہ بات کہی کہ آپ کی تجویز تو بہت اچھی ہے لیکن میں یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ حساب ایسی چیز ہے کہ اس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی' کراچی میں آپ کو حساب کی جنتریاں مل جائیں گی بعض جنتریوں میں لکھا ہے کہ محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کو ہے اور بعض جنتریوں میں لکھا ہے کہ محرم کی پہلی اتوار کو ہے تو یہ انہوں نے رویت سے تو نہیں لکھا حساب سے ہی لکھا ہے دونوں میں ایک تو غلط ہے تو یہ غلطی کیسے آگئی لہذا آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے' مجھے یاد ہے کہ جب ۱۹۶۸ء میں چاند کے مسئلہ پر حکومت سے اختلاف ہوا تو کراچی یونیورسٹی نے اور رائے دی اور لاہور یونیورسٹی نے اور رائے دی جبکہ دونوں کی رائے حساب پر مبنی تھیں مگر دونوں الگ الگ نتیجہ پر پہنچے تھے دونوں کے درمیان اتفاق نہیں تھا' تو پہلے تو ہمیں اس بات پر اتفاق نہیں ہے کہ حساب میں غلطی نہیں ہوتی اور اگر فرض کرلیں کہ حساب میں غلطی نہیں ہوتی تو میں نے ایوب خان صاحب سے کہا کہ یہ بتلائیے کہ جب دنیا میں اسلام آیا اور اسلام کو اس کی ضرورت پیش آئی کہ ہم بھی تاریخوں اور مہینوں سالوں کے لئے کوئی نظام اپنائیں تو اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج قرآن کریم کی اس آیت نے بتلایا کہ ہم نے تمہارے لئے چاند کو اور چاند کے تغیرات کو میقات بنادیا ہے اور اوقات اور تاریخوں کے معلوم کرنے کا ذریعہ بنادیا ہے تو جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت شمسی نظام موجود تھا اور شمسی نظام حساب پر مبنی ہے رویت پر مبنی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس وقت اللہ تعالی یہ حکم دے رہے ہیں کہ چاند پر بنیاد رکھو اس وقت حساب کا نظام موجود ہے اور آپ کا یہ کہنا ہے کہ حساب میں اسانی زیادہ ہے کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے رائج شدہ حسابی نظام کو اختیار نہیں فرمایا بلکہ اسے رد فرما کر مسلمانوں کو حکم دیا کہ آپ چاند کا نظام اپنائیں ۱۹۶۸ء میں اختلاف ہوا تھا کہ بعض لوگوں نے حکومت سے یہ کہا کہ دو خطبے ایک ہی دن جمعہ بھی ہو اور عید بھی ہو یہ حاکموں پر بہت بھاری ہوتا ہے اور حکومتوں کے لئے بہت نقصان ہوتا ہے تو عید

جمعرات کو ہی ہو جائے تو اچھا ہے تو میں نے کہا کہ بھائی بات یہ ہے کہ ہم نے داڑھی دھوپ میں سفید نہیں کی ہے' اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی ان باتوں سے ہم کوئی شرعی حکم بدل دیں گے یا کوئی اپنی شرعی رائے بدل دیں گے تو آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں بعض ذمہ دار لوگوں نے مجھے فون کیا کہ مولانا آپ نے یہ فیصلہ کر دیا کہ چاند نہیں ہوا اور عید جمعہ کو ہوگی میں نے کہا کہ جی ہاں کہنے لگے ہمارے قصبہ سے کچھ لوگوں نے آکر کہا ہے کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے میں نے ان سے کہا کہ پورے پاکستان میں کہیں نہیں دیکھا پورے ہندوستان میں کہیں نہیں دیکھا اور اگر آپ کے قصبہ میں کچھ لوگوں نے دیکھ لیا ہے تو وہ میرا نام تو جانتے ہوں گے آپ میرا نام لے کر ان سے یہ کہہ دیں کہ اگر تم نے چاند دیکھا ہے تو تم کل روزہ نہ رکھنا مگر عید تم کل نہیں منا سکتے عید ہمارے ساتھ ہوگی اگر ہم حساب کا نظام آج اختیار کر لیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے منشاء خداوندی کے خلاف کیا ہے ہم نے قمری نظام کو بھی شمسی بنا دیا منشاء خداوندی کے خلاف کرنا اللہ تعالی کے ہاں بہت بری بات ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ جب حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ ناپ تول میں کمی کیا کرتے تھے تو اس پر قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں جن کا ترجمہ ہے کہ بہت بڑی ہلاکت اور بربادی ہے اور یہ الفاظ اللہ تعالی کے قہر اور غصہ کے ہیں کہ ان لوگوں کے لئے بہت بڑی ہلاکت اور بربادی ہے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں' یہاں بعض علماء نے یہ سوال کیا ہے کہ اس وقت لوگ جو کمی کرتے تھے بہت کم مقدار میں ہوتی تھی صرف تولہ دو تولہ کا فرق ہوتا تھا تو اتنی تھوڑی مقدار کی کمی پر اللہ تعالی نے اتنے بڑے غصہ کا اظہار فرمایا تو علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ ہماری نظر تو تولہ دو تولہ کی کمی پر ہے جبکہ اللہ کی نظر اس پر ہے کہ ہم نے یہ پیمانہ عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے بنایا تھا لیکن عدل وانصاف کے پیمانہ میں کمی کر کے اللہ تعالی کے منشاء کو بدل دیا' تو

اللہ کے مشاء کو تبدیل کر کے باغی ہو گئے اس لئے اللہ تعالی نے اپنے قہر کا اظہار فرمایا' تو اسی طرح اگر آپ رویت کے نظام کو حساب میں تبدیل کر دیں جبکہ جس وقت قرآن کی یہ آیت اتری تھی جس میں چاند کا نظام دیا گیا اس وقت حساب کا نظام موجود تھا تو اس تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم کیلنڈر نہیں بنا سکتے ضرور بنائیں گے مگر اس حساب کو انسانی حساب سمجھیں اگر آپ کا کیلنڈر یہ بتا رہا ہے کہ آج شوال کی پہلی تاریخ ہے اور چاند کی رویت نہیں ہوئی تو تمہیں اس کیلنڈر پر روزہ کھولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ رویت پر عمل کر کے تیس رمضان المبارک کی سمجھنی چاہیے اور اگلے دن رویت کی بناء پر یکم شوال سمجھنا چاہیے نظام حکومت چلانے کے لئے اگر کیلنڈر تیار ہو تو نظام حکومت اس پر چل سکتا ہے مگر اس پر احکام شرع نہیں چلیں گے تو قمری نظام ہمیں مل گیا تھا مگر سن ہمارا چل رہا تھا عام الفیل سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک یہی سن چلتا رہا' لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک منڈی تھی جس پر شعبان کا مہینہ لکھا ہوا تھا مگر سن نہیں لکھا ہوا تھا سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ منڈی کیش ہو چکی ہے یا ابھی کیش ہونی ہے کیونکہ اس پرچہ پر سن موجود نہ تھا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا کہ بھائی سن لکھنا تو ضروری ہے مگر آج یہ طے کر لیں کہ کونسا سن لکھیں ابھی تک عام الفیل سن چلا آرہا ہے' صحابہؓ نے طے کیا کہ آج ہم اپنا اپنا سن طے کریں اور وہ سن ہجرت کا سن کہلائے یعنی اسلام کو روئے زمین پر اس وقت سے اللہ تعالی نے قوت عطا فرمائی اور مسلمانوں کو اجتماعیت عطا فرمائی جب سے مسلمان ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آگئے لہذا یہ ہماری سربلندی کی تاریخ ہے ہم اپنا سن ہجرت سے شروع کر دیں مگر اس پر یہ اعتراض ہوا کہ آپ نے قمری نظام اپنایا ہے اور قمری نظام تو محرم سے شروع ہو کر ذوالحجہ پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر آپ اپنا سن الگ بناتے ہیں تو حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی ہے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا سن بارہ ربیع الاول

سے شروع ہوگا اور ۱۱ ربیع الاول پر ختم ہو جائے گا جب بارہ ربیع الاول آئے گی آپ کا سن بدل جائے گا لہذا اس صورت میں جو قمری نظام چلا آرہا تھا وہ آپ نے آدھا لیا اور آدھا چھوڑ دیا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ طے کیا کہ ہم پورا قمری نظام لیں گے اور ہمارا سن محرم کی پہلی تاریخ سے ہی شروع ہوگا اور ہجرت بارہ ربیع الاول کو ہوئی ہے تو محرم' صفر دو مہینے یہ اور گیارہ دن ربیع الاول کے تو دو ماہ گیارہ دن کی کسر کو نکال دیں گے اور سن یکم محرم سے ہی شروع ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ سن کی بنیاد واقعہ ہجرت کو تو بنایا گیا ہے ہجرت کی تاریخ کو سن کی بنیاد نہیں بنایا گیا سن وہی رکھا گیا جو پہلے تھا کہ محرم سے شروع ہوگا اور ذوالحجہ پر ختم ہو جائے گا

ماہ محرم واقعہ ہجرت کی یاد دلاتا ہے

جب یہ محرم کا مہینہ آتا ہے تو یہ محرم کا مہینہ مسلمانوں سے پکار پکار کر کے کہتا ہے کہ اے مسلمانوں اپنے بزرگوں اور اسلاف حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے واقعہ ہجرت کی یاد کو تازہ کرو کہ آپ ﷺ اللہ کی خاطر مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لائے' جو قوم اپنے بزرگوں کے کارناموں کو یاد رکھتی ہے وہ قوم بڑی غیور اور غیرت مند قوم ہوتی ہے' اللہ تعالی نے بھی قرآن کریم میں جگہ جگہ پر اس کا لحاظ رکھا ہے کہ آپ کے غیرت کے جذبہ کو ابھارا جائے' حدیث پاک میں آتا ہے کہ لوکان لابن آدم وادیان من المال لاتبغی ثلاثا ولا یملاء جوفه الاالتراب اوکما قال صلی الله علیه وسلم آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان کے لئے دو وادیاں بھری ہوئی مال کی مل جائیں، تو انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ کہے گا کہ تیسری وادی اور دیدو اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر تیسری مل جائے تو کہے گا چوتھی اور دے دو فرمایا کہ یہ تمہاری بھوک ایسی بھوک ہے کہ اس سے تمہارا پیٹ نہیں بھر سکتا سوائے اس کے کہ مرنے کے بعد قبر میں جب ڈال دیا جائے گا تب یہ

بھوک ختم ہو سکتی ہے زندگی میں یہ بھوک ختم نہیں ہو سکتی ہمارے حرص کے جذبہ ؟
اس حدیث میں بتایا گیا ہے اور اس حدیث میں ابن آدم کا لفظ ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ
السلام کے بیٹے علماء نے لکھا ہے کہ ہمیں ابن آدم کیوں کہا گیا' یہ اس لئے کہا کہ کچھ تو
غیرت آئے گی کہ ہم ادم علیہ السلام کے بیٹے ہیں ہمارے باپ تو ایسے نہیں تھے ہم
ایسے کیوں نکل آئے' ہم آدم کی اولاد ہیں مگر حضرت آدم علیہ السلام اتنے حریص نہیں
تھے تو اولاد کو کچھ تو خیال کرنا چاہیے کہ ہم کس باپ کے بیٹے ہیں قرآن کریم میں اللہ
تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا یابنی اسرائیل کہ اے بنی اسرائیل
مگر کسی جگہ بھی یا بنی یعقوب نہیں کہا جبکہ اسرائیل بھی حضرت یعقوب کا نام ہے' اس
کی وجہ یہ ہے کہ اسراء کے معنی ہیں بندہ ئیل کے معنی ہیں اللہ یعنی اللہ کا بندہ بنی
اسرائیل کو ان کے باپ کا وہ نام یاد دلایا جا رہا ہے جس نام کے اندر ان کے باپ کی
فرمانبرداری اور اطاعت کا پہلو نکلتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اے بنی اسرائیل تم
اس باپ کے بیٹے ہو جو سر تاپا اللہ کی عبادت اور بندگی کیا کرتا تھا تمہارے اندر یہ سرکشی
کہاں سے آئی' معلوم ہوا کہ آباؤ اجداد کی تاریخ سے قوم کے اندر غیرت کے جذبات
پیدا کئے جاتے ہیں اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اسلام
کے لئے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں کچھ لوگ مکہ کو چھوڑ کر حبشہ چلے گئے اور کچھ
لوگ پھر مدینہ ہجرت کر کے آ گئے' گھر بار چھوڑا عزیزوں کو چھوڑا اور تو اور بیت اللہ کو
چھوڑا' لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے عربی کا ایک شعر پڑھ
رہے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا پھر کبھی ایسا وقت آئے گا کہ ہم ایسی جگہ موجود ہوں
گے کہ جس جگہ بیٹھ کر ہم خانہ کعبہ کو دیکھ سکیں گے' یاد کر رہے ہیں ہمارے بزرگوں ور
اسلاف نے اسلام کی سربلندی کی خاطر اتنی قربانی دی کہ ہجرت کر کے آئے ہماری
تاریخ اسی سے وابستہ ہے' ہمارے اندر اپنے اکابر و اسلاف کی عظمت اور احترام پیدا ہوگا
غیرت کا جذبہ پیدا ہوگا ایک تو محرم کا مہینہ جب آتا ہے تو وہ یہ سبق دیتا ہے'

حضرت حسین کی شہادت عظمیٰ اور اس کا مقصد

دوسرے یہ کہ ہجرت کو جب ساٹھ سال گذر گئے اور ہجرت کا اکسٹھواں سال آیا تو اس وقت خاندان نبوت کے چشم و چراغ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ کا واقعہ پیش آیا اور آج اس واقعہ کو تیرہ سو پنتیں سال چھ دن گذر گئے ہیں یہ تیرہ سو چھتیسواں سال ہے شہادت کا اور اتنے طویل عرصہ کے باوجود یہ واقعہ ہمارے دلوں میں تازہ ہے اور قیامت تک تازہ رہے گا کیونکہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت حق کی خاطر تھی اور حفاظت دین کی خاطر تھی یہ اور بات ہے کہ آج کل ہم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاشق کہلاتے ہیں اور ان کے فدائی کہلاتے ہیں اور انہیں کا نام لے کر اور انہیں کی محبت کا نام لے کر ہم اللہ کے اس دین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں جس دین کی حفاظت کی خاطر حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی عظیم قربانی دی تھی، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانوداہ نبوت کے چشم و چراغ اور نواسہ ہیں حضور اکرم ﷺ کا وہ واقعہ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ ایک دفعہ خطبہ دے رہے تھے اور اس وقت ان کی عمر بہت کم تھی کیونکہ دوسری تیسری ہجری میں دونوں صاحبزادے پیدا ہوئے ہیں ایک سال کا فرق ہے اور آپ دس ہجری کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے تو دونوں صاحبزادے حضرات حسنین کی عمر اس وقت آٹھ نو سال ہے اس سے زیادہ ان کی عمر نہیں ہے تو حدیث پاک میں جو واقعہ آتا ہے کہ آپ ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے ہیں اور یہ صاحبزادے لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے صفوں کے درمیان میں سے آگے آ رہے ہیں آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ کہیں کپڑوں میں الجھ کر گر نہ جائیں تو آپ ﷺ نے منبر پر سے اتر کر ان کو گود میں اٹھا یا آپ ﷺ کو ان سے اتنی محبت تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اولاد کی محبت بڑی

شدید ہوتی ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ جو لوگ اس منزل سے گذرے ہیں انہیں معلوم ہے کہ اولاد کی محبت اور زیادہ شدید ہوتی ہے، حضور اکرم ﷺ ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، تو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں خاندان نبوت کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے یہ جذبہ تھا کہ نانا جان کے دین کی کہیں سے شکل نہ بدلے اور کہیں سے اس کی صورت نہ بدلے کوئی اس کے اندر تبدیلی نہ کرے،

ہمارا نظام اخلاق دنیا کے تمام مذاہب کے نظام اخلاق سے جدا ہے ہمارا نظام معیشت دنیا کے تمام نظام ہائے معیشت سے جدا ہے، ہمارا نظام حکومت دنیا کے تمام نظام ہائے حکومت سے جدا ہے، ہمارے نظام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام نے دنیا کے اندر جب قدم رکھا ہے تو چاروں طرف سوائے بادشاہت اور ملوکیت کے کہیں کوئی چیز نظر نہیں آتی، دنیا میں جہاں جس کی حکومت موجود ہے وہاں کا وہ بادشاہ ہے یعنی خاندانی جانشینی چلتی تھی قیصر و کسریٰ کا بھی یہی طریقہ تھا لیکن اسلام دنیا میں پہلا مذہب اور دین ہے کہ جس نے آکر یہ بتایا کہ اگر دنیا سے ظلم کو مٹانا چاہتے ہو تو سب سے پہلے بادشاہت اور ملوکیت کا نظام ختم کریں اور شورائی نظام کو جاری کریں، شورائی نظام کا اصول یہ ہے کہ باپ کے بعد بیٹا مستحق نہیں ہے بلکہ اپنی مرضی سے نامزد کیا جاتا ہے اھل حل و عقد کی رائے سے حاکم نامزد کیا جاتا ہے، حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ یزید باپ کے بعد نامزدگی کے طور پر آیا ہے آپ نے اس لئے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ اس سے میرے نانا جان کا دیا ہوا وہ نظام حکومت جس کے ڈھانچہ میں حاکم اور امیر مسلمان اھل حل و عقد کی رائے سے آتا ہے اگر باپ کے بعد بیٹے کا طریقہ رائج ہو گیا تو پھر اسلام اور قیصر و کسریٰ کے نظام میں کیا فرق رہ جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

منافق کی پہچان

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمدا عبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ صدق الله مولانا العظيم وصدق رسوله النبى الكريم ونحن على ذالك من الشاهدين و الشاكرين والحمد لله رب العالمين

بزرگان محترم اور برادران عزیز! قرآن کریم کی مشہور سورت سورۃ المنافقون ہے اس کی ابتدائی آیتیں اس سے پہلے جمعہ میں بھی تلاوت کی گئی تھیں اور گذشتہ جمعہ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ منافقون کے بارے میں فرمایا اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ لوگ اپنے قول اور اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں کیونکہ یہ قسمیں کھا کھا کر جس بات کا اظہار کرتے ہیں یہ قسمیں ڈھال ہیں اور صرف اپنے بچاؤ کے لئے قسمیں کھاتے ہیں انہیں یہ معلوم ہے

کہ اگر ہم قسمیں کھا کر مسلمانوں کو یہ بتلائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں تو ہماری جان محفوظ ہو جائے گی ہمارا مال محفوظ ہو جائے گا ہماری عزت و آبرو محفوظ ہو جائے گی تو ان لوگوں کی یہ قسمیں ان کی ڈھال ہیں در حقیقت ان کے دلوں کے اندر کفر ہے فصدوا عن سبیل اللہ کہ اگر ان کی یہ قسمیں سچی ہوتیں تو خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی عمل کی تلقین کرتے مگر ان کا طریقہ یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور لوگوں کو بھی اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور ان لوگوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کو اللہ کے راستہ سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں منافقوں کا سب سے پہلا کام یہی ہے کہ وہ اللہ کے دین میں شک اور شبہ پیدا کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو اسلام سے گمراہ کرنا

کسی زمانہ میں ایک پادری گیا مسلمانوں کے علاقہ میں اور جا کر اس نے بڑی تبلیغ کی مگر کوئی شخص بھی عیسائی نہیں بنا کسی نے اس پادری سے یہ کہا کہ تم تو ناکام واپس آئے اس لئے کہ کوئی مسلمان بھی عیسائی نہیں ہوا تو وہ ہنسنے لگا اور کہا کہ اگر چہ میں کسی مسلمان کو عیسائی نہیں بنا سکا لیکن میں نے کسی مسلمان کو مسلمان نہیں رہنے دیا ہر مسلمان کے دل میں ایسا شبہ اور شک پیدا کر دیا ہے وہ خود سوچتا ہے کہ ہمارا دین صحیح ہے یا کہ نہیں اور یہ بھی اپنی جگہ بہت بڑی کامیابی ہے' عیسائیوں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی ایک نسل کے اندر ہم شکوک و شبہات کے بیج بوتے ہیں اور کوئی مسلمان عیسائی نہیں ہوتا لیکن قران میں شک کرنے لگتا ہے نبوت میں شک کرنے لگتا ہے اور حضور ﷺ کی زندگی کے اندر شک کرنے لگتا ہے تمام احکام میں شک کرنے لگتا ہے تو جب ان کی دوسری نسل آتی ہے تو وہ جرات کے ساتھ اسلام کا انکار کر دیتی ہے اسی طرح تم نے جو یہ کہا ہے کہ میں نے کسی مسلمان کو عیسائی نہیں بنایا یہ صحیح ہے لیکن ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم نے کسی مسلمان کو مسلمان نہیں چھوڑا ہے سب کے دل میں شک و شبہ پیدا کر دیا ہے،

آج کی تحقیقات کا حال

اور ایسے مسلمان آج بھی بہت سے موجود ہیں مثلاً بڑے بڑے ڈاکٹر اور ڈگری یافتہ لوگ اور ڈاکٹر کی ڈگری تو عام طور پر انہیں کو ملتی ہے کہ جو نعوذ باللہ اپنے مقالہ میں اسلام کی کسی کمزوری کا اظہار کریں اسلام کی کسی شخصیت کی مخالفت کریں، کسی نے سچ کہا ہے کہ ہماری تحقیقات کس چیز کا نام ہے فرمایا کہ

ناموس چند سالہ اجداد نیک نام

ہمارے وہ آباؤ اجداد کہ جن میں سے حسن بصری ہے کسی کا نام امام غزالی ہے کسی کا جنید بغدادی ہے کس کا رابعہ بصریہ ہے یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے کردار سے اسلام میں ایک مقام پیدا کیا اور اگر آج آپ ریسرچ کرنا چاہتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک شخصیت کو لیجئے اور ان کے عیب تلاش کیجئے یہ آج کل کی ریسرچ اور تحقیق کا طریقہ ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے نعوذ باللہ لکھا ہے کہ جن بزرگوں کا آپ نام لیتے ہیں ان کے ہاں تو اس کثرت سے شراب پی جاتی تھی کہ بغیر شراب کے کوئی مجلس میں بھی نہیں بیٹھتا تھا تو جب اس نے یہ بات کہی تو بس اس پر اس کی ڈگری مل گئی کیونکہ اس نے بہت عجیب اور نئی بات کہی ہے اور اس نے اعلیٰ تحقیق کی ہے بہت صحیح کہا ہے فرمایا کہ!

ناموس چند سالہ اجداد نیک نام
درزیرپائے غرب ریسرچ نہادہ ایم

مغرب کے قدموں میں ان شخصیات کو ڈال دو اور ان کو ذلیل کر دو اس کا نام ہم نے ریسرچ رکھا ہے اور اس کو ہم تحقیق کہتے ہیں

ایک صاحب کہنے لگے ایک سرکاری میٹنگ میں بیٹھے ہوئے تھے جس کا کام یہی ریسرچ تھا آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے ایک ادارہ بنا تھا کل بھی میں اس کی ایک

میٹنگ میں شریک ہو کر اسلام سے رات پہنچا جب یہ ادارہ شروع کیا گیا تو اس کے اندر بہت سے جج تھے بہت سے محکموں کے سیکرٹری تھے بہت سے یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر تھے' اس کا چیئرمین وزیر تھا اور اس ادارہ کا ڈائریکٹر عہدہ دار تھا اور شاید نظر بد سے بچانے کے لئے ایک مولوی بھی تھا اور وہ میرا نام تھا' ایک صاحب نے یہ سوال اٹھایا کہ ہم یہاں ریسرچ کرنے کے لئے بیٹھے ہیں تو ہمیں ریسرچ کی بنیاد معلوم ہونی چاہیے میں نے کہا کہ ہم آپ کی بات سمجھے نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں بنیاد تو قرآن و سنت ہے' کہنے لگے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ یہ طے کرلیں کہ ہم صرف قرآن کی بنیاد پر ریسرچ کریں گے' میں نے کہا کہ اور سنت' کہنے لگے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سنت تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا نام ہے وہ شریعت اور دین نہیں ہے میں نے کہا کہ اچھا فقہ کہنے لگے کہ فقہ دراصل یہ تو سرکاری چیز ہے امراء اور سلاطین جو چاہتے علماء سے فتویٰ لے لیتے تھے ان فتوؤں کا نام فقہ ہے' میں نے کہا کہ یہ تو آپ نے بڑی عجیب و غریب تحقیق کی ہے' اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خلیفہ وقت امام ابو حنیفہ سے کہتا تھا کہ تم یہ فتویٰ دے دو اور وہ اس کے مطابق فتویٰ دے دیتے تھے اور یہ فقہ بن گئی' میں نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ نے یورپ کے کس مستشرق کی کتاب پڑھی ہے اور آپ نے ابو حنیفہؒ کا مطالعہ کہاں سے کیا ہے اور میں نے کہا کہ تعجب کی بات ہے آج آپ ایسی مجلس میں بیٹھے ہیں جس مجلس کے اندر چیئرمین وزیر جس کے کچھ ارکان جج تنخواہ دار اور کچھ ارکان یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر تنخواہ پانے والے جس کے کچھ ارکان سیکورٹی تنخواہ پانے والے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ تمام کے تمام ارکان سرکاری اور حکومت سے تنخواہ وصول کرنے والے ہیں ایک آدھ کو چھوڑ دیں تو اس سے کیا ہوتا ہے تو اگر ابو حنیفہ کی فقہ اس لئے قابل عمل نہیں ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ وہ سرکاری اشاروں پر دیئے گئے فتوؤں کا نام ہے تو معاف کیجئے یہ مجلس جس کی صدارت وزیر کر رہا ہے جس کا ہر رکن تنخواہ پاتا ہے اس کا تیار کیا ہوا فقہ کون مانے گا اور اس مجلس

کا ہر رکن وظیفہ خوار ہے اور یہ کیسی فقہ تیار کرے گا اور میں نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے ابو حنیفہؒ پر یہ الزام

ابو حنیفہؒ کی حق گوئی

ایک مرتبہ ایک دستاویز آئی امام ابو حنیفہؒ کے سامنے جو کہ خلیفہ وقت کی طرف سے تھی آج ہم اور آپ جس انحطاط کے دور میں کہ یہاں کردار ہیں دیکھنے کو بھی نظر نہیں آتا معاف کیجئے ہم اور آپ ان لوگوں کے کردار کا اندازہ نہیں لگا سکتے اور جنہوں نے اللہ کے دین کی حفاظت کی خاطر کسی چیز کی پرواہ نہیں کی یہ بالکل اس طرح ہے جیسا کہ ایک کمزور قسم کا آدمی کہ اگر پھونک ماریں تو گر پڑے اگر وہ یہ کہے کہ کسی زمانہ میں ہاتھی کی میں دم پکڑ لیتا تھا تو ہاتھی حرکت نہیں کر سکتا تھا' آپ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ واقعۃً شکل تو آپ کی ایسی ہی ہے کہ آپ ہاتھی کی دم پکڑ لیتے تھے بالکل ایسی ہی بات ہے کہ آج کردار کا وجود نہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ غالباً اس زمانہ میں بھی جن کے اوپر دین اور شریعت کی ذمہ داریاں تھیں وہ بھی ایسی ہی کمزوریاں دیکھاتے ہوں گے نہیں' معمولی معمولی بات خلیفہ کے سامنے فوراً برملا کہتے تھے کہ یہ اصول شریعت کے خلاف ہے' قاضی بقار یہ قاضی القضاہ ہیں قاضی القضاۃ کا ترجمہ اس زمانہ میں سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ہے جو خلیفہ کے بارہ میں بھی فیصلہ دے سکتا ہے کہ خلیفہ کا یہ عمل جائز ہے اور یہ ناجائز ہے قاضی بقار چیف جسٹس ہیں خلیفہ نے یہ رائے ظاہر کی کہ میرے محل میں ایک جائداد وقف ہوئی ہے اور اس کی شہادت اور گواہیاں مرتب کرنی ہیں'

ہمارے یہاں کی عورتیں کہیں جاتی نہیں آپ تکلیف فرمائیں اور محل میں تشریف لے آئیں اور یہاں آکر وہ شہادتیں قلمبند کرلیں' یہ اپنے اس خیال کو لے کر محل میں گئے مجلس لگ گئی خلیفہ موجود ہے قاضی بقار نے اپنے پیش کار سے کہا شہادت

قلمبند کرا نہوں نے شہادت قلمبند کروائی اور جب قلمبند ہو گئی تو انہوں نے اس کو دیکھا اور دیکھنے کے بعد وہ دستاویز پیش کار کے منہ پر ماری ارے بیوقوف تو عدالت کا آدمی ہے تجھے یہ خبر نہیں کہ کیا لکھا ہے اس نے شروع میں یہ لکھ دیا تھا کہ خلیفہ اور بادشاہ کی مجلس میں قاضی بکار کے سامنے حسب ذیل شہادت ہوئیں اور یہ شہادت قلمبند ہوئیں انہوں نے خلیفہ کے سامنے کہا کہ تجھ کو یہ پتہ نہیں ہے کہ جس مجلس کے اندر قاضی القضاۃ بیٹھ کر فیصلہ دیتا ہے وہ مجلس قاضی کی مجلس ہوتی ہے خلیفہ کی مجلس نہیں ہوتی یہ تو نے کیا لکھ دیا کہ خلیفہ کی مجلس میں یہ ہوا' جہاں شہادت ہوتی ہے وہ قاضی کی مجلس ہوتی ہے تو قاضی بکار نے کہا یہ لکھ کہ قاضی القضاۃ کی عدالت میں بموجودگی خلیفہ حسب ذیل شہادت گذری دیکھئے صرف عدالت کی برتری کی بات تھی کہ یہ خلیفہ اور سلطان کی مجلس نہیں ہے بلکہ قاضی القضاۃ کی مجلس ہے جس کے اندر حاکم قاضی القضاۃ ہے نہ کہ خلیفہ اور خلیفہ ایک ایسی طرح موجود ہے جس طرح ایک عام آدمی ہوتا ہے اندازہ لگائیے کہ کیا یہ لوگ خلیفہ کے اشارہ پر کوئی بات کر سکتے تھے' امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایک دستاویز آئی کہ خلیفہ کے خاندان میں سے فلاں نے فلاں کے لئے جائیداد ھبہ کی ہے اور یہ ھبہ نامہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے آپ اس پر دستخط فرمادیں امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ میرے دستخط کرنے کے معنی ہیں شہادت دینا میں اگر دستخط کروں گا تو گویا میں یہ شہادت دے رہا ہوں کہ فلاں نے فلاں کو یہ ھبہ کیا ہے فرمایا کہ جب یہ سارا معاملہ میرے سامنے ہی نہیں ہوا اور مجھے معلوم ہی نہیں کہ ھبہ کرنے والا کون ہے اور جس کے نام ھبہ کیا گیا ہے وہ کون ہے' تو میں شہادت کس طرح دوں' فرمایا اس کو لے جاؤ میرے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ میں شہادت دوں اور میں اس پر دستخط نہیں کروں گا کاغذ خلیفہ کے پاس گیا اور بتایا گیا کہ امام ابو حنیفہ نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے خلیفہ نے امام ابو حنیفہؒ کو بلایا اور انہوں نے یہ بات سمجھائی کہ میرے دستخط کرنے کے معنی ہیں کہ میں ھبہ کی شہادت دے رہا ہوں مگر ھبہ میرے سامنے نہیں ہوا تو میں

شہادت کیسے دے دوں تو خلیفہ نے کہا کہ اس پر اور علماء نے بھی تو دستخط کئے ہیں انہوں نے کیسے کئے امام صاحب نے کہا کہ اگر کسی نے دستخط کئے ہیں تو غلط کئے ہیں یہ اصول کے خلاف ہے' خلیفہ نے کہا کہ اچھا ان علماء کو بلاؤ جنہوں نے دستخط کئے ہیں' انہوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ دستخط کرنے سے انکار کرتے ہیں اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ یہ واقعہ میرے سامنے نہیں ہوا' اور دستخط کرنے کے معنی ہیں شہادت دینا جو بات میرے سامنے نہیں ہوئی میں اس کی شہادت کیسے دوں' ان علماء نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے ہم نے تو صرف خلیفہ کا خیال کرتے ہوئے دستخط کر دیئے ہیں لیکن حق بات وہی ہے جو امام ابو حنیفہؒ کہہ رہے ہیں اندازہ لگائیے کہ امام ابو حنیفہ خلیفہ کی دستاویز پر دستخط کرنے سے انکار کر دیتے ہیں کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ فقہ حنفی کے معنی یہ ہیں کہ۔جو بادشاہ نے کہہ دیا اس کو قانون بنا کر دے دیا' ہرگز نہیں یاد رکھئے یورپ والوں نے ایک ایک شخصیت کو مجروح کیا ہے اور نہایت مسخ کر کے ان کو پیش کیا ہے اور جو شخص اس طرح پیش کرتا ہے میں نے عرض کیا کہ اس کو ڈائریکٹریٹ کی ڈگری مل جاتی ہے' فرمایا کہ!

ناموس چند سالہ اجداد نیک نام
درزیر پائے غرب ریسرچ نہادہ ایم

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ اپنے آپ کو بھی صحیح راستے سے روکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں شبہات پیدا کر کے اور یاد رکھئے کہ جب انسان کو اپنے عقیدہ میں تردد پیدا ہو جائے تو یوں سمجھ لیجئے جیسا کہ درخت اپنی جڑیں چھوڑ دے کہ وہ درخت خشک ہونا شروع ہو گیا ہے معلوم نہیں کہ کس وقت گر جائے گا اسی لئے ایمان کی جب تعریف کی جاتی ہے کہ ایمان کسے کہتے ہیں' تو صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ ہم یقین رکھتے ہیں بلکہ یقین کا وہ درجہ کہ کسی کے شبہ ڈالنے سے بھی شبہ پیدا نہ ہو تو

اس یقین کا نام ایمان ہے' اب ہم اپنا جائزہ لے لیں دعوی تو ہم سب ایمان کا کرتے ہیں مگر ہم میں ایسے مسلمان بھی ہیں کہ جنہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں لکھا ہے کہ یہ قرآن جو آپ پڑھتے ہیں اس کے خیالات اور جذبات وہ اللہ نے ڈالے ہیں مگر یہ الفاظ کلام الٰہی نہیں ہیں یہ کلام نبی کا کلام ہے الفاظ کالانا نبی کا کام ہے' نعوذ بالله من ذالك اگر کسی شخص کو قرآن کریم کے بارے میں یہی تردد پیدا ہو جائے کہ مضمون من جانب اللہ اور وحی ہے الفاظ قرآن وحی نہیں تو آپ دیکھ لیں کہ ہمارے تو ایمان کا سارا گھروندا بکھر گیا' مگر ایسے لوگ موجود ہیں.........

آج اس آیت کے بارہ میں عرض کرتا ہوں فرمایا کہ یہود انبیاء کرام علیہم الصوۃ والسلام کو قتل کرتے تھے لیکن ابتداء قتل سے نہیں ہوتی تھی ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ سب سے پہلے نافرمانی کرتے اور پھر حد سے تجاوز کرتے اس کے بعد نوبت یہاں تک آتی کہ عناد اور دشمنی کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو قتل بھی کرتے' معلوم ہوا کہ قتل کی نوبت حد سے تجاوز کرنے سے آئی اور حد سے تجاوز اس لئے کیا کہ نافرمانی کی۔

میں نے یہ بات اس لئے عرض کی کہ حق تعالی فرماتے ہیں کہ منافقوں کے دلوں میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان کے دلوں پر ٹھپہ اور مہر لگا دی ہے ان میں اب صلاحیت باقی نہیں رہی ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ طبع کے معنی مہر لگا دینا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالی نے انسانوں کے دلوں میں جو کیفیتیں آتی ہیں ان کو الفاظ کے ذریعہ تعبیر فرمایا

اور جو جگہ محل ایمان اور ایمان کا مرکز ہے جس کو قرآن کریم میں قلب کہا گیا ہے یہ وہ قلب نہیں ہے جس کو ڈاکٹر قلب کہتے ہیں ڈاکٹر گوشت کے ٹکڑے کو قلب کہتے ہیں قرآن کریم اس کو قلب نہیں کہتا' اللہ تعالی قرآن کریم میں منافقوں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں وفی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا ان کے دلوں میں بیماری

ہے جوں جوں اسلام بڑھتا جاتا ہے بیماری بڑھتی جاتی ہے اگر قرآن کریم کے نزدیک وہی قلب ہے جس کو ڈاکٹر قلب کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم دعوی کرتا ہے کہ جتنے بھی منافقین تھے ان کے دلوں کے اندر اختلاج قلب کی بیماری تھی یا اور کوئی ان کے قلب میں بیماری تھی، نہیں، آگے فرمایا وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ کہ ایسے قدو قامت کے لوگ ہیں جن کا ظاہر بہت اچھا اور بہترین ہے نظر فریب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو جسمانی قلبی بیماری نہیں تھی وہ اختلاج قلب کی بیماری نہیں تھی جسمانی اعتبار سے بالکل ٹھیک تھے، لیکن وہ بیماری جس کا قرآن پاک میں ذکر ہے وہ روحانی بیماری ہے جس کا جسم کی بیماری سے کوئی تعلق نہیں اسی طرح قلب سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں قرآن کریم قلب اس جگہ کو کہتا ہے جو جذبات اور احساسات پیدا ہونے کی جگہ ہے اور یہ ایک لطیفہ روحانی ہے جو کہ ایمان کا مرکز ہے، کبھی کسی انسان کا قلب کمزور ہے لیکن قرآن کریم جس کو قلب کہتا ہے وہ اتنا طاقت ور ہوتا ہے جس کی طاقت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا مگر یہ قلب ایک حالت پر نہیں رہتا اس کی ایک حالت نہیں ہے اگر اس کی ایک حالت ہوتی تو پھر کوئی خطرہ نہ تھا، مگر خطرہ ہے یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین حضور ﷺ کی صحبت میں بیٹھے ہیں اور اس وقت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل تڑپ رہا ہے اعلی درجہ کے جذبات دل میں موجود ہیں لیکن وہ تڑپ اور وہ آنکھوں سے آنسو اور وہ کیفیت نہیں ہے اور صحابہؓ نے اپنی یہ کیفیت حضور ﷺ کے سامنے بیان کی کہ ہم جب آپ ﷺ کی مجلس میں ہوتے ہیں تو جو حالت اس وقت ہوتی ہے وہ مجلس سے اٹھنے کے بعد نہیں ہوتی، صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم کہیں منافق تو نہیں ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں آپ اس کا خیال نہ کریں کیونکہ ایک وقت ایک حالت ہوتی ہے اور دوسرے وقت دوسری حالت ہوتی ہے ایک ہی کیفیت قلب پر باقی نہیں رہتی اور فرمایا اگر تمہارے قلب کی ایک ہی حالت باقی رہتی تو ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے، بعض دفعہ

انسان ایک وقت دیکھتا ہے کہ شبلی اور جنید کے مرتبہ پر فائز ہے مگر اچانک گناہ کا خیال آ گیا' صحابہؓ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی ہمارے دل میں ایسے خیالات آتے تھے کہ ہم جل کر کوئلہ بن جانا پسند کرتے ہیں مگر ان خیالات کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے ایسے خراب خیالات ہوتے تھے اور یہ سب کیفیتیں عارضی ہیں کسی عارف نے کیا خوب کہا اور سچ کہا فرمایا کہ

گاہ رشک برد فرشتہ بر پاکی ما

یعنی بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ میں رات کو تھوڑا سویا کروں گا اور تمام رات تلاوت کروں گا اور ساری رات نوافل پڑھوں گا' تو فرشتہ کہتا ہے کہ اللہ اکبر آج اس کے جذبات اور خیالات ایسے ہیں کہ مجھے بھی رشک آرہا ہے فرمایا

گاہ رشک برد فرشتہ بر پاکی ما

گاہ خندہ زند دیو زناپاکی ما

اور کبھی کبھی ایسے گناہ معیصت کے خیالات آتے ہیں کہ دیو بھی شرماتا ہے

ایماں را سلامت بلب گور بریم

احسنت بریں چست وچالاکی ما

خیال کبھی نیکی کا آتا ہے کبھی برائی کا آتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں' اعتبار اس کا ہے کہ ایسے عمل پر جم جاؤ کہ جس عمل کی وجہ سے قبر تک اپنا ایمان بچا کر لے جاؤ خیالات تو آتے رہتے ہیں

اور قلب عربی زبان کا لفظ ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ عربی زبان فطرت کے مطابق ہے قلب کے لغت میں معنی بدلنے کے آتے ہیں اور قلب کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے فرمایا کہ

وما سمی الانسان الا لانسه

انسان کو انسان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں انس موجود ہے انسان انس سے

بنا ہے تو انسان انس والی مخلوق ہوئی اس لئے اس کو انسان ہی کہنا چاہیے فرمایا کہ

وما سمی الانسان لا لانسه　　　　وما القلب لا انه ینقلب

اور قلب کو قلب اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا کام ہے بدلتے رہنا' تو لفظ وہی رکھا گیا جو اس کی کیفیت تھی' حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مثل القلب کریشة ارض تقلبة الریاح کیف ماتشاء فرمایا کہ دل کی مثال ایسی ہے جیسا کہ جنگل میں پڑا ہوا مرغ کا پر کہ جنوب کی ہوا آئے گی شمال میں لے جائے گی شمال کی ہوا آئے گی جنوب میں لے جائے گی' مشرق کی ہوا آئے گی مغرب میں لے جائے گی مغرب کی ہوا آئے گی مشرق میں لے جائے گی' دل کی مثال بھی ایسی ہی ہے کہ کبھی کوئی تبدیلی آتی ہے کبھی کوئی مگر کسی تبدیلی کو بھی آپ اچھا یا برا نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس قلب میں تو تبدیلی آنی ہی ہے مگر اسلام نے ایک حد مقرر کی ہے کہ جو ایمان کے اندر اندر ہے' ایک حد ایسی ہے کہ جس سے گذرنے کے بعد کفر کے حلقہ میں داخل ہو جاتا ہے اور کافر کے دل پر کتنی کیفیتیں آتی ہیں مجھے زبانی تو یاد نہیں لیکن

غالباً مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ دس منزلیں ہیں اور قرآن کریم نے دس الفاظ کے ساتھ ان کیفیتوں کو بیان کیا' کہیں فرمایا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی کہیں فرمایا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کہیں فرمایا قلوب الحمیة بہت سے الفاظ ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے قلب کی مختلف حالتوں کا ذکر فرمایا طبع کے معنی بھی دل پر مہر لگا دینے کے ہیں اور خاتم کے معنی بھی مہر لگا دینے کے ہیں

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک چھوٹا سا کالا نشان اس کے دل پر پڑ جاتا ہے اور یاد رکھئے کہ دل سے مراد وہ ڈاکٹری اور جسمی دل نہیں ہور نہ تو کوئی ڈاکٹر بڑے سے بڑے گناہگار آدمی کا دل نکال کر کہے کہ مولانا دیکھائیے کہ کالا نشان کہاں ہے بلکہ دل سے مراد وھی لطفیہ روحانی ہے کہ جس پر گناہ سے سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے اور علماء نے لکھا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ گناہ کر کے اگر دل

میں بے چینی کی کیفیت پیدا ہو یہ محسوس ہو کہ اچھا نہیں ہوا تو سمجھ لیجئے کہ قلب پر وہ سیاہ داغ پڑ گیا ہے گناہ پر رنج ہونا اور نیکی سے خوشی ہونا یہ اس بات کی نشانی ہے کہ ابھی تک روحانیت صحیح ہے گناہ کیا تو قلب پر ذرا سا سیاہ نشان بن گیا توبہ کی تو وہ نشان دھل گیا اگر گناہ پر گناہ کرتا چلا گیا تو وہ داغ بڑھتا چلا جاتا ہے اور جب بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے تو دل کو مکمل طور پر ڈھانپ لیتا ہے اور چھا جاتا ہے اور جب وہ سیاہ داغ قلب پر چھا جاتا ہے تو حق تعالی اس کا پھر اعلان اس طرح کرتے ہیں فرمایا کہ کلابل ران علی قلوبھم ماکانوا یکسبون ان کے دلوں پر ران یعنی معیصت کا زنگ جم گیا ہے معلوم ہوا کہ قلب کی ایک کیفیت کا نام ران بھی ہے ایک کیفیت کا نام ختم بھی ہے ایک کیفیت کا نام طبع بھی ہے معلوم ہوا کہ یہ کیفیت کفر کی کیفیت ہے اور جب انسان گناہ کرتے کرتے اپنی صلاحیت کو ختم کر لیتا ہے تو موت کی منزل تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کو میت قرار دیا ہے فرمایا کہ اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا اور اسکو میت قلبی بھی کہا گیا ہے اور اب یہ اس منزل پر آگیا ہے کہ آنکھیں تو ہیں مگر دیکھتا نہیں کان ہیں سنتا نہیں دل ہے عقل ہے مگر سمجھ نہیں فرمایا کہ لَایَفْقَھُوْنَ بِہَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّایُبْصِرُوْنَ بِہَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّایَسْمَعُوْنَ بِہَا اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اب یہ چوپاؤں اور جانوروں کی طرح ہو گیا ہے کہ آنکھیں تو ہیں مگر حق بات نہیں سنتا ہر بات کو سمجھنے کی صلاحیت موجود ہے مگر حق بات کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے ایک اخبار کے ایڈیٹر تھے الطاف حسین مرحوم انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک گمراہ بلکہ کافر کو کھانے پر بلایا اس سے میں نے بین الاقوامی سیاست پر گفتگو کی جب وہ اپنی قابلیت کے ساتھ بین الاقوامی سیاست پر روشنی ڈال رہا تھا تو میں حیران تھا کہ اس آدمی میں کتنی قابلیت ہے اور اس کی کتنی معلومات ہیں اس کی کتنی اچھی سمجھ ہے لیکن کہنے لگے جب پانچ چھ روز گذر گئے میں نے ایک دن کھانے پر پھر انہیں بلایا اور اس دن ان سے مذہبی باتیں کیں تو ان کا کہنا یہ تھا کہ جب میں نے ان سے مذہبی باتیں کیں تو مجھے یہ پتہ چلا کہ

اس سے زیادہ احمق اور بیو قوف دنیا میں پیدا نہیں ہوا کہ موٹی موٹی بات بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتی' یہ بھی ایک صلاحیت ہے یاد رکھئے کہ دنیا میں بڑے بڑے قابل لوگ موجود ہیں کہ دنیاوی علوم کے نکتہ نظر سے برے بڑے قابل لوگ موجود ہیں مگر ان کے اندر حالسہ خدا شناسی یعنی وہ صلاحیت کہ جس سے خدا کو صحیح طریقہ پر پہچان سکیں نہیں ہے..........

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

مولانا احتشام الحق کی ربانیابت

یہ کوشش و ہمت کا نتیجہ نکلا ادنیٰ ہے زمانے میں کوئی ہے اعلیٰ
بھوکے ہیں مسلمان، نصاری خوش عیش انسان کو ملتا ہے کیے کا بدلہ

نگہ کی نامسلمانی

خطبہ ماثورہ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا لله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

بزرگان محترم وبرادران عزیز!

نظریہ پاکستان

نظریہ پاکستان کا منشاء و مدعا اسلام اور صرف اسلام ہے اور چونکہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح ضمیمہ زندگی کی حیثیت نہیں رکھتا' بلکہ ضابطہ حیات اور افراد معاشرہ کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کو پورا کرنے کا ضامن ہے۔اس لئے اسلام اور نظام اسلامی کسی کافر حکومت اور اجنبی نظام مملکت میں قائم نہیں ہو سکتا۔جب تک کہ اس کا اپنا وطن' اپنا ملک اور اپنی سر زمین نہ ہو ۔ بنابریں مسلمان ہر دور میں 'اسلام کے کامل نفاذ کی خاطر اسلامی سلطنت اور اسلامی حکومت کو ناگزیر سمجھ کر اس کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔اگر اسلام محض عبادات کا مجموعہ ہوتا اور بندگی سے اس کی غایت پوری ہو سکتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' سرزمین مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف نہ لے جاتے۔

اسلام کے اسی مزاج اور اسی حیثیت کا اثر تھا کہ مسلمانان ہندوستان نے حکومت اور اقتدار سے محروم ہو جانے کے بعد بھی اسلام حکومت و سلطنت کے قیام کی جدوجہد کو جاری رکھا اور جب خلافت عثمانیہ نے بھی دم توڑ دیا تو ان کی یہ جدوجہد تیز تر ہو گئی۔اسی کے نتیجہ میں مسلم لیگ نے تحریک پاکستان کا آغاز کیا جس کا مقصد ایسے خطہ کا حصول تھا جہاں اسلام کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں پر آزادانہ عمل ہو ۔اور اسلام کا اخلاقی سیاسی معاشی اور تعلیمی نظام قائم کیا جا سکے۔

چنانچہ جونہی مطالعہ پاکستان سامنے آیا براعظم پاک وہند کے مختلف الخیال ' مختلف اللسان اور مختلف جغرافیائی حدود میں بٹے ہوئے مسلمان متحد ہو گئے اور تمام گروہی وعلاقائی مفادات کو بھول کر اسلامی نظام کے قیام کے لئے ایک ہو گئے اور انہوں نے اپنے گھر کو اجاڑ کر نیا گھر آباد کرنے کے عزم کا اظہار کیا تا کہ اسلام کا گہوارہ اور وطن وجود میں آجائے۔بالآخر ان کی قربانیوں کے نتیجہ

میں پاکستان قائم ہوا۔

جو وطن اس اہم اساس پر وجود میں آیا ہو' اس میں بنیادی نظریہ اور ملک دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک حقیقت کی دو تعبیریں ہیں۔ نظریہ پاکستان کی حفاظت' دراصل پاکستان کی حفاظت ہے اور اس نظریہ کی مخالفت پاکستان کے وجود کی مخالفت اور اسے ختم کرنے کی کوشش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جن کی نظروں میں پاکستان کھٹکتا ہے اور جو اس کی سالمیت واستحکام کو برداشت نہیں کرسکتے ملک میں لادینی نظریات کو فروغ دے اور لادینی نظام قائم کرنے کے نعرے لگارہے ہیں۔ یہ عناصر کھل کر پاکستان کی مخالفت تو نہیں کرسکتے البتہ اس ذریعے سے اسے ختم کرنا چاہتے ہیں' کیونکہ جانتے ہیں کہ اگر نظریہ پاکستان یعنی اسلام ک متنازعہ مسئلہ بنادیا جائے تو پاکستان کے' مربوط اجزاء منتشر ہو جائیں گے اور پھر ان کا کام آسان ہو جائے گا ---- اس لئے پاکستان کے عوام اور ارباب اقتدار کو' خواہ وہ جمہوری نمائندے ہوں یا فوجی و شہری ملازمین' صرف دینی بنیاد ہی پر نہیں بلکہ اس ملک کی بقاء اور سالمیت کی خاطر' ایک لمحہ کے لئے بھی کسی لادینی نظام اور نظریہ کو برداشت نہیں کرنا چاہئے اگر اس معاملے میں کوتاہی سے کام لیا گیا اور اس سے وطن عزیز کو کوئی نقصان پہنچا تو ہم عند الله و عند الناس مجرم ہوں گے اور تاریخ اور آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔

اسلام اور سوشلزم

سوشلزم محض کسی معاشی یا اقتصادی نظام کا نام نہیں بلکہ پوری زندگی کا ضابطہ ہے' جس کا حاصل مذہب اور خدا کی نفی اور مخالفت ہے! دنیا کے تمام مذاہب اور ادیان' روحانیت کو اساس قرار دیتے ہیں' جس کی ابتداء خدا کے تصور سے ہوتی ہے اور سوشلزم ایک مادری ضابطہ حیات ہے جس کا آغاز انکار خدا اور انکار مذہب سے ہوتا ہے۔ مذہب یا دین' زندگی کا تصور خدا سے حاصل کرتا ہے' جب کہ مادی نظام کا موجد اس ضابطہ حیات کو انسانی فکر اور انسانی عقل سے ترتیب دیتا ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا یا کہنا کہ سوشلزم صرف اقتصادی یا معاشی نظام ہے' حقیقت کے خلاف

اور دوسروں کو دھوکہ دینا ہے سوشلزم، کسی مذہب یا دین کا پیوند نہیں بن سکتا- بالخصوص اسلام کے ساتھ اس کا کسی نوع کا رشتہ یا کسی قسم کی پیوندکاری ممکن نہیں- کیونکہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی ایسا مکمل دین اور کامل ضابطہ حیات ہے جس کا اپنا سیاسی نظام بھی ہے اور اقتصادی نظام بھی! اور جو اسلام اپنی جامعیت کی بناء پر دنیا کے کسی آسمانی مذہب سے بھی پیوندکاری کی اجازت نہیں دیتا- وہ کسی لادینی فلسفی یا حکیم کے ایجاد کردہ ازم سے تعلق کیسے برداشت کر سکتا ہے-

اپنی خودی پہچان!

انسانی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب تک کسی ملت کی خودی بیدار رہےوہ قوم غیر کی تقلید کو موت سمجھتی ہے اور اس کی نظر میں غیر کی کوئی بات نہیں جچتی لیکن جو قوم خودی کھو بیٹھے یا اس میں ذہنی مرعوبیت پیدا ہو جائے تو اپنی عظمت کھو بیٹھی اور اپنی اقدار کو چھوڑتے اور غیروں کی روش کو اپنانے کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے- پھر اس کی ساری صلاحیتیں اس پر صرف ہوتی ہیں کہ غیروں کی اچھائیوں اور خوبیوں کو بیان کر کے اپنی کجی کے لئے وجہ جواز ڈھونڈے اور انہیں اپنا لے اور اس جذبے کے پیچھے 'ذہنی مرعوبیت' شکست خوردگی اور احساس کمتری کے ذلیل محرکات کارفرما ہوتے ہیں- سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو غیروں کی روش اختیار کرنے اور تقلید سے روکا ہے- چنانچہ ایک سفر میں مشرکین مکہ میں سے تازہ تازہ اسلام قبول کرنے والی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی- راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ ہوا- وہاں ایک درخت تھا جس پر مشرک اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے- ان نومسلموں نے سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے لئے بھی اسی طرح کا ایک درخت متعین فرما دیجئے تاکہ ہم بھی اپنے ہتھیار مشرکین کی طرح لٹکا سکیں- آپ نے فرمایا- یہ عجیب بات کی ہے! تمہارا یہ کہنا بالکل ایسا ہے جیسا حضرت موسیٰ کی قوم میں سے بعض نے فرعون مصر سے نجات حاصل کرنے کے بعد بعض لوگوں کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھ کر کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایسا ہی خدا بنا دیجئے جیسا ان لوگوں کے پاس ہے-

نگہ کی نامسلمانی

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اصحاب سے فرمایا کہ جس قوم سے نکل کر تم اسلام میں داخل ہوئے ہو اس قوم کی کسی بات کی پیروی اور اتباع کی خواہش تمہارے دل میں پیدا نہیں ہونی چاہیئے اب تمہاری تمام تر توجہ اسلام اور صرف اسلام پر مرکوز ہونی چاہیئے

---- لہذا آج جو لوگ اسلام میں ہوتے ہوئے لادینی نظریات وافکار کی حمایت کر رہے ہیں' ان کی حالت بھی بنی اسرائیل کے انہی لوگوں کی سی ہے جنہوں نے بت پرستوں کو دیکھ کر بتوں کی پوجا کرنی چاہی تھی! اور وہ لوگ جو اسلام کا نام لینے کے باوجود سوشلزم کی طرف مائل ہیں' دراصل ذہنی غلامی اور ایمان کی کمزوری کا شکار ہیں-

گوارا ہے اسے نظارہ غیر
نگہ کی نامسلمانی سے فریاد

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اسلام سے باہر کی کسی چیز کو قابل التفات نہ جانیں اور حقیقت یہ ہے کہ اگر آج ہمارے اندر اسلامی حمیت و خودی بیدار ہو جائے تو ہم اسلام کے سوا کسی ازم کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کریں-

اسلامی سوشلزم

جہاں تک اسلامی سوشلزم کی اصطلاح کا تعلق ہے یہ بجائے خود غلط ہے جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں' سوشلزم سراسر مادی نظام ہے اور کفر ہے - اس صورت میں اسلامی سوشلزم کا مطلب اسلامی کفر کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ظاہر ہے کہ کوئی کفر ایسا نہیں ہو سکتا جس کی اسلام اجازت نہ دیتا ہو' سوشلزم کے داعی طرح طرح کی بولیاں بول اور کہہ رہے ہیں کہ ہمارا سوشلزم قرآن اور سنت کے عین مطابق ہے اور اسلامی سوشلزم کی اصطلاح میں کوئی عیب نہیں- سوال یہ ہے کہ اسلام پہلے آیا یا سوشلزم ؟ اگر اسلام کی کوئی بات سوشلزم میں ہے' تو وہ اسلام ہی سے لی گئی ہے - اسلام کی غیرت یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ کسی لادینی نظام کا نام لے کر اسلام کے مطالب

اور معافی ادا کئے جائیں۔

قوم کو دھوکہ!

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ جب مالٹا سے آئے تو ہندوؤں اور مسلمانوں نے ان کا زبردست استقبال کیا۔ استقبال کرنے والوں میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی بھی شامل تھے۔ جلوس میں کسی نے محمود حسن کی جے کا نعرہ لگادیا یہ نعرہ سنتے ہی مولانا نے فوراً جلوس رکوالیا اور مولانا شوکت علی سے کہنے لگے میں تو نعرہ تکبیر چھوڑ کر گیا تھا۔ یہ جیکارے کب سے لگنے لگے انہوں نے جواب دیا کہ جے کا مطلب ہے فتح! مولانا محمود حسنؒ نے تلخی سے کہا کہ اگر ترجمہ ہی کرنا ہے تو اللہ کا ترجمہ رام کیوں نہیں کر لیتے؟۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ دعوی کرتے ہیں کہ اسلام اور سوشلزم میں کوئی فرق نہیں وہ قوم کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ عوام کی حالت بہتر بنانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ملک میں اسلام کا نظام قائم کیا جائے جس میں نہ کسی ارب پتی کی گنجائش ہے اور نہ کوئی اتنا غریب ہوتا ہے کہ نان شبینہ کو ترسے!

سوشلزم کی مخالفت اور سرمایہ داری!

اس اعتراض میں کوئی جان نہیں کہ سوشلزم پاکستان میں کوئی مسئلہ نہیں!اصل مسئلہ تو سرمایہ داری ہے اور سوشلزم کی مخالفت سے سرمایہ داری کو زندگی ملتی ہے کیونکہ یہ سوال تو تب پیدا ہو جب ہم سرمایہ داری کو تحفظ دیتے ہوں دراصل اس مسئلے کے دو پہلو ہیں اولا موجودہ معاشی ناہمواری اور اس کے نتائج اور ثانیا مستقبل اور مستقبل کے خطرات!

موجودہ معاشی ناہمواری اور اس کے نتائج قطعا اس سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار ہیں جو اس ملک میں قیام پاکستان کے بعد انگریز تو چلا گیا لیکن انگریز کے شاگرد سرکاری افسروں اور نوکر شاہی نے ۲۳ سال تک ملک پر سرمایہ دارانہ نظام قائم رکھا ہے ۔خاص طور پر صدر ایوب کے دور آمریت میں تو غریب کو غریب تر اور امیر کو امیر تر بنا دیا گیا اور اب تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ غریب تو فٹ پاتھ پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہا اور امیر محلوں میں داد عیش دے رہا ہے۔ اور سرمایہ

دارانہ نظام ایک لعنت ہے جو انسان کے دل میں انسان کی عظمت باقی نہیں رہنے دیتا اور انسان بکاؤ مال بن جاتا ہے۔اس نظام میں نیکی، نیکی نہیں رہتی کاروبار بن جاتی ہے۔

مسئلہ کا حل

اس مسئلہ کا حل سوشلزم نہیں اسلام ہے! سوشلزم غریبوں کا دوست نہیں بلکہ ان کا بدترین دشمن ہے۔۔جن ملکوں میں سوشلزم مسلط ہے وہاں کے لوگوں نے اچھی طرح یہ حقیقت محسوس کی ہے کہ ان کے ساتھ دھوکا ہوا ہے دوسرے سوشلزم کا مقصد دین اور اخلاق کی تباہی ہوتا ہے اور آج پاکستان میں سوشلزم کا جو نعرہ لگایا جارہا ہے اس کے پیچھے بھی غریبوں کے دکھ درد کے علاج اور ان سے ہمدردی کا جذبہ نہیں بلکہ دین اسلام کے نشان و آثار مٹا کر لادینی نظام مسلط کرنے کا جذبہ کارفرما ہے۔اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مزدوروں کسانوں اور غریبوں کی ہمدردی میں سوشلزم کا نعرہ لگانے والے سوشلسٹ لیڈر نجی زندگی میں سرمایہ داروں سے بھی بڑھ کر داد عیش دے رہے ہیں، ان کی کوٹھیوں کاروں اور ان کی زندگی کے معمولات پر نظر ڈالی جائے تو انہیں دیکھ کر سرمایہ دار بھی شرما جائیں

قومی ملکیت کے سبز باغ

انہوں نے ایک دن بھی مزدور اور کسان کی سطح پر آ کر کام نہیں کیا حتی کہ اپنے نجی اور ذاتی ملازموں کے ساتھ ایک لحہ کے لئے بھی اس قسم کا مساویانہ سلوک نہیں کیا جس کا پرچار کرتے ہوئے ان کی زبان نہیں تھکتی اور نیشنلائزیشن کے ذریعے خوش حالی کا سبز باغ دکھانے والے ان رہنماؤں نے آج تک اپنی زمینیں، جائدادیں اور املاک نہ تو حکومت کے حوالے کیں اور نہ انہیں اپنے مزارعوں اور نوکروں میں تقسیم کیا جن لوگوں نے ساری عمر ایک روزہ نہیں رکھا بلکہ شراب کے خم لنڈھائے ہیں، انہیں کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک غریب پر فاقہ میں کیا گذرتی ہے البتہ یہ لوگ غریبوں کو دھوکا دینے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ سوشلزم کے نافذ ہوتے ہی ان کے سارے دکھ دور ہو جائیں گے ۔ فلاں کوٹھی تمہاری ہو جائے گی اور فلاں مل مزدوروں کو مل

جائے گی یہ سراسر دجل اور فریب ہے - سوشلزم کے بنیادی اصول قومی ملکیت کا یہ مطلب نہیں کہ ۲۲ خاندانوں کی دولت پوری قوم کو مل جائے گی سوشلزم اس دولت کو چھین کر ۱۲ کروڑ عوام میں تقسیم نہیں کرتا بلکہ ۱۲ کروڑ عوام کی املاک کو چھین کر' سرکاری ملازموں کے حوالے کر دیتا ہے - اس میں ۱۲ کروڑ افراد قوم نہیں کہلاتے بلکہ چھ سات سو سرکاری افسر ہی قوم ہوتے ہیں - کسی سوشلسٹ ملک میں نہ کسی مزدور کو کسی کی فیکٹری کا مالک بنایا گیا اور نہ کسی سرمایہ دار کی کوٹھی کسی کسان کے حوالے کی گئی - البتہ مزدور سے مطالبہ اور ہڑتال کرنے کا حق ضرور چھین لیا گیا ہے - وہ اپنی مرضی سے نوکری نہیں بدل سکتا - اسی طرح کسانوں کی زبانوں پر بھی قفل لگا دیئے گئے ہیں وہ صبح کاذب سے غروب آفتاب کے بعد تک بیلوں کی طرح کام کرتے رہنے پر مجبور ہیں اور یہ بیوروکریسی پر منحصر ہے کہ اس کا جی چاہے تو اسے روٹی کے چند سوکھے ٹکرے عطاء کر دے اور جی چاہے تو اسے کسی صحرا میں بھیج دے -

خوش نما سیاسی نعرے

اسے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وطن عزیز میں سوشلزم کا نعرہ لگانے والوں کے پیش نظر اصل مسئلہ اقتصادی نہیں بلکہ اسلام کی مخالفت اور لادینی نظام و نظریات کو مسلط کرنے کا ہے کسان اور مزدور کی بہبودی کا نام تو محض ایک خوشنما سیاسی نعرے کے طور پر لیا جاتا ہے' اصل غایت دین کی جگہ لادینی نظام قائم کرنا اور اسلامی وحدت کو ٹکرے ٹکرے کر کے مسلمانوں کو ختم کرنا ہے اس تجزیے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ فتنہ پہلے فتنہ سے بھی زیادہ خوفناک ہے جو پاکستان سے اسلام کو جلاوطن اور ملی سالمیت کو تباہ کرنے کا پروگرام رکھتا ہے اور مستقبل کے انہی خطرات کے پیش نظر پاکستان کے مسلمانوں نے سوشلزم کے خلاف جنگ شروع کر رکھی -

اس جنگ سے سرمایہ داروں کے فائدہ اٹھانے کا سوال تب پیدا ہوتا' جب سرمایہ دارانہ نظام کو کسی درجے میں بھی گوارا اور قابل برداشت قرار دیا جاتا - موجودہ کشمکش اور سیاسی جنگ کا اصل رخ تو یہ ہے کہ قائم شدہ سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کر کے اس کی جگہ اسلامی نظام قائم

کیا جائے تاکہ نہ صرف سرمایہ داری کی لعنت سے نجات ملے بلکہ سوشلزم کا راستہ بھی بند ہو جائے۔اگر اسلام پسند طبقہ کی طرف سے سوشلزم کی مخالفت اور سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت کی جاتی تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ ہم موجودہ استحصال کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ہم ایمانداری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ سوشلزم اور سرمایہ داری دونوں لعنتوں سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔لیکن سرمایہ داری کی مخالفت میں سوشلزم کی حمایت ایک لعنت سے چھٹکارا حاصل کر کے دوسری کو گلے لگانا ہے۔

آپ کاغذ پر دستخط کردیں

ایک دفعہ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے کچھ سربر آوردہ لوگوں نے عرض کیا کہ مولانا اس زمانے میں سود کے بغیر کام نہیں چلتا۔آپ اس کاغذ پر دستخط کریں کہ سود حلال ہے۔مولانا نے کہا یہ دین 'اشرف علی کا دین نہیں اللہ کا دین ہے۔اگر اس کاغذ پر دستخط کردوں تو فتوی اپنی جگہ پر رہے گا لیکن اشرف علی اپنی جگہ پر نہیں رہے گا ہمارا موقف بھی یہی ہے 'ہم یہ نہیں کر سکتے کہ ایک برائی کو ختم کرنے کے لئے دوسری برائی کو قبول کرلیں ۔یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے پاکستان سوشلزم کے لئے حاصل نہیں کیا تھا۔یہ مقصد تو متحدہ ہندوستان میں بھی حاصل کیا جاسکتا تھا۔کیا نہرو پکا سوشلسٹ نہیں تھا ؟ سچ یہ ہے کہ پاکستان اسلام کی امانت ہے اور اسلام نماز 'روزہ اور داڑھی کا نام نہیں اور نہ صرف سجدہ اور رکوع کا نام ہے بلکہ ایک **مکمل** ضابطہ حیات ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اسلام کے پیرو مسجد میں تو اسلام کا نام لیں اور مسجد سے باہر اپنے نفس کی اطاعت کرتے رہیں۔سجدہ میں تو اللہ کو خالق قرار دیں اور عملی زندگی میں کارل مارکس؛ اور لینن کو راہنماء سمجھیں!

طبقاتی بنیادوں پر نمائندگی

اسلام جس کا بنیادی عقیدہ توحید ہے۔انسانوں کے جغرافیائی 'لسانی اور نسلی امتیازات کو مٹا کر امت مسلمہ کو اسلامی وحدت میں تبدیل کرنے کا مدعی اور پرستاران اسلام کے معاشرے

میں کسی قسم کی طبقاتی تقسیم کا مخالف ہے۔وہ امیر و غریب میں کوئی امتیاز نہیں کرتا بلکہ اس کے نزدیک وجہ امتیاز تقوی ہے۔جو جتنا متقی اور احکام الٰہی کا پابند ہو۔اتنا ہی معزز اور محترم ہو گا۔خواہ مالی لحاظ سے کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو؟ لہذا طبقات کو تسلیم کرنا اور ان کے سیاسی حقوق الگ الگ قائم کرنا روح اسلام کے منافی ہے۔اسلام بنی نوع انسان کو ایسا نظام زندگی دیتا ہے جو تمام انسانوں کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں امیر اور غریب، کسان اور مزدور کی بنیاد پر کوئی اور کسی قسم کا طبقاتی امتیاز قائم نہیں کیا گیا اور نہ اس بنیاد پر مختلف طبقات کے الگ الگ حقوق قائم کیے گئے۔طبقاتی امتیازات کا نظام دنیا کے ان مادری نظریات ہی کو زیب دیتا ہے جو طبقاتی منافرت اور طبقاتی کشمکش پیدا کر کے انسان کو انسان سے لڑانا اور انسانی خون سے اپنے اقتدار کی عمارت تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

اسلامی جمہوریت

جمہوریت ایک لفظ ہے۔جس سے مراد اکثریت ہوتی ہے۔لیکن اس کا مدعا و مفہوم اس وقت تک متعین نہیں ہوتا۔جب تک اس کے ساتھ کوئی دوسرا لفظ نہ لگایا جائے۔جیسے کہ اعداد و شمار اس وقت بے معنی ہوتے ہیں جب تک کہ ان کے ساتھ شمار والی چیزوں کا ذکر نہ کیا جائے۔اسی وجہ سے جمہوریت کا مفہوم متعین کرنے کے لئے اس کے ساتھ مختلف الفاظ لگا دیئے جاتے ہیں مثلاً برطانوی جمہوریت امریکی جمہوریت روسی جمہوریت، جمہوریت اسلامی وغیرہ۔سیاسی اصطلاح میں جمہوریت، اس نظام کا نام ہے، جس میں قانون سازی اور فیصلے کا دارومدار کثرت رائے پر ہوتا ہے۔اور قوت دلیل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔اس کے برعکس اسلام میں قانون سازی اور فیصلے کا انحصار قوت دلیل پر ہے، کثرت رائے پر نہیں۔لیکن امور مباحات یعنی وہ امور جن کے متعلق قرآن و سنت میں مثبت اور منفی کوئی ہدایت نہیں ہے، ان میں جمہوریت اور کثرت رائے سے فیصلہ کرنا ہی شرعی طریقہ ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق نے اپنے جانشین کے انتخاب کی

خاطر چھ صحابہؓ پر مشتمل ایک انتخابی کمیٹی قائم کی تھی - کہ یہ چھ صحابہؓ اپنی رائے اور مشورے سے امیر کا انتخاب کریں گے - لیکن اگر ان میں اختلاف پیدا ہو جائے اور دونوں طرف تین تین ہوں تو فیصلہ کرنا مشکل ہو گا - ایسی صورت میں میرے بیٹے عبداللہؓ سے رائے لینا - اور جس طرف ان کی رائے شامل ہو جائے وہ تین کے مقابلے میں چار یعنی اکثریت کا فیصلہ ہو گا - اسی کے مطابق امیر کا انتخاب کیا جائے - یہ بھی واضح رہے کہ جمہوریت اسلام میں اسی وقت فیصلے کی بنیاد بن سکتی ہے جب قرآن و سنت کی تصریح موجود ہو - لیکن قرآن و سنت کے واضح احکام اور تصریح کی موجودگی میں کثرت رائے تو ایک طرف اس کے خلاف متفقہ آراء بھی قبول نہیں کی جا سکتیں - مختصر یہ کہ اسلام میں شورائیت انہی مسائل میں ہے جن میں قرآن و سنت کی رائے موجود نہیں -

حاکم کا انتخاب

جہاں تک حاکم کے انتخاب کا تعلق ہے اس میں عام مسلمانوں کی رائے کا دخیل ہونا ضروری ہے - مگر اسلام نے اس کی کوئی شکل متعین نہیں کی ہے البتہ عملی طور پر اس کی دو مثالیں موجود ہیں اولاً ملت کے عام افراد کثرت رائے سے حاکم کا انتخاب کریں - ثانیاً ملت کے معتمد نمائندے امیر منتخب کریں -

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا انتخاب عام مسلمانوں کی رائے سے ہوا - اور حضرت عثمان غنیؓ کو عام مسلمانوں کے خاص اور معتمد نمائندوں نے منتخب کیا - جن کی حیثیت آج کل کی اصطلاح میں امیر کو چننے والی پارلیمنٹ کی سی تھی - مصر کے ایک مشہور عالم سید رشید رضا نے لکھا ہے کہ یورپ سیاست میں بہت کچھ ترقی کر جانے کے باوجود ابھی تک اس طریقے سے آگے نہیں بڑھ سکا جو طریقہ حضرت عمر فاروقؓ نے قائم کیا تھا - یعنی یہ کہ عوام اپنے خواص کو چنیں اور خواص امیر کا انتخاب کریں -

اشتراکی علماء

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اہل قلم اور اہل علم نے سوشلزم کے استیصال کے لئے بڑی نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور اس کے نقوش و آثار کو مٹانے میں زبردست کردار ادا کیا ہے جبکہ بعض نام نہاد علماء نے سوشلسٹوں سے اتحاد اور اشیائے عمل کر کے بظاہر اس گرتی ہوئی دیوار کو سہارا اور سوشلزم کے اس فتنہ کو فروغ دینے کے لئے کام کیا مگر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام کوئی انسانی تھئیک ہاں بلکہ اللہ کا دین ہے اور بڑی سے بڑی شخصیتیں بھی اگر اس کی منشاء اور روح کے خلاف کسی لادینی طاقت سے اتحاد کر لیں تو بھی اسلام کو ضعف نہیں پہنچ سکتا آپ کو یاد رہے ہیں کہیں نام نہاد پیشواؤں کو لادینی نظام سے تعاون کے نتیجہ میں رسوائی کا سامنا ہے اور وہ اپنا باوقار مقام کھو رہے ہیں۔

سی ایس پی افسر

میں نے اپنی اکثر تقریروں میں بلاشبہ بعض سی ایس پی افسروں کو سوشلزم کے فتنے کی سرپرستی کا الزام دیا ہے اور مجھے آج بھی اس پر اصرار ہے کہ ملک میں جہاں تک سرمایہ دارانہ نظام کو چلانے اور اس نظام کی بدعنوانیوں کو فروغ دینے کی ذمہ داری انہی پر ہے ---- نیز ملک کی سیاسی جماعتوں کا گلا گھونٹنے اور جمہوریت کا جنازہ نکالنے میں بھی ان کا ہاتھ رہا ہے ملک کے بنیادی مقاصد سے انحراف اور مذہبی اقتدار کو پامال کرنے کے لئے سب سے زیادہ سازشیں اسی طبقہ نے کی ہیں۔ نظریہ پاکستان کے خلاف سوشلزم کے لادینی فتنہ کی پرورش بھی ان ہی کے ہاتھوں ہوئی اور اب بھی سوشلزم اور لادینی کو فروغ دینے میں ان کا مخفی ہاتھ مصروف ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس طبقہ میں بعض صحیح الخیال اور اسلامی ذہن رکھنے والے افسر بھی ہوں ہم اپنے عقیدے اور ذہن کے اعتبار سے ایسی سازشوں کو پسند نہ کرتے ہوں۔ لیکن ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ ان میں سے کسی نے ان سازشوں پر احتجاج کرتے ہوئے اپنی ملازمت سے استعفیٰ دیا ہو۔ کہ یہ آمر انہیں اپنی اغراض اور سیاست کا آلہ کار بنا رہے ہیں - اور ان سے آئینی اور قانونی ضابطوں کے خلاف کام لیتے ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک اس جرم میں تمام اعلیٰ افسر برابر کے شریک ہیں کہ

انہوں نے کرسی اقتدار پر بیٹھ کر سازش کی یا سازشیوں کے ساتھ خاموشی سے تعاون کرتے رہے۔

موجودہ آئینی مسائل

میرے نزدیک اس وقت سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ مارشل لاء کے عبوری دور کو ختم کر کے اقتدار جلد از جلد جمہور کے نمائندوں کو منتقل کیا جائے۔اس وجہ سے بھی کہ اگر جمہوریت بحال نہ کی گئی تو وہ تمام قربانیاں جو ایوب کی آمریت کے خلاف جدوجہد میں ملت کے ہر طبقہ نے دیں ضائع ہو جائیں گی اور یہ بحالی جمہوریت کی تحریک کے ساتھ غداری کے مترادف ہو گا۔اور اس لئے بھی کہ اسلام اور سوشلزم کی نظریاتی کشمکش میں نظریہ پاکستان اور اسلام کے تحفظ کا اعلان کر دینے کے باوجود موجودہ حکومت اور اس کی ساری مشینری نے اس کے لئے بال برابر بھی کام نہیں کیا۔بلکہ ایک تماشائی کی حیثیت سے غیر جانبدار رہی ہے۔یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک طرف تو صدر یحییٰ اور ان کے ساتھی ملک کی بقاء کے لئے اسلام اور نظریہ پاکستان کو ضروری تسلیم کرتے ہیں۔اور دوسری طرف ملک کی موجودہ نظریاتی جنگ میں اپنے آپ کو غیر جانبدار بتاتے ہیں۔یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی عمارت کو اپنی ملکیت اور باپ دادا کی نشانی قرار دیتے ہوئے اس کی بقاء کے لئے بنیادوں کے تحفظ کو ضروری قرار دے لیکن جب کوئی دوسرا اس کی بنیاد کو کھودنا شروع کر دے۔تو خود کو غیر جانبدار ظاہر کرنے لگے ہمیں نہیں معلوم کہ فکر و عمل کے اس تضاد کے پیچھے کون سی مصلحتیں کار فرما ہیں لیکن یہ بات یقینی ہے کہ عوام کی طرف اقتدار کی منتقلی کو مسلسل تعویق میں ڈالا گیا۔اور جلد سے جلد انتخابات نہ کرائے گئے تو یہ نظریاتی کشمکش ایسی سنگین اور خطرناک صورت اختیار کرے گی کہ اس وقت حکومت کی مدافعت بھی حالات پر قابو نہیں پا سکے گی۔اور یہ ملک طوائف الملوکی کی نذر ہو جائے گا۔ہماری رائے میں اس صورت حال کو جلد سے جلد اور محفوظ سے محفوظ تر طریقے سے ختم کرنے کے لیے ۱۹۵۶ء کے آئین کی بحالی بہترین ذریعہ ہے جو قابل ترمیم ہونے کے باوجود کافی حد تک جمہوری اور اسلامی

ہے۔

۱۹۵۶ کے آئین کی کہانی

پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی پاکستان کو عوامی امنگوں کے مطابق اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کا آغاز ہو گیا چنانچہ لیاقت علی خان کے ایماء پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے اسلامی آئین کا خاکہ تیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس مقصد کے لئے مجھے ہندوستان بھیجا تا کہ میں مولانا مناظر احسن گیلانیؒ ڈاکٹر حمید اللہ، مفتی محمد شفیع اور سید سلیمان ندویؒ کو پاکستان لا سکوں چنانچہ اول الذکر تینوں حضرات فوراً پاکستان پہنچے۔ اور تین ماہ شب و روز کام کرنے کے بعد اسلامی آئین کا خاکہ تیار کر لیا گیا انہی دنوں مرکزی اسمبلی میں قرارداد مقاصد منظور کرائی گئی جس کی تیاری کے لئے شیخ الاسلام اور ان کے رفقاء نے دن رات ایک کر دیئے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ قرارداد مقاصد کی مخالفت صرف اقلیتی فرقوں اور سوشلسٹوں نے کی تھی۔ مشرقی پاکستان کا کوئی ایک مسلمان ممبر بھی ایسا نہیں تھا جس نے مخالفت میں حصہ لیا ہو۔ دوسری بڑی کامیابی یہ ہوئی کہ بورڈ اف تعلیمات اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کی تشکیل اور ارکان کا انتخاب قطعی طور پر شیخ الاسلام کی مرضی سے ہوا۔ اور بورڈ کی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ ملک میں کوئی قانون قرآن و سنت کے منافی جاری نہ ہونے پائے گا اور ہر آئینی اور قانونی مسئلہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں جانچ پرکھ کر رائے دے۔

لیاقت مرحوم کا اضطراب!

آئین سازی کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ شیخ الاسلامؒ کا انتقال ہو گیا اور اس مرحلے پر اسلام اور اسلامی آئین کے لئے لیاقت علی خان کا اضطراب کھل کر سامنے آیا۔ وہ شیخ الاسلامؒ کے وصال پر سخت پریشان تھے۔ چنانچہ انہوں نے مولانا سید سلیمان ندویؒ کو بلوانے کا فیصلہ کیا۔ جو ابھی تک ہندوستان میں تھے۔ اس غرض کے لئے مجھے منتخب کیا۔ میں نے کہا کہ شاید ہندوستان مجھے ویزا نہ دے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم آپ کو سفارتی نمائندے کی حیثیت سے بھیج دیں گے۔

لیکن میں نے اس طرح جانے سے انکار کیا اور کہا کہ مولانا اس وقت جدہ میں ہیں۔ اگر فوری طور پر پاسپورٹ اور ویزا بنا دیا جائے تو میں جدہ میں جا کر انہیں لے آؤں۔ چنانچہ لیاقت علی خان نے متعلقہ حکام کو رات گئے احکام جاری کئے اور دو گھنٹے کے اندر اندر تمام ضروری کاغذات میرے ہاتھ میں تھے۔ مگر اس سے پہلے کہ میں جدہ روانہ ہوتا اطلاع ملی کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ بمبئی پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ مجھے ہندوستان بھیجا گیا اور میں نے مولانا سید سلیمان ندویؒ سے ملاقات کر کے انہیں پاکستان آنے کی دعوت دی۔

پہلا مسودہ آئین

بعد ازاں جب پہلا مسودہ آئین سامنے آیا تو وہ قطعاً غیر اسلامی تھا۔ اس پر ملک بھر سے مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ ممتاز علماء کراچی میں جمع ہوئے اور انہوں نے ۲۲ نکات مرتب کر کے حکومت کو پیش کئے کہ پاکستان کا دستور ان بنیادوں پر مرتب کیا جائے علماء کا یہ اجتماع پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔

یہ اجتماع میری دعوت پر منعقد ہوا تھا۔ اور اس اعتراض کا جواب تھا کہ یہاں کون سا اسلام رائج کیا جائے؟ اس کے علاوہ ہم نے ملک بھر میں نظام اسلامی کانفرنسیں منعقد کیں۔ اس کے بعد حکومت نے نیا دستوری مسودہ شائع کیا۔ اس میں اسلام کے بنیادی اصول بڑی حد تک آ گئے تھے۔ مگر کچھ باتیں ترمیم طلب تھیں۔ علماء دوبارہ کراچی میں جمع ہوئے اور ایک ایک آرٹیکل پر اپنی سفارشات مرتب کر کے حکومت کو بھجوائیں۔ نتیجہ ۱۹۵۶ء میں اس آئین سے وفاداری کا حلف اٹھانے والے ایوب خان نے اسے منسوخ کر دیا۔

قائداعظمؒ اور لیاقت علی خانؒ

قائداعظمؒ اور لیاقت علی خانؒ کو جو لوگ سوشلسٹ قرار دیتے ہیں، وہ ان پر بہتان باندھتے ہیں۔ انہوں نے کبھی سوشلزم کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ اس کے برعکس قائداعظمؒ اور قائد ملتؒ نے ہمیشہ قرآن و سنت کا نظام جاری کرنے پر زور دیا۔ قائداعظمؒ نے ہمیشہ اسلامک

سوشل جسٹس کا لفظ استعمال کیا جسے آج اسلامی سوشلزم کا غلط نام دیا جارہا ہے اسی طرح قائد ملتؒ نے بھی کبھی سوشلزم کی حمایت نہیں کی۔بلکہ ایک اور ملاقات میں جبکہ بعض حلقے ان پر شدید نکتہ چینی کر رہے تھے۔انہوں نے کہا

مولانا! لوگ سمجھتے ہیں کہ میں اسلام کا نام صرف سیاست کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔لیکن میرا ایمان ہے کہ پاکستان کی بقاء اسلام ہی سے وابستہ ہے۔اگر یہاں اسلامی نظام کے علاوہ کوئی دوسرا نظام رائج کیا گیا تو یہ قائم نہیں رہ سکے گا۔

وما علینا الاالبلاغ

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے

یہ معرکتہ الاراء تقریر کمالیہ شہر میں مرکزی جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام نظام اسلام کانفرنس میں ارشاد فرمائی جسے جناب مولانا محمد ذکی کیفی مرحوم نے ضبط تحریر کیا(مرتب)

جناب صدر، حضرات علمائے کرام اور معزز حاضرین جلسہ آج مجھے آپ کے شہر کمالیہ میں حاضر ہو کر بے حد مسرت اور خوشی ہوئی کہ آپ نے دین کے ایک خادم اور ایک طالب علم کی آمد پر صرف حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ انتہائی گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا۔

اگر کوئی شخص کوئی مقصد لے کر کسی جگہ پہنچتا ہے اور عوام اس کا استقبال کر کے اس کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ تو حقیقت میں یہ اس شخص کا استقبال نہیں ہوتا۔ بلکہ اس مقصد کا استقبال ہوتا ہے جس کو وہ لے کر آتا ہے۔ آپ نے جس مقصد سے اس گرمجوشی اور جوش وولولہ کے ساتھ استقبال کیا میں یقین دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ وہ مقصد پورا ہو کر رہے گا۔

پاکستان کو قائم ہوئے تئیس ۲۳ برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اور تئیس ۲۳ کا عدد ہی وہ عدد ہے جس نے دنیا میں نیا انقلاب پیدا کر کے دکھادیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کل تئیس ۲۳ سال کی مختصر سی مدت میں ایک ایسا انقلاب پیدا فرمایا کہ انسانوں کی تاریخ میں اتنی کم مدت میں اس طرح کایا پلٹ ہونے کی کوئی مثال نہیں مل سکتی جو قوم پڑھنا لکھنا نہیں جانتی تھی اس کو دنیا کا معلم بنا کر دکھادیا۔ بکریوں اور اونٹوں کے چرانے والوں نے سلطنت و حکومت کی باگ ڈور سنبھال کر ایک نئی تہذیب اور ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھ دی۔

در فشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تئیس سالوں میں زندگی کے ہر شعبہ میں ایسی دوررس اور اہم تبدیلیاں پیدا کر دیں جس سے اس وقت تک دنیائے انسانیت نا آشناء تھی۔اور جن اصولوں کو اختیار کئے بغیر دنیا کو امن اور سکون کا راستہ ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔

پاکستان قائم ہوئے بھی تئیس سال ہو چکے اور جب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ اس مدت میں پاکستان اپنے مقصد کے حصول میں کس قدر آگے بڑھا تو دل خون ہو جاتا ہے ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہم آج بھی ۴۷ کے دور میں کھڑے ہیں بلکہ عجب نہیں کہ اس سے بھی زیادہ انحطاط کے دور میں داخل ہو گئے ہوں مقصد پاکستان کے سلسلے میں قدم آگے تو کیا بڑھتے اس عرصہ میں ہماری قوم میں وہ تمام برائیاں آگئیں جو قوموں کی تعمیر و ترقی کو گھن کی طرح چاٹ جاتی ہیں فحاشی عیاشی، فسق و فجور، اور دینی بیزاری کی وباء اس طرح پھوٹ پڑی ہے کہ زندگی کا کوئی گوشہ اس کی زد سے باہر نظر نہیں آتا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تو بنی اسرائیل چالیس سال تک وادی تیہ میں سرگردان پریشان ٹھوکریں کھاتے رہے اور راستہ نہ ملتا تھا۔شاید ہم بھی آج کسی ایسے ہی عذاب میں مبتلا ہو کر پریشان پھر رہے ہیں۔ ۱۴ اگست ۴۷ء اور آج کے حالات میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔اس وقت بھی ہمارے پاس کوئی دستور نہیں تھا اور آج بھی ہم اسی طرح دستور سے محروم ہیں اس وقت پاکستان بننے نہ بننے کی جنگ لڑی جا رہی تھی آج پاکستان رہنے نہ رہنے کی جنگ لڑی جا رہی ہے اس وقت نظریہ پاکستان کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا آج نظریہ پاکستان کو بھی چیلنج دیا جا رہا ہے۔

بچپن میں ایک واقعہ پڑھا تھا کہ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں تعلیم حاصل فرماتے تھے ایک قریبی بستی میں کوئی درویش خدامست رہتا تھا حضرت شیخ اس کی زیارت کے لئے پیدل تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں دو مسافر اور مل گئے معلوم ہوا کہ وہ دونوں بھی اسی درویش کے پاس جا رہے ہیں تینوں حضرات ایک ہی راستہ پر ایک ہی منزل کے لئے روانہ ہو گئے لیکن ایک دوسرے سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ اگرچہ تینوں ایک ہی مرد درویش کی طرف جا رہے ہیں۔لیکن مقصد تینوں کے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ پہلے مسافر نے

بتایا کہ میں اس غرض سے جا رہا ہوں کے پہنچ کر شیخ کا امتحان لوں کہ علم و عمل کی حالت کیا ہے- واقعی بزرگ ہے یا صرف ڈھونگ رچا رکھا ہے دوسرے مسافر نے کہا کہ میں تو اس شیخ کی خدمت اس غرض سے جا رہا ہوں کہ اس سے دعا کراؤں تا کہ میری دنیاوی مشکلات قرض وغیرہ دور ہو سکیں اور میں راحت و مالداری سے زندگی بسر کر سکوں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ بھائیو! میں نہ تو ان بزرگ کا امتحان لینے جا رہا ہوں کیوں کہ اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ گستاخی کو اللہ تعالی سے اعلان جنگ سمجھتا ہوں -نہ دنیاوی اغراض پوری ہونے کے لئے جا رہا ہوں میرا مقصد تو صرف ان بزرگ کی زیارت کرنا ہے- کیوں کہ میں نے پڑھا ہے کہ اللہ والوں سے ملنا عبادت ہے -صرف رضائے الہی کے حصول کے لئے ان کی خدمت میں پہنچنا میرا مقصد ہے -یہ تینو مسافر اس بزرگ کی خدمت میں پہنچے اور اپنے آنے کے مقاصد بیان کئے-

شیخ نے پہلے مسافر سے فرمایا کہ تیرے سوالات کے جوابات یہ ہیں -اور سب سوالوں کے جوابات بتا کر فرمایا کہ میں تیری پیشانی پر کفر کے آثار دیکھ رہا ہوں -دوسرے مسافر کے لئے بھی دعا فرمائی اور کہا کہ اللہ تعالی نے تیری غربت کو دور فرما دیا اس کے بعد سید" شیخ عبد القادر رحمتہ اللہ علیہ سے مصافحہ فرمایا اور ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ مجھے بغداد کی جامع مسجد نظر آ رہی ہے جس میں تم کھڑے ہو کر کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالی نے مجھے اپنی معرفت کا سب سے زیادہ خزانہ عطاء فرمایا-

آج غور کرتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ جب پاکستان کی تحریک شروع ہوئی تو سب نے مل کر نعرہ لگایا لے کے رہیں گے پاکستان- پاکستان کا مطلب کیا ؟ لا الہ الا اللہ ان میں سرکاری افسران کا گروہ بھی تھا بڑے بڑے تاجر، سرمایہ دار اور جاگیر دار بھی تھے اور علماء و مشائخ مولانا شبیر احمد عثمانی مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب وغیرہ بھی اس تحریک کی روح رواں تھے-

منزل تینوں کی پاکستان کا قیام ہی تھا- لیکن تینوں گروہ کے اغراض و مقاصد بالکل علیحدہ علیحدہ تھے-

سرکاری ملازمین پاکستان کے بننے کے بعد حکومت کی کرسیاں سنبھال کر بیٹھ گئے - وزارت وسفارت کے عہدوں پر مامور ہوئے اور مطمعئن ہوگئے کہ پاکستان بن گیا-

تاجروں نے پاکستان میں آکر بڑی بڑی ملیں اور فیکٹریاں قائم کیں - غیر ملکی تجارت سے بے اندازہ دولت کمائی زمینداروں نے اپنی جاگیرداریاں قائم کیں ' ہزاروں ایکڑ زمینوں کے ذریعے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ اپنے اپنے محلوں میں فروکش ہوکر داد عیش دینے لگے اور سمجھے کہ پاکستان بن گیا-

لیکن غریب علماء مشائخ اور عوام اسی طرح نالہ دستیوں میں لگے ہوئے ہیں-وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی تک ان کا پاکستان نہیں بنا کیوں کہ صرف نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ عبادات آزادی کے ساتھ ادا کرنے کے لئے ہی پاکستان نہیں بنایا گیا تھا بلکہ بلاشبہ اس کا یہ بھی ایک مقصد تھا

لیکن اس کے علاوہ دوسرا اہم مقصد یہ تھا کہ اسلام کا لایا ہوا معاشی نظام اس پاک خطہ میں رائج کیا جائے -- جس کے بعد پوری دنیا اس نظام کی برکات کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرے - غریب کی غربت دور ہو سکے اور امیر امیر تر ہو کر دولت کی بنیاد پر ملک پر اجارہ داری قائم نہ کر سکے - لیکن افسوس ہے کہ جو افسر شاہی اس ملک پر مسلط ہو گئی تھی - اس نے قدم قدم پر اسلام کا راستہ روکا اسلامی نظام کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں غلام محمد نے نعرہ بلند کیا کہ اسلامی نظام جاری نہیں ہوگا-لیکن آج معلوم نہیں اس کی قبر میں ہڈیاں وغیرہ بھی موجود ہیں یا نہیں

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آگیا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

ملک میں ایسی فضاء قائم کردی گئی جس میں اللہ اور اس کے رسول کی عزت بھی محفوظ نہ رہنے کا خطرہ سامنے آگیا- شعائر اسلامی کی تضحیک عام ہونے لگی ' علماء کو بدنام کرنے کے لئے باقاعدہ پلان بنائے گئے اور ہدف ملامت بنایا گیا افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض علماء بھی ان کے

ہمنوا بن کر علماء کو گندی اور غلیظ گالیاں دینے لگے مجھ سے اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ صاحب آپ نے بھی انہیں مدرسوں میں پڑھا اور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ جس سے انہوں نے علم حاصل کیا۔ لیکن آپ نے ان کی طرح گالیاں دینے کا طریقہ کیوں نہیں سیکھا میں نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ ہم نے تین اساتذہ سے پڑھا جن کا فیض صحبت ہمیں نصیب ہوا وہ گالیوں کا جواب گالیوں سے تو کیا دیتے دشمنوں کے حق میں بھی دعا خیر ہی کرتے رہے۔

وفا سرشت ہوں شیوہ ہے دوستی میرا
نہ کی وہ بات جو دشمن کو ناگوار ہوئی

وہ تو شرافت مجسم اور سراپا لطف و کرم تھے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ سے ان کی تقریر کے دوران کسی نے اٹھ کر سوال کیا کہ مولانا ہم نے سنا ہے کہ آپ ولدالزنا حرامی ہیں آپ نے نہایت متانت کے ساتھ جواب دیا کہ میاں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرے ماں باپ کے نکاح کے گواہ تو آج تک زندہ موجود ہیں ان سے جا کر معلوم کر لو پھر تقریر شروع کر دی۔

ہم نے تو بحمد اللہ انہی اساتذہ کا دامن پکڑا۔ البتہ جن لوگوں نے ان بزرگوں کا دامن چھوڑ کر سرخوں سے تعلقات استوار کئے اور ان کے ساتھ روابط بڑھائے۔ گالیاں بھی انہی سے سیکھیں اور علماء کو ہدف بنانے کا طریقہ بھی انہیں سرخوں سے حاصل کیا۔

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہین بچے کو صحبت زاغ

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ پاکستان میں افسر شاہی کے تسلط نے سرمایہ دارانہ نظام کو رائج کیا۔ سودی کاروبار، اجارہ داریاں۔ پرمٹ سسٹم کی وجہ سے بائیس تئیس خاندان پوری قوم کی دولت سمیٹ کر بیٹھ گئے اور پوری قوم معاشی بحران میں مبتلا ہو کر رہ گئی اگر پاکستان میں یہی سرمایہ دارانہ لعنتی نظام قائم کرنا تھا تو پھر علیحدہ ملک بنانے اور لاکھوں بے گناہوں کے سر کٹوانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ نظام تو متحدہ ہندوستان میں بھی جاری کیا جا سکتا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں ایک عبوری حکومت بنی تھی۔ جس میں پانچ مسلم لیگ کے اور پانچ کانگریس کے وزیر لیے گئے تھے۔ اس میں

وزیر خزانہ لیاقت علی خان مرحوم بنائے گئے میں اس وقت نئی دہلی میں مقیم تھا۔ لیاقت علی مرحوم کا فرستادہ میرے پاس آیا اور کہا کہ قرآن کریم نے معاشی نظام کے لئے جو ہدایت قرآن حکیم میں دی ہے ہمیں وہ آیت تحریر فرمادیں میں سورہ حشر ۲۸ ویں پارے کی یہ آیت ان کو لکھ کر دی

كيلا يكون دولة بين الاغنياء منكم

تاکہ دولت تمہارے امیر لوگوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے

یعنی قرآن حکیم نے اس آیت میں فرمادیا کہ نظام معیشت اس طرح چلایا جائے جس کے ذریعہ سے دولت زائد سے زائد ہاتھوں میں گردش کرتی رہے۔ چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ جائے چنانچہ چوہدری محمد علی صاحب اور ممتاز حسین دونوں حضرات نے اس وقت کا بجٹ بنایا تو قرآن کریم کی یہی آیت اس کی ابتداء میں لکھی گئی تھی ہندوستان کا یہ پہلا اور آخری بجٹ تھا جس کی ابتداء قرآنی آیت سے کی گئی تھی۔

پاکستان بنانے والی جماعت اور اس کے لیڈر حضرات نے واضح طور پر اس وقت یہ کہا تھا کہ ہم پاکستان اس لئے بنانا چاہتے تھے۔ جس میں اسلامی نظام معیشت رائج کیا جاسکے۔ جس کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے لیکن پاکستان کے بن جانے کے بعد افسر شاہی نے سرمایہ دارانہ نظام رائج کا ایک ایک آدمی کو ۲۶-۲۶ فیکٹریاں اور انڈسٹریاں دی گئیں۔ جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں مقید ہو کر رہ گئی ہے آج کے نوجوانوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہر خرابی کی ذمہ داری علماء کے سر تھوپ دی جائے میں پوچھتا ہوں کہ ان اجارہ داریوں کے قائم کرنے میں علماء نے کب کس کے ساتھ تعاون کیا۔ علماء نے تو جب انگریز ہندوستان میں قدم جمانے کی فکر کر رہا تھا اور سودی نظام کا راستہ ہموار کرنے کی فکر میں تھا اس وقت کھل کر انگریزی سامراج سے ٹکر لی۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ مولانا قاسم نانوتوی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے باقاعدہ جہاد کیا شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمتہ اللہ علیہ نے اسی جرم کی یاد داشت میں جیل کی صعوبتیں گوارا کیں۔ کیوں کہ یہ علماء جانتے تھے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام رفتہ رفتہ عوام کو کنگال بنا کر رکھ دے گا۔ انہوں نے ہمیشہ اس نظام کی تقریری تحریری اور عملی طور پر کھل کر مخالفت کی برخلاف نئی

تہذیب کے دالدہ حضرات کے کہ انہوں نے اس وقت سرمایہ دارانہ نظام کو بھی قرآن و سنت کے مطابق قرار دینے کی سعی لاحاصل کی اور سود کے جواز کی راہیں تلاش کرتے رہے۔اور اب جس وقت اس سرمایہ دارانہ نظام کی تباہ کاریاں سامنے آگئیں تو اعمال پر پردہ ڈالنے کے لئے علماء و مشائخ کو ہدف بنانا شروع کر دیا۔ آج انہیں لوگوں کو سوشلزم بھی قرآن و سنت کے مطابق نظر آ رہا ہے۔ آج جو لوگ غریبوں کے ہمدرد بن کر سامنے آئے ہیں ان کی زندگیوں کا جائزہ لے کر دیکھیئے جن کی تمام زندگی فضول خرچی اور عیاشیوں میں گذر گئی ہو جن کے یہاں شراب کا بھی ناغہ نہیں ہو تا وہ غریبوں کے ہمدرد بن کر اٹھے ہیں خدا کی قسم ان کے دل میں غریب کا درد نہیں ہے صرف اپنا الو سیدھا کرنا ہی مقصد ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ کسی اپاہج کو گاڑی میں ڈال کر اس اپاہج کے نام پر ہٹے کٹے افراد خیرات مانگتے ہیں دن بھر اپاہج کو دکھا دکھا کر روپے بٹورے جاتے ہیں اور شام کو غریب اپاہج کو روٹی کے چند ٹکرے دے کر باقی تمام رقم خود ہضم کر جاتے ہیں بالکل اسی طرح یہ لوگ مزدوروں اور کسانوں کے خیر خواہ اور ہمدرد بن کر اپنی جھولی بھرنا چاہتے ہیں مزدور سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری تنخواہ ۳۰۰ کر دی جائے گی۔کسانوں سے کہا جاتا ہے کہ زمینیں تمہاری ملکیت میں دے دی جائیں گی گی فیکٹریوں میں کام کرنے والوں کو بتایا جاتا ہے کہ فیکٹریاں تمہیں بخش دی جائیں گی معلوم نہیں جن مولویوں کو ان سرخوں نے اپنا ہمنوا بنایا ہے ان سے کیا وعدہ کیا ہے۔

میں نے سوشلسٹ ممالک کو دیکھا ہے چین کا ایک ماہ تک دورہ کیا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں کسی کو ایک بالشت زمین نہیں دی گئی کسی کو فیکٹریاں نہیں بخشی گئیں۔کسی مزدور کو کوٹھی نہیں ملی۔ایسا نہ ہو کہ خوشحالی اور امیر بننے کے لالچ میں آپ کو اپنی جمع پونجی سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جائے۔

ایک عورت ایک تانگہ میں سوار ہوئی اور راستہ میں کوچوان سے کہا کہ میاں تمہیں بیس روپے دوں گی اگر تم کچہری میں جا کر یہ کہہ دو کہ میں نے اس عورت کو طلاق دے دی اس میں تمہارا نقصان کچھ نہیں مفت میں بیس روپے کما لو گے تانگہ والہ کے یہ بات سمجھ میں آگئی اور

اس نے عدالت میں جاکر یہ کہہ دیا کہ میں اس عورت کو طلاق دیتا ہوں یہ کہہ کر جب وہ چلنے لگا تو عورت نے عدالت سے کہا جب اس نے مجھے طلاق دے ہی دی تو میرا مہر تو اس سے دلوا دیجئے اب تانگے والے حضرت گھبرائے عدالت کو یقین دلانا چاہا کہ یہ تو میری بیوی ہی نہیں ہے بہت کچھ منتیں کیں لیکن عدالت میں پہلے ہی اقراری ملزم ثابت ہو چکے تھے نتیجہ یہ کہ گھوڑا تانگہ نیلام ہوا اور عورت کو مہر کے بدلے رقم دلوائی گئی مجھے ڈر ہے کہ آج سوشلزم کی تائید کرنے والوں کا انجام بھی اس حکایت سے مختلف نظر نہیں آتا آپ کو پتہ ہے کہ سوشلزم کا پہلا کام قومیانہ ہے جس کو انگریزی میں نیشنلائزیشن کہتے ہیں جس کے معنی ہیں کہ قوم کو دے دو لیکن اگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرمایہ داروں اور مل مالکوں سے ان کی فیکٹریاں چھین کر بارہ کروڑ عوام میں تقسیم کر دی جاتیں تو بھی غنیمت ہوتا لیکن قومیانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ تیس چالیس خاندانوں کے ہاتھوں سے دولت چھین کر ملک کی تمام دولت کو چھ سات سو سی ایس پی حضرات کے قبضہ و تصرف میں دے دیا جائے اور وہ اپنی صوابدید کے مطابق اپنی مرضی سے اس دولت کے انبار سے جس طرح جی چاہے کھیلیں جس کو جتنا چاہیں دے دیں جس سے ناراض ہو جائیں اس کو محروم کر دیا جائے۔ کوئی احتجاج کوئی اپیل یا کسی قسم کی ہڑتال وغیرہ تو سوشلزم میں کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

آپ سوچئے کہ کیا اس راستہ سے آپ کا معاشی مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں!

سوشلزم قائم ہونے کے بعد مذہب کس طرح لاوارث ہو کر رہ جاتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ سعودی عرب سے ہر سال ہر ملک سے آنے والے حاجیوں کی تعداد سرکاری طور پر شائع کی جاتی ہے اس فہرست کو اٹھا کر دیکھئے اس میں نہ چین سے کوئی مسلمان حج کرنے کے لئے پہنچا۔ جہاں مسلمان آٹھ کروڑ کی تعداد میں بستے ہیں اور نہ روس سے ہی کوئی مسلمان حج کیلئے آیا سمرقند بخارا کا وہ خطہ جہاں --- علوم حدیث کے چشمے پھوٹے امام بخاری اور

امام مسلم کا خطہ وہ سر زمین جس نے علوم نبوت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا- آج اسی سوشلزم کے باعث اس دردناک دور سے گذر رہا ہے کہ وہاں سے کوئی مسلمان حج کے لئے بھی نہیں آسکا - معلوم نہیں اس صاف اور واضح حقیقت کی موجودگی میں کس طرح ہمارے بعض علماء سوشلسٹ عناصر کے ساتھ لگے ہوئے ہیں :

بدھو میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں
گو مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں!

آپ حضرات خوب سمجھ لیجئے کہ یہ الیکشن عام الیکشنوں سے بالکل مختلف ہے یہ الیکشن پاکستان کو باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا الیکشن ہے اگر یہاں خدانخواستہ سوشلزم آگیا تو مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کا وجود باقی نہیں رہ سکتا آج کانگریس کے ہمنوا اور تحریک پاکستان کے مخالف عام طور پر سوشلسٹ عناصر کے ساتھ لگ گئے ہیں آپ اسلام کا ساتھ دیجئے- مجھے بے حد مسرت ہے کہ الحمدللہ پاکستان کے غیور مسلمان بیدار ہو چکے ہیں-وہ سوشلزم کی تباہ کاریوں سے واقف ہیں اور اس کو پاکستان میں شکست فاش دینے کے لئے پوری طرح تیار ہیں-ان شاء اللہ اس ملک میں اسلام کی لڑائی جیتی جائے گی اور سوشلزم کو ایسی شکست سے دوچار ہونا پڑے گا جس کے بعد اس کو دوسرے اسلامی ملکوں میں بھی اپنے قدم جمائے رکھنا مشکل ہو جائے گا-

آخر میں میں ان سوالات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو مجھ سے کئے گئے ہیں-ان میں سے اکثر تو وہ سوالات ہیں جن کے جواب میں بار بار اپنی تقریروں میں دے چکا ہوں- البتہ دو ایک سوالات نئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ

کیا مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قائد اعظم کے انتقال پر یہ کہا تھا کہ اچھا ہوا مر گیا

یہ بات بالکل خلاف واقعہ اتہام اور جھوٹا پروپیگنڈہ ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے قائد اعظم سے وہ کام لیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے قائد اعظم کے چہلم کا جس وقت موقعہ آیا اس وقت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ اگرچہ رسم چہلم وغیرہ کے قائل نہیں اور چہلم میں شرکت نہیں کیا کرتے مگر قائد اعظم کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جائیں گے-

دوسرا سوال یہ تھا کہ ہفت روزہ لیل و نہار میں شائع ہوا ہے کہ میں نے چار لاکھ روپیہ سودی قرض پر لیا تھا مجھ پر وقتاً فوقتاً جو الزام تراشیاں کی گئیں ہیں یہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر کسی مل یا فیکٹری میں میرا کوئی حصہ ثابت کر دیا جائے تو میں وہ حصہ ثابت کرنے والے کو دینے کے لئے تیار ہوں۔

لیل و نہار کی چالاکی اور فراڈ کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اس نے کاغذات میں احترام الحق کی بجائے احتشام الحق بنانا چاہا اور احترام کی آر کو ایس بنانے کی کوشش کی گئی پھر بھی ایچ کے بغیر وہ احتشام الحق نہیں بن سکا میں نے اس پورے تیئس سال کے عرصہ میں نہ سود اور نہ بغیر سود کے کسی بنک سے کوئی قرض نہیں لیا احترام الحق میرے لڑکے کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ایک دوست کے ساتھ شرکت کی تھی اسی سلسلہ میں یہ درخواست لکھی گئی جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس میں معاملہ کرنا پڑے گا تو انہوں نے اسی وقت اس معاملہ سے علیحدگی اختیار کر لی اس لئے اس سودی معاملہ میں مجھے یا میرے لڑکے کو ملوث رکھنا دشمنی اور مخالفت کے سوا کچھ نہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ حکومت اس قسم کے فراڈ کو دیکھتی رہتی ہے اور اس قسم کی اوچھی حرکت کرنے والوں پر کوئی گرفت نہیں کی جاتی۔ ایک سوال شوکت اسلام کے سلسلہ میں کیا گیا ہے کہ ہم لوگ اس میں کیوں شامل نہیں ہوتے۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ مرکزی جمعیت علماء اسلام کی ذمہ داری مجھ پر ہے جب جلوس شوکت اسلام کا اعلان ہوا اس کے بعد ۱۱ اپریل کو لائل پور میں جماعت اسلامی کے بعض ذمہ دار حضرات سے ہماری گفتگو ہوئی ہم نے کہا کہ مخالفین ہم پر ذیلی جماعت ہونے کا الزام پہلے ہی لگاتے رہتے ہیں۔ اب اگر اس انداز سے ہماری شمولیت ہو گی تو مخالفین کو مزید موقع مل جائے گا اس کے علاوہ ہماری اپنی جماعت میں اختلاف ہونے کا خطرہ ہے اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے مشورہ کر لیا جائے پھر خواہ مشورہ میں یہی بات طے کر لی جائے کہ ۳۱ کو جلوس نکالا جائے گا لیکن اس کا ہمیں کوئی جواب نہ ملا پھر نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب سے یہی گفتگو ہوئی اس کا جواب بھی نہ ملا۔ اس کے بعد مفتی محمد شفیع مولانا ظفر احمد عثمانی مولانا ادریس کاندھلوی وغیرہ

حضرات نے مجبوراً عدم شرکت کا فیصلہ کیا۔ جہاںتک کونسل لیگ سے اشتراک کا تعلق ہے تو نہ میں نے کونسل لیگ حضرات سے اس عرصہ میں ملاقات کی، نہ کوئی معاہدہ کیا، انتہاء یہ کہ نہ فون تک پر میری ان سے کوئی گفتگو ہوئی معاہدہ اگر ہو گا تو سب کے ساتھ ہو گا۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان میں اسلام کو فتح و نصرت اور غلبہ کاملہ عطاء فرمائے اور باطل قوتوں کو ایسی شکست فاش نصیب ہو کہ پھر آئندہ کبھی سر نہ اٹھا سکیں

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

صافے میں نہ جبّے میں کرامت ہے اب　　بس ہیٹ لگانے میں شرافت ہے اب
افسوس صد افسوس کہ مسلم یہ کہے　　داڑھی کے بڑھانے میں حماقت ہے اب

منشور اسلامی
ریڈیائی تقریر

خطبہ ماثورہ۔

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا لله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

(برادران ملت السلام علیکم)

پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ جس میں بالغ رائے دہی کی عمومی بنیاد پر آزادانہ اور غیر جانب دارانہ انتخاب کی صورت نظر آرہی ہے اور اسی کا کرشمہ ہے کہ سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کے کو ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعے جمہور ملت اور عوام سے خطاب کا موقع مل رہا ہے۔ میرے بزرگو! اور دوستو! دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک پاکستان جس میں ہم اور آپ آباد ہیں وہ تاریخ کے کسی اتفاقی حادثے یا منافرت کے کسی منفی جذبے کی بناء پر وجود میں نہیں آیا بلکہ فرنگی راج سے ہندوستان کی آزادی کے بعد دس کروڑ مسلمانوں کی اقلیت کو ہندوؤں کی تیس کروڑ اکثریت کی غلامی سے بچانے کیلئے اور مستقبل میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی خاطر ایک دارالسلام کے طور پر وجود میں آیا ہے۔

قائداعظم مرحوم نے آزاد اسلامی وطن یعنی پاکستان کی تحریک تاریخ کے اس مشکل ترین دور میں اٹھائی جب سارا یورپ اور پوری مادی دنیا وطنی و لسانی قومیت کے تباہ کن نظریہ نیشنلزم کو اپنا عقیدہ حیات بنا چکی تھی اور ہندو کانگریس نے مسلمانوں کو غلام بنانے کے لئے متحد قومیت والے منصوبے کی بنیاد بھی اس وطنی قومیت پر رکھی تھی اسلامی قومیت کے نام پر پاکستان کی تحریک اس قدر معقول جانبدار اور موثر تھی کہ دس کروڑ مسلمانوں نے فرقہ وارانہ تعصبات اور وطنی و لسانی قومیت کے بتان رنگ و خون کو توڑ کر اپنی ایمانی غیرت اور ملی اتحاد کا ایسا زبردست مظاہرہ کیا کہ ہندو اور انگریز دونوں کو تحریک پاکستان کے مطالبے کے سامنے جھکنا پڑا اور بالآخر مسلمانوں کی مخلصانہ کوشش بار آور ہوئیں۔

پاکستان اپنے شاندار پس منظر کی بناء پر جغرافیائی و لسانی نہیں خالصتاً نظریاتی اور اسلامی ملک ہے جس کے دو بنیادی اور اہم مقصد تھے ایک اسلام کا سیاسی نظام یعنی قرآن و سنت کی

حکومت قائم کرنا دوسرے قرآن و سنت پر مبنی ایسا عادلانہ نظام قائم کرنا جو یورپ کے سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت لادینی نظاموں سے بالکل الگ اور مختلف ہے جس میں نہ کروڑپتی پیدا ہوتا ہے اور نہ نان شبینہ کا محتاج فقیر لیکن ربع صدی کے قریب زمانے گذرنے کے باوجود یہ دونوں صرف یہی نہیں کہ پورے نہیں ہوئے بلکہ ان مقاصد کو جن سازشوں سے پامال کیا گیا ہے کہ ان کی کہانی روح فرسا بھی ہے اور گنجائش وقت کے لحاظ سے طویل بھی تاہم ملک و قوم کے درد کی ترجمانی اس طرح کی جا سکتی ہے۔

اس موج کی قسمت پر روتی ہے بھور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

اس ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ پاکستان اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں ہی اپنے ان مخلص بانیوں سے محروم ہو گیا جو ملک کے بنیادی و تعمیری نظریات کی حامل اور علمبردار تھے اور ملک کی باگ دوڑ فرنگی ذہنیت کے ان نوکر شاہیوں کے ہاتھ میں آگئی جنہیں نہ تحریک پاکستان سے کوئی لگاؤ تھا اور نہ اسلامی قومیت کے نظریہ پاکستان سے کوئی لگاؤ تھا اور نہ اسلامی قومیت کے نظریہ پاکستان کی نزاکتوں سے واقف تھے جمہوریت و اسلام اور علماء سے بیزاری ان کو انگریز سے ورثہ میں ملی تھی وہ اسلام اور نظریہ پاکستان کی سربلندی سے زیادہ اپنے اقتدار اور ذاتی مفاد کو عزیز رکھتے تھے۔ جمہوریت کی جگہ آمریت و شخصی اقتداء نے لے لی اور اسلام کی جگہ انسانی ذہن کے تراشے ہوئے لادینی ازموں اور نظاموں کو لانے کی سازشیں ہونے لگیں نتیجہ یہ ہوا او رہی ہونا تھا کہ ایک طرف آمرانہ آرڈیننسوں کی بھرمار نے پوری ملت کی روح آزادی کو کچل کے رکھ دیا۔ رشوت و اقرباپروری اور نوکر شاہی کی دھاندلیوں نے عام انسانی زندگی کو جہنم بنا دیا۔ دوسری ---- شعائر اسلام کی کھلم کھلا بے حرمتی، قرآن و سنت کے خلاف عائلی قوانین اور سود و شراب کو حلال قرار دینے کے ذریعے اسلام کو مسخ کرنے کی سازش نے ہمارے ملک کی ساکھ اور حب الوطنی کے قیمتی سرمایہ کو زبردست نقصان پہنچایا پھر اس سے بھی زیادہ ستم یہ ہوا کہ اسلام کے اس معاشی نظام کو مسلسل نظر انداز کیا گیا جس کی ضمانت غیر منقسم ہندوستان کی عبوری حکومت

کے بجٹ میں دی گئی تھی جو مسلم لیگ کی طرف سے شہید ملت لیاقت علی خان مرحوم نے ۱۹۴۶ء میں پیش کیا تھااور معاشی نظام سے متعلق قرآنی آیت سے اس کو شروع کیا تھا اس نظام کی جگہ یورپ کا ہی سرمایہ دارانہ فرسودہ نظام جاری رکھا گیا انسانی فلاح و بہبود کے اعتبار سے صرف ناکام نہیں ہے بلکہ اس کی تباہ کاریوں پر دنیا کے مفکرین اور ماہرین معاشیات کا اتفاق ہے چنانچہ پاکستان میں بھی اس تباہ کن نظام کی بدولت ملک کا سرمایہ چند خاندانوں میں محدود ہو کر رہ گیا اور عام گرانی تجارتی و صنعتی اجارہ داری کی وجہ سے ملک کا عام طبقہ غربت اور فقر و فاقہ کا شکار ہو گیا ملک کی اس سیاسی افراتفری انسانیت سوز معاشی ناہمواری اور اخلاقی بدحالی سے ملک کے ان بدخواہ عناصر افراد نے پورے طور پر فائدہ اٹھایا جو ابتداء ہی سے تحریک پاکستان کیخلاف تھے - یابعد میں ہندو کی شہ پاکر پاکستان کے خلاف ہوگئے کہ جو دشمن عناصر اب تک زیرزمین سازشوں میں لگے ہوئے تھے - وہ اعلانیہ کھل کر سامنے آگئے ہیں اور عام غریبوں مردوں اور کسانوں کو خوش حالی کا فریب دینے کے لئے انہوں نے سوشلزم کا نعرہ لگایا اور تحریر و تقریر اور غیر ملکی اشتراکی لٹریچر کے ذریعہ ملک میں لاقانونیت کا ایک وسیع جال پھیلا دیا ملک اور دین کے خلاف اس سازش میں وہ سادہ لوح نوجوان بھی دھوکے میں آگئے جنہیں نہ تحریک پاکستان کے پس منظر سے کوئی واقفیت تھی اور نہ وہ سوشلزم کے بھیانک نتائج سے آگاہ تھے - بالاخر بگوے ہوئے ان حالات نے ملک میں دو متضاد نظریات اور دینی و لادینی دو نظاموں کے مابین جنگ کی صورت اختیار کرلی

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا

ان حالات میں ملک کا موجودہ الیکشن صرف یہی نہیں کہ دینی مذہبی حیثیت سے دوررس نتائج کا حامل ہے بلکہ پاکستان کی بقاء و عدم بقاء کے لئے بھی آخری ریفرنڈم اور دو ٹوک فیصلے کی حیثیت رکھتا ہے -

ملک اور دین کی اس انتخابی مہم میں میری جماعت مرکزی جمعیت علماء اسلام و نظام پارٹی بھی مشرقی و مغربی پاکستان کے دونوں بازوؤں میں ایک آزاد جماعت کی حیثیت سے مقدور بھر حصہ لے رہی

ہے مغربی پاکستان میں یہ جماعت مرکزی جمعیت کے سابقہ انتخابی بورڈ یعنی نظام اسلام پارٹی کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

مرکزی جمعیت علماء اسلام کا قیام شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ہاتھوں ۱۹۴۵ء میں اس وقت عمل میں آیا۔ جبکہ تحریک پاکستان کو ملک کے نامور علماء کی سرپرستی کی اور متحدہ قومیت کے سازشی محاذ کو توڑنے کی شدید ضرورت تھی چنانچہ بانی جمعیت اور دوسرے ارکان نے انتخاب میں اور سہلٹ و آسام اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کے دوش بدوش بھرپور حصہ لیا اور حصول پاکستان کے سلسلہ میں مرکزی جمعیت نے وہ نمایاں خدمات انجام دیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا قائداعظمؒ مرحوم نے انہی خدمات کو سراہتے ہوئے ۱۴ اگست ۴۷ عیسوی میں پاکستان کے قیام کی رسم پرچم کشائی کراچی میں مولانا شبیر احمد عثمانی کے ہاتھ سے اور ڈھاکہ میں جمعیت کے موجودہ صدر مولانا ظفر احمد عثمانی کے ہاتھ سے عمل میں آئی، دستور کے اسلامی ہونے کے لئے ایک قرارداد مقاصد بھی مرتب کی اس کی ترتیب و تیاری انہی علماء کے بذریعہ ہوئی اسمبلی میں اس کی منظوری حضرت شیخ الاسلام ہی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔

مرکزی جمعیت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ۱۹۵۱ میں اسی جمعیت کے اس احقر نے ملک کے مختلف فرقوں کے اکتیس علماء کو ایک نمائندہ کنونشن طلب کیا جس میں وہ مشہور ۲۲ نکات ترتیب دیئے گئے جو اسلامی دستور کے لئے رہنماء اصول کی حیثیت رکھتے ہیں مرکزی جمعیت کے پرچم سبز و سفید ۲۲ دھاریاں انہی نکات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

میری جمعیت کی نظر میں اس وقت اسلام اور پاکستان کو پیش آنے والے خطرات دو طرف سے ہیں۔ ایک ان جماعتوں کی طرف سے جو وطنی اور لسانی قومیت کی بنیاد پر مرکز کو مفلوج اور بے اثر کر کے صوبوں کو الگ الگ مملکت میں تقسیم کر دینا چاہتی ہیں دوسرا خطرہ ان جماعتوں کی طرف سے ہے جو لادینی معاشی نظام کے عنوان سے نظریہ پاکستان کو ختم کر کے اس ملک کو دوسروں کو دینا چاہتی ہیں۔ ہمارے دستور میں ان دونوں فتنوں کی روک تھام کی پوری کوشش کی گئی ہے اس منشور کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ملکی اور ملی مسائل کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے

پہلے حصے کا تعلق کتاب وسنت کے مقرر کردہ حدود سے ہے جسمیں کسی قسم کی ترمیم یا کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں اور دوسرے حصے کا تعلق امسائل سے ہے جو مباحات کے دائرے میں آتے ہیں جن میں نہ قرآن وسنت نے فریق کی حیثیت اختیار کی ہے اور نہ ہمیں ان میں فریق بنایا ہے بلکہ ملک کے باشندے ملت کی عام فلاح وبہبود کے پیش نظر اپنے شہری حقوق کے بارے میں جو موقف بھی چاہیں اختیار کر سکتے ہیں اور سواد اعظم کا پیش کردہ موقف ہی اسلامی نقطہ نظر سے قابل قبول اور پسندیدہ سمجھا گیا ہے۔

اس منشور کا کاری نقطہ یہ ہے کہ اقتدار اعلیٰ رب العزت کا ہے اور وہی قانون کا منبع اور سر چشمہ ہے جو چیز قرآن وسنت نے انسانوں کو عطاء فرمائی ہے اسے کوئی نہیں چھین سکتا اور جو چیز اللہ اور اس کے رسول نے نہیں دی اسے دنیا کی کوئی طاقت عطاء نہیں کر سکتی اس لئے قرآن و سنت کی روشنی میں بنایا ہوا دستور ہی سیاسی واخلاقی اور معاشی واقتصادی فلاح وکامرانی کا ضامن ہو سکتا ہے۔

مرکزی جمعیت کے منشور کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حقائق کی تعبیر اور اظہار کے لئے اس میں کوئی ایسی اصلاح استعمال نہیں کی گئی ہے جس سے لادینی نظریات سے مرعوبیت ٹپکتی ہو کیونکہ دینی نظام کی ہر اصطلاح اسلامی اور دینی مفہوم کو ادا کرنے سے قاصر ہے اس کے علاوہ قرآن وسنت کے مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے دوسرے لادینی نظاموں سے تیسر الفاظ کی بھیک مانگنا بھی ہماری دینی غیرت کے خلاف ہے مرکزی جمعیت کے منشور میں وہ تمام تجویزیں موجود ہیں جو ملک کی انسانیت، ترقی اور خوشحالی اور اس کے باشندوں کی دینی اور معاشی اصلاح کی ضامن ہو سکتی ہیں۔

احیائے دین کے عملی اقدامات سے علماء کی نگرانی میں ایک مستقل ادارے کا قیام بھی شامل ہے جس کا مقصد ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جس میں خوف خدا آخرت اور اللہ ورسول کی اطاعت کو زندگی کے شعبہ میں اولیت حاصل ہو جس میں ہر مسلمان باشندے تک اسلام کے ضروری احکام پہنچانے کے لئے نشر واشاعت کے تمام ذرائع سے کام لینا ارکان اسلام کی ادائیگی

میں اور شعائر اسلام کے فروغ کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا سفر حج کے لئے تمام پابندیاں اٹھالینا اوقات کا انتظام مستند علماء دین اور صائب الرائے اشخاص کے سپرد کرنا' خلاف اسلام مخرب اخلاق اور فحش لٹریچر پر پابندی عائد کرنا شراب نوشی' فحاشی اور عریانی کو سختی کے ساتھ روکنا سرکاری تقریبات اور پاکستانی سفارت خانوں کو ان محرمات سے پاک کرنا اور اس قسم کے تمام منکرات کا استقبال اس ادارے کے فرائض میں داخل ہوگا۔

اس وقت سب سے اہم اور زیر بحث مسئلہ پاکستان کے لئے دستور سازی کا مسئلہ ہے مرکزی جمعیت علماء اسلام کے منشور کی رو سے دستور لازما ایسا ہونا چاہیئے جس میں قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی کی ممانعت کی صراحت کے ساتھ ساتھ وہ دستور ہر مکتب فکر کے علماء مجوزہ ۲۲ نکات پر بھی مبنی ہو اور جس میں ملک کی متفقہ' عدلیہ اور انتظامیہ کو اسلامی احکامات کا پابند بنایا گیا ہو اور موجودہ تمام غیر اسلامی قوانین کو ایک مقررہ مدت کے اندر اسلامی سانچے میں ڈھالے جانے کی صراحت بھی اس دستور میں موجود ہو مرکزی طرز حکومت اور مرکز اور صوبوں کے مابین اختیارات تقسیم کے متعلق میری جماعت کے منشور میں پاکستان کے لئے وفاقی پارلیمانی طرز حکومت اور مضبوط مرکز کے ساتھ ساتھ صوبوں کو مکمل خود مختیاری دینے کی تجویز پیش کی گئی ہے یعنی دفاع امور خارجہ 'کرنسی بیرونی اور بین الصوبائی' تجارت اور مواصلاحت کے سوا باقی تمام امور میں صوبوں کو مکمل خود مختاری حاصل ہو گی البتہ کرنسی کے متعلق ملک لئے مشرقی بازو میں سرمایہ کے تحفظ کا معقوم انتظام کیا جائے گا۔

بیرونی اور بین الصوبائی تجارت کی نگرانی اور انتظامات کے لئے تمام صوبوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک ایسا بورڈ قائم کیا جائے گا جو زر مبادلہ اور دوسرے تجارتی امور میں ہر قسم کی ناانصافی اور حق تلفی کے امکانات کو دور کر دے گا اور ماضی کی ناانصافیوں کی تلافی کے طریقے اختیار کرے گا خصوصا مشرقی پاکستان کے ساتھ جو اب تک ناانصافیاں ہوئی ہیں دس سال کے اندر اندر ان کی مکمل تلافی کا انتظام کیا جائے گا مغربی پاکستان کے پس ماندہ علاقوں پر بھی خصوصی توجہ دی جائے گی نیز مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان کی طرح صوبوں میں تقسیم کر دیا

جائے گا جس میں سے ایک صوبہ شمالی بنگال کا صوبہ ہوگا۔

مرکزی جمعیت کے منشور کے مطابق پاکستان کے تمام مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدود قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی غیر مسلم اقلیتیں اپنے مذہبی اور ثقافتی معاملات میں آزاد ہوگی اور خالص اسلامی معاملات کے سوا عام انتظامی معاملات، میں غیر مسلموں کی رائے مسلمانوں کی رائے کے برابر ہوگی۔

مرکزی جمعیت کے منشور میں اعلان کیا گیا ہے کہ معاشرے کو سود کی لعنت سے پاک کیا جائے گا اور سود کی تمام صورتیں ممنوع ہوں گی بینک کاری کے نظام کو سود کی بجائے مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کی شرکت و مضاربت کے اسلامی اصولوں پر چلایا جائے گا صنعتی اجارہ داریوں کو ممنوع قرار دے کر صنعت و تجارت میں آزاد مسابقت کی فضاء پیدا کی جائے گی اور اس طرح رشوت اور ناجائز نفع اندوزی کی تمام صورتوں کو ختم کر دیا جائے گا سٹہ، قمار اور غیر شرعی ذخیرہ اندوزی کی ہر صورت کو سختی کے ساتھ روکا جائے گا اور اس کے لئے قید و بند اور جسمانی سزائیں مقرر کی جائیں گی۔

نئی قائم ہونے والی کلیدی صنعتوں کو حکومت کی نگرانی میں ہی چلایا جائے گا اور ان میں نجی حصے صرف ان لوگوں کے قبول کئے جائیں گے جن کی آمدنی ایک ہزار روپیہ سے کم ہوگی۔

منشور میں اس بات کی وضاحت بھی موجود ہے کہ مزدوروں کے حقوق و مراعات کے تحفظ پر فوری اور خصوصی توجہ دی جائے گی اور ایسا انتظام کیا جائے گا کہ ان کو ان کی محنت کا پورا معاوضہ مل سکے اور غربت افلاس کے دلدل سے نجات حاصل کر سکیں نیز سرکاری ملازمتوں کی تنخواہوں میں موجود غیر معمولی تفاوت کو بھی کم کیا جائے گا اور نچلے طبقے کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے زکوۃ کی وصول یابی اور ادائیگی کا باقاعدہ اور مکمل انتظام کیا جائے گا اور ایسا قانون بنایا جائے گا جس کی رو سے زکوۃ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا قیام پاکستان سے اب تک جن سرمایہ داروں نے زکوۃ ادا نہیں کی ان کو گذشتہ

سالوں کی زکوۃ ادا کرنے پر قانونا مجبور کیا جائے گا- نظام زکوۃ سے متعلق جملہ امور کی نگرانی کے لئے ایک مستقل محکمہ قائم کیا جائے گا چونکہ انسانی زندگی میں ترقی اور اس کے لئے ایک مستقل محکمہ قائم کیا جائے گا چونکہ انسانی زندگی میں ترقی اور اس کے لئے محنت کی صحیح کشش انفرادی ملکیت ہی سے پیدا ہو سکتی ہے اور اس قسم کی بہت سی حکمتوں کے پیش نظر اسلام نے انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا ہے اور قرآن وسنت کے بے شمار احکام کی بنیاد اسی پر رکھی گئی ہے مثلاً زکوۃ، حج، میراث وغیرہ اس لئے انفرادی ملکیت کے حق کو باقی رکھا جائے گا لیکن ارتکاز دولت سے نپٹنے کے لئے موثر اقدامات کئے جائیں گے جن چیزوں کو اسلام نے انفرادی ملکیت سے بالاتر رکھا ہے ان میں کسی کو اجارہ داری کا حق نہیں ہو گا غریبوں اور مسکینوں اور حاجتمندوں کے لئے معدنیات میں خمس کا طریقہ مقرر کیا جائے گا اور خمس کی یہ رقم بیت المال کو دی جائے گی اور اس رقم سے غریبوں اور مسکینوں کے لئے قومی سطح پر کارخانے قائم کئے جائیں گے یا ان کو روزگار کے لئے کاروبار مہیاء کیا جائے گا-

پاکستان جو حقیقت میں ایک زرعی ملک ہے اس کی زراعتی ترقی کے لئے خصوصی طور پر کاشتکاروں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا حکومت کی طرف سے غریب کاشتکاروں کو غیر آباد زمینیں بلا قیمت دی جائیں گی اور ان کو آباد کرنے کے لئے طویل المعیاد بلا سود قرضے دیئے جائیں گے اور ہر ممکن سہولت مہیاء کی جائے گی-

مشرقی پاکستان میں سیلابوں کو روکنے اور مغربی پاکستان میں سیم و تھور پر قابو پانے کے لئے فوری اقدامات کئے جائیں منشور کی رو سے آزاد رکھا جائے گا اور انصاف کو مفت اور سہل الحصول بنایا جائے گا- تمام غیر شرعی ٹیکس فورا منسوخ کئے جائیں گے اور خاص حالات میں اسلامی ضرورت کے مطابق ٹیکس کم سے کم لگائے جائیں گے انتظامیہ کی تمام کارروائیوں کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکے گا تعلیم کی بنیادی اہمیت کے پیش نظر مرکزی جمعیت کے منشور میں یہ وضاحت موجود ہے کہ بلا امتیاز ملک کے تمام باشندوں کو کم سے کم میٹرک تک تعلیم دی جائے گی اور بتدریج تعلیم کو مفت بنانے کی کوشش کی جائے گی -

نظام تعلیم کو نظریہ پاکستان اور آزاد اسلامی ملک کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں گے نظام تعلیم کو اسلامی سانچوں میں ڈھالنے کے لئے ہر علم کے نصاب کو اس طرح مدون کیا جائے گا کہ اسلامی نظریات اور مسلمانوں کے افکار پر علم و فن میں رچے بسے ہوئے ہوں ملک کی قومی اور سرکاری زبان اردو اور بنگالی کے فروغ کے ساتھ ساتھ عام صوبائی علاقہ واری زبانوں کا تحفظ کیا جائے گا۔

مخلوط طریق تعلیم کو ختم کر کے عورتوں کے لئے الگ نصاب مرتب کیا جائے گا یونیورسٹی اور کالجوں میں سائنس اور فنی تعلیم کو خصوصی مقام دیا جائے گا اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار ان کے شایان شان مقرر کیا جائے گا تمام تعلیمی اداروں میں بنیادی فوجی تربیت کو لازمی قرار دیا جائے گا ملک کے دفاع کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کی خاطر تمام مسلمان باشندوں میں جذبہ جہاد کو ترقی دی جائے گی مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کو فوج میں پوری نمائندگی دی جائے گی۔ مشرقی پاکستان کے دفاع کی سہولت کے لئے بحریہ کا دفتر چاٹگام اور بری و فضائی افواج کے ثانوی دفاتر مشرقی پاکستان میں رکھے جائیں گے جماعت کا تعارف اس کی دینی جدو جہد اور منشور کی جستہ دفعات کا ذکر محض اس مقصد کی خاطر کیا گیا ہے کہ اس وقت پاکستان میں نظریاتی جنگ چھڑی ہوئی ہے اور بعض سمتوں سے ملک کی نظریاتی اساس کو منہدم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ان حالات میں مرکزی جمعیت علماء اسلام اپنے اس پروگرام کا اظہار کرتی ہے کہ وہ ان شاء اللہ نظریہ پاکستان کے تحفظ کی خاطر اپنی پوری توانائیاں صرف کر دے گی اور اس ملک میں لادینی نظام کی ہر سازش کو ناکام بنادے گی۔

اسی بناء پر مرکزی جمعیت علماء اسلام ملک کے عوام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنے بھرپور تعاون سے جمعیت کو اس جہاد میں کامیاب بنائیں۔

رب العزت ہماری حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور ہمارے عزم و حوصلے میں مزید استحکام عطاء کرے۔ آمین

اسلام زندہ باد پاکستان پائندہ باد

بنگلہ دیش کے موضوع پر
ایک فکر انگیز تقریر

خطبہ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سے قبل جب ۱۹۷۰ء میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر الیکشن ہونے والا تھا اور انتخابی سرگرمیاں تیزی کے ساتھ جاری تھیں تو میں اس زمانے میں آپ کے مشہور شہر ملتان میں کوچہ گردیاں کرتا ہوا کئی مرتبہ حاضر ہوا تھا کیونکہ اس وقت اپنا طریق کار یہی تھا کہ صبح کہیں اور شام کہیں آج مشرقی پاکستان میں تو کل صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اور اس وقت بھی میں نے احباب سے یہی بات کہی تھی

گہ معتکف دیرو گہ ساکن مسجد
یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ

اس وقت ایک ایک گھر ایک ایک بستی اور ایک ایک شہر حتی کہ آپ کے شہر میں بھی حاضر ہو کر میں نے یہ بات کہی تھی کہ یہ انتخاب پاکستان کا پہلا انتخاب ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہی پاکستان کا آخری انتخاب بھی ہو۔ اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ اس زمانے کی بہت سی باتوں کا لوگ' یہ سمجھ کر نوٹس نہیں لیتے تھے کہ یہ انتخابی پروپیگنڈہ ہے ہم نے دوستوں سے یہ بھی کہا کہ شیخ مجیب کو مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت حاصل نہیں ہے لیکن اس وقت بھی لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ بات درست نہیں ہے اور شاید اب تک بھی یہی سمجھتے ہیں۔

میں نے آج ہی شام کے استقبالیہ میں یہ عرض کیا تھا کہ میں نے حمود الرحمن کمیشن کے سامنے پلٹن میدان کے اس جلسہ کا فوٹو پیش کیا ہے جس میں تقریر اردو میں ہو رہی ہے ہمارا جلسہ ہے ڈھائی تین لاکھ مسلمان پلٹن میدان میں جمع ہیں۔ میں نے کمیشن سے کہا کہ شیخ مجیب کے گڑھ میں اتنا عظیم الشان اجتماع اور یہ تصاویر بھی بنگلہ اخبار کی ہیں کسی اردو اخبار کی نہیں تو کیا

میں کراچی سے لوگوں کو ٹرک میں بھر کر لایا تھا یہ اتنا عظیم اجتماع جو آپ بھی فوٹو میں دیکھ رہے ہیں کہاں سے آیا ؟

کیا شیخ مجیب کو صد فیصد اکثریت حاصل ہے ؟ کیا آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ لندن کے اندر بنگالیوں نے شیخ مجیب کے خلاف اجتماع کیا ہے اور انہوں نے برملا یہ بات کہی ہے کہ ہم نے پاکستان سے علیحدگی کے لئے آپ کو ووٹ نہیں دیا تھا حالانکہ آپ نے پاکستان کو الگ کر کے رکھ دیا ہے - مظاہرہ وہاں بھی ہوا اور آج بھی مشرقی پاکستان کے اکثر علاقوں میں شیخ مجیب کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں اب تو آپ کو یقین آئے گا ؟

کہ جو بات میں نے کہی تھی وہ سچی تھی-

اسی دوران میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ یہ پہلا انتخاب ہے اور ہو سکتا ہے کہ آخری انتخاب ہی ہو لیکن میں نے یہ بات کسی قلندرانہ پیش گوئی کے طور پر نہیں کہی تھی کیونکہ یہ بہت موٹی سی بات ہے کہ اگر دیوار کے پیچھے سے اٹھتا ہوا دھواں آپ کو نظر آئے تو موٹی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ دیوار کے پیچھے آگ بھی ہے اور چنگاریاں بھی لیکن ہم نے وہ اٹھتا ہوا دھواں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا - کاش ہمارے ساتھی بھی اگر دیوار کے پیچھے سے اٹھتا ہوا دھواں دیکھ لیتے تو آج یہ روز سیاہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا مگر وہ کہاں سے دیکھتے ان کو تو اپنے ماسوا کے علاوہ کسی دوسرے کو دیکھنے کی فرصت ہی نہیں تھی اپنے وجود اپنی جماعت اور اپنی تنظیم اور کے تنگ دائرے سے نکل کر اگر قوم اور ملک وملت اور اسلام کے مفاد کی خاطر ہم اس پر توجہ مرکوز کر دیتے تو ہمیں دھواں بھی نظر آتا اور وہ چنگاریاں بھی نظر آتیں ، جنہوں نے آج ہمارا سب کچھ جلا کر خاک کر دیا- دوستوں کی شکایت پر علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے :-

گلہ جفائے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو صنم پکارے ہری ہری

علامہ اکبر الہ آبادی نے بھی ان الفاظ میں دوستوں کا گلہ کیا ہے :-

دل مرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے ملے اللہ کا بندہ نہ ملا
گل کے خواہاں تو نظر آئے بہت عطر فروش
طالب زمزمہ بلبل شیدا نہ ملا

اس الیکشن کو ہوئے دو سال ہونے کو آئے اور مشرقی پاکستان اس الیکشن کے بعد بڑی زبر دست خوں ریزی کے ذریعہ نہ صرف ہم سے الگ ہو گیا بلکہ شرابی حکمرانوں کی بد مستیوں اور سیاسی غداروں کی سازشوں کی بدولت ۹۳ ہزار مسلح پاک فوج کے ہتھیار ڈالنے کی وہ رسوائی بھی ہمیں اور آپ کو دیکھنا پڑی جس کی نظیر تاریخ اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس المیہ کے اوپر ہمارے اور آپ کے دل نہ پسیجے ہوں، لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں کے مسلمانوں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے حادثے پر ماتم نہ کیا ہو اور میرا خیال تو یہ ہے کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا حادثہ عالم اسلام نے اسی طرح محسوس کیا ہے جس طرح آج سے پچاس سال قبل خلافت عثمانیہ کے سقوط کو مسلمانوں نے محسوس کیا تھا اور اس وقت بھی کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا جس نے خون کے آنسو نہ بہائے ہوں اور آج بھی کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا جس نے خون کے آنسو نہ بہائے ہوں اور آج بھی کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اس حادثے پر گریہ کناں نہ ہوا ہو اور اگر آج شیخ مجیب، ذوالفقار علی بھٹو، جی ایم سید اور کانگریسی ذہن رکھنے والے علماء اس حادثہ کو عالم اسلام کا حادثہ تصور نہ کرتے ہوں تو غیر جانبدارانہ جائزہ لینے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں بڑی سے بڑی اسلام دشمن طاقتیں، خواہ وہ امریکہ ہو خواہ روس ہو خواہ برطانیہ ہو خواہ اسرائیل، ----- اور خواہ یہ طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور پاکستان کے ٹوٹنے پر ان سب کی ہمدردیاں پاکستان کے خلاف بھارتی جارحیت کے ساتھ ہیں۔ اور اسلام کے خلاف دشمنی رکھنے والی تمام طاقتیں آج خوش ہیں بغلیں بجا رہی ہیں۔ اور میرے نزدیک یہی سب سے بڑا معیار ہے کہ ہمارا دشمن ہماری جس بات پر خوش ہوتا ہے، وہی ہماری ہلاکت کا باعث ہے اور دشمن جس بات کو گوارا نہ کرے، اسی میں

مسلمانوں کی فلاح ہے اور یہی وہ دلیل ہے جو قیام پاکستان کے وقت ہم پاکستان کی حمایت میں پیش کیا کرتے تھے کہ بھائی اگر پاکستان مسلمانوں کے لئے ضرر رساں ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ ہر ہندو پاکستان کی مخالفت کرتا ہے؟ ہم خواہ سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں لیکن یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس میں اسلام اور مسلم قوم کا کوئی مفاد ضرور ہے! جبھی تو کوئی مخالف اس کو گوارا نہیں کرتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت مشرقی پاکستان کا سقوط عالم اسلام کا اتنا بڑا حادثہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک خاموش ہیں بلکہ میں نے تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سعودی عربیہ کے اندر بنگلہ دیش کا ذکر کرنے والے لوگوں کو حدود حکومت سے باہر نکال دیا گیا اور یہ اس لئے نہیں کہ ہمیں کسی قوم کی آزادی بری معلوم ہوتی ہے یہاں آزادی کا سوال نہیں، یہاں تو اسلام دشمن طاقتوں نے پاکستان کو توڑ دینے کے لئے جو سازش کی تھی اس کا مظاہرہ اس شکل میں نمودار ہوا ہے کہ ۹۳ ہزار فوج غنیم کے ہاتھ میں جانے کے بعد اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے کس طرح قوم کے حوصلے پست ہو گئے اور کس طرح ان کے دل ٹوٹ گئے آپ اندازہ لگائیے کہ ان تمام حوصلہ شکنیوں کے باوجود ایک موہوم سی خواہش یہ تھی کہ اگر اب ہم مغربی پاکستان کو نظریہ پاکستان کی بنیاد پر صحیح تعمیر کر لیں تو آج بھی ہم اپنا کھویا ہوا وقار حال کر سکتے ہیں مگر افسوس یحییٰ خان کے ہاتھوں اس ملک کا قرعہ فال جس شخص کے نام نکلا وہ ایکٹنگ تو بہت اچھی طرح کرنا جانتا ہے۔ وہ اپنی تقریروں میں اونچی اونچی گالیاں بھی دے سکتا ہے، وہ جمالو کے رقص اور دھمال کا بھی ماہر ہے وہ مائیکروفون اور کوٹ بھی پھینکنا جانتا ہے غرضیکہ اس میں یہ سب کمالات ہیں لیکن ملک چلانا نہیں جانتا جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ :-

مجھ میں سبھی ہنر صحیح تاب و ضبط کی نہیں
شرط وفا وہاں یہی اور یہاں یہی نہیں

اسی طرح ایک اور شعر یاد آگیا :-

خدا نے ان کو عطاء کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روش بندہ پروری کیا ہے

یہ شکستہ خاطر قوم اس بات سے بخوبی واقف تھی کہ کسی غدار جنرل کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو صدارت کا عہدہ دیدے یا کسی غیر فوجی کو مارشل لا ایڈ منسٹر بنادے لیکن اس کے باوجود ہر فرد کی یہ خواہش تھی کہ اس وقت آئینی موشگافیوں سے قطع نظر ملک کو بچانے کی کوشش کرے تاکہ کسی طرح ملک بچ جائے -اور یہی وجہ ہے کہ جس وقت بھٹو صاحب نے اپنی سب سے پہلی نشری تقریر فرمائی تو کوئی سیاسی اور مذہبی تنظیم ایسی نہیں تھی کہ جس نے یہ نہ کہا ہو کہ اگر آپ واقعی ملک کو صحیح خطوط پر تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو تمام اختلافات کے باوجود ہم سب آپ کے پیچھے چلنے اور آپ کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہیں لیکن دو تین یوم کے اندر ہی جس طرح چہرے کا غازہ اتر جاتا ہے 'انتقامی کارروائیاں شروع کر دی گئیں اور ان میں جمہوریت و قانون کی جو مٹی پلید ہوئی اس سے اندازہ ہو گیا کہ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کی نشری تقریر در حقیقت اس قسم کی افیون ہے ' جس طرح غاصب صدر یا جس طرح آمر صدر قوم کو بے حس کرنے کے لئے کھلاتے رہے-

چنانچہ بھٹو صاحب کو اس ملک میں حکومت کرتے ہوئے آٹھ ماہ کا عرصہ گذر رہا ہے اور ہر آنے والا لمحہ پہلے سے زیادہ خراب ہے جو ساعت آرہی ہے وہ پہلے سے بدتر ہے انہیں حالات کے پیش نظر میں اپنے ان نوجوانوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو ان کی اداؤں کے متوالے ہیں اور رہ چکے ہیں اس موقع پر مجھے مولانا جلال الدین رومیؒ کا ایک واقعہ یاد آگیا-اور وہ یہ کہ ایک بہت بڑا زمیندار اپنے خچر پر سوار ہو کر کسی خانقاہ پر پہنچا اور اس کا مقصد تھا کہ وہاں ذاکرین زاہدین اور مجاہدین جمع ہو کر جو ذکر کا حلقہ بناتے ہیں، میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں 'ان مجاہدین نے جب یہ دیکھا کہ ایک بہت موٹی اسامی آرہی ہے تو اس کو لوٹنے کا پروگرام بنالیا چنانچہ اس زمیندار نے اپنا خچر باندھ کر ملازم سے کہا کہ میں تو حلقے میں شریک ہونے جارہا ہوں تو خچر کی حفاظت کر اور جیسے ہی زمیندار اندر پہنچا تو ان سب نے آپس میں ہاتھ باندھ کر ایک حلقہ بنایا اور رقص کرتے ہوئے کہنے لگے خربرفت، خربرفت، خربرفت یعنی گدھا بھاگ گیا ' گدھا بھاگ گیا یہ زمیندار صاحب یہ سمجھے آج جو ذکر کا حلقہ ہے اس میں یہی مصرعہ سب کی زبان پر ہے چنانچہ یہ بھی مطلب سمجھے

بغیر ذکر کے حلقے میں شامل ہو گئے اور خود بھی یہی مصرعہ دہرانے لگے کہ خر برفت و خر برفت و
خر برفت اور جب کافی دیر گذر گئی تو ایک مجاہد اٹھا اور ان کا خچر کھول کر بازار میں فروخت کر آیا۔اس
کے بعد جب ملازم آیا تو اس نے دیکھا کہ زمیندار صاحب کا خچر موجود نہیں ہے یہ دیکھ کر جب وہ
شکایت کرنے پہنچا تو دیکھا کہ آقا خود بھی خبر دے رہے ہیں کہ خر برفت و خر برفت و خر برفت
یعنی گدھا بھاگ گیا' ملازم یہ سمجھ کر اطمینان سے بیٹھ گیا کہ مجھ سے زیادہ تو میرے آقا کو گدھا
بھاگ جانے کی خبر ہے کچھ دیر کے بعد جب آقا تشریف لائے اور خچر کے متعلق دریافت کیا تو
خادم نے کہا میں تو ناشتہ کرنے چلا گیا تھا اور جب واپس آیا تو خچر موجود نہیں تھا پھر جب میں آپ
کے حلقہ ذکر میں پہنچا تو آپ خود ہی خبر دے رہے کہ خر برفت و خر برفت و خر برفت یعنی گدھا
بھاگ گیا یہ سن کر آقا نے کہا لاحول ولا قوۃ ارے وہ تو تمام حلقے والے یہی کہہ رہے تھے کہ
خر برفت و خر برفت و خر برفت اس لئے میں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا دی مجھے کیا خبر تھی کہ یہ
جملہ کہنے سے میرے ہی گدھے پر ہاتھ صاف ہو جائے گا میں پوچھتا ہوں! آپ نے اندازہ لگایا! کہ
ہاں میں ہاں ملانے سے کیا ہوا میں اداؤں کے متوالے نوجوانوں سے دریافت کرتا ہوں کہ
تمہاری کیف و مستی کی ان ساعتوں میں قوم کا کیا سرمایہ لٹ گیا----؟

غور کرو! مولانا جلال الدین رومیؒ نے ایسے ہی ناعاقبت اندیشوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

:- خلق را تقلید شاں برباد داد

کہ دو صد لعنت برایں تقلید داد

ایسی تقلید پر ہزار بار لعنت ہے کہ آدمی بلا سوچے سمجھے انجام سے بے خبر ہاں میں ہاں ملانے لگے

آیئے! آٹھ ماہ کے عرصے میں برسر اقتدار پارٹی کے منشور کا شریفانہ جائزہ لیں۔کیونکہ
نہ تو ہمیں گالیاں دینا آتی ہیں اور نہ ہمیں مخاصمت سے کام لینا ہے اس منشور کی پہلی دفعہ یہ تھی:
بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ منشور اصل میں تثلیثی منشور تھا۔جس کے تین اجزاء تھے'جس طرح
نصرانیوں کے تین اجزاء ہیں'باپ'بیٹا'روح القدس اسی طرح اس منشور کے بھی تین اجزاء
تھے:-

اول : مذہب ہمارا اسلام ہے
دوئم : سیاست ہماری جمہوریت ہے
سوئم : معیشت ہمارا سوشلزم ہے

آج آٹھ ماہ کے بعد جائزہ لے کر دیکھئے ! سب سے پہلے جمہوریت کا جائزہ لیجئے اور میری رائے میں دو ہی پیمانے اور دو ہی کسوٹیاں ہیں جمہوریت کی ایک کسوٹی ہے تشکیل حکومت اور دوسری کسوٹی ہے نفاذ احکام یعنی حکومت بنائی کس طرح جائے اور حکومت چلائی کس طرح جائے تشکیل حکومت کے لئے عوام نے جن نمائندوں کو جن بنیادوں پر منتخب کیا تھا انہیں بنیادوں پر انہیں نمائندوں کے ذریعہ حکومت تشکیل دی جائے - اسی کا نام جمہوریت ہے اور یہی عوامی حکومت کہلائی جاتی ہے - اب آپ ہی ایمانداری سے بتائیں کہ مغربی پاکستان میں ووٹ دینے والوں نے کیا صرف مغربی پاکستان میں حکومت بنانے کے لئے ووٹ دیئے تھے ؟ یا مغربی اور مشرقی پاکستان کی وفاقی حکومت بنانے کے لئے ووٹ دیئے تھے ؟

اور اگر قومی اسمبلی کا انتخاب اس بنیاد پر ہوا تھا کہ مشرق و مغرب کا وفاق بنایا جائے تو پھر اکثریتی پارٹی شیخ مجیب کی پارٹی تھی اور اگر مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا تو معاف کیجئے موجودہ ایک علاقے کے لئے عوام نے آپ کو ووٹ نہیں دیئے تھے - لہذا جو مرکزی حکومت بنانے اور وفاق کی تشکیل کے لئے جو الیکشن ہوا تھا وہ کالعدم ہو گیا غور کیجئے ! کہ جب شیخ مجیب کی پارٹی اکثریت حاصل کر چکی تھی اور انہوں نے اسمبلی کا اجلاس ڈھاکہ میں طلب کیا تھا تو پھر یہ کونسا جمہوری اصول تھا کہ مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کی طرف سے یہ کہا گیا کہ اگر کوئی وہاں کی اسمبلی میں شریک ہو گا تو اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی اور آج مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہو جانے کے بعد اسی اکثریتی پارٹی نے وہ مقام حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جو پورے ملک میں شیخ مجیب کی اکثریتی پارٹی کو حاصل تھا - معاف کیجئے ! میں ایمانداری سے یہ سمجھتا ہوں کہ ملک ٹکرے ٹکرے ہو گیا ہے تو کسی نے مغربی پاکستان کے اندر اس بنیاد پر ووٹ نہیں دیئے تھے کہ مغربی پاکستان کی مرکزی حکومت بنے گی اور صرف چار صوبوں کا وفاق ہو گا اچھا تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی فرض کر

لیجئے کہ ہم اس پارٹی کو بھی اکثریتی پارٹی تسلیم کرلیں اور انتخابات کو بھی صحیح مان لیں۔ لیکن تشکیل حکومت کا یہ طریقہ جمہوری نہیں ہے کہ کوئی جنرل کسی شخص کو دست بدست صدارت کا عہدہ تفویض کر دیئے کیونکہ اس کا بھی ایک جمہوری طریقہ ہے کہ ایوان کا اجلاس طلب کیا جائے اور اس میں کسی کو اکثریت حاصل ہو۔ کیونکہ ایوان کی اکثریت جس کو حاصل ہوتی ہے اسی کو وزیر اعظم کہا جاتا ہے اور وہی اسمبلی کا رکن وزیر اعظم تو ہو سکتا ہے لیکن کسی جنرل کے ہاتھ سے بنایا ہوا صدر نہیں ہو سکتا! یا وہ اسمبلی کا ایک رکن صدارت کے اختیارات استعمال نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ پاکستان کا الیکشن وفاقی پارلیمانی بنیادوں پر ہوتا تو صدر کو اتنے ہی ووٹوں سے منتخب ہونا چاہئے جتنے ووٹوں سے پوری نیشنل اسمبلی منتخب ہوئی ہے اور جب آپ نے یہ دیکھ لیا کہ حکومت کی تشکیل جمہوری طریقوں سے نہیں ہوئی ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ وہ جو کہا گیا تھا کہ ہماری سیاست جمہوریت ہے تو کیا اسی کا نام جمہوریت ہے؟

اسی کے ساتھ ساتھ وہ جو دوسرا پیمانہ نفاذ احکام کا ہے' اس کا بھی تجزیہ کرتے چلیں۔

یعنی اگر کوئی حکومت جمہوری طریقے سے تشکیل پا جائے تو جمہوری اقدار ختم نہیں ہو جاتیں' بلکہ جمہوریت نفاذ احکام کے بعد بھی باقی رہتی ہے مثلاً اگر کوئی حکومت جمہوری طریقے سے وجود میں آجائے تو کیا یہ کہہ کر کوئی ہمارے گھر میں گھس جائے گا کہ میں جمہوری طریقے سے آیا ہوں۔ اگر آپ جمہوری حکومت کے نمائندے ہیں تو کام بھی جمہوری اقدار کے مطابق کریں گے اور تمہارے نمائندوں نے جو قوانین بنائے ہیں' جو احکام واضح کئے ہیں انہیں بنیادوں پر تو کام ہو گا!

اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیوں صاحب مارشل لاء کے ذریعہ مارشل لاء کے ضوابط کا سہارا لینا۔ اس کے قوانین کو عبوری دستور میں شامل کرنا غیر ملکوں سے معاہدات کرنا اسمبلی کا اجلاس بلائے بغیر بجٹ پاس کرنا! کیا یہی آپ کا منشور تھا؟

میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں جو نعروں پر رقص کیا کرتے تھے کہ کیا اسی کا نام جمہوریت؟ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ نہ تشکیل حکومت کا طریقہ جمہوری ہے اور نہ حکومت

کے احکام کا نفاذ جمہوری طریقے پر کیا جارہا ہے !!

اب میں ایک دوسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بر سر اقتدار پارٹی کے مقابلے میں جو اسلام پسند جماعتیں ہاری ہیں اس کی بنیاد یہی تھی کہ میں نے آپ کے سامنے روٹی کپڑا اور مکان کا وعدہ نہیں کیا تھا' بلکہ مجھے یاد ہے کہ میں نے اپنی تقریروں میں یہ بات کہی تھی کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے آپ سے بڑی محبت ہے آپ نے فرمایا کہ :- فقر و فاقے کے لئے تیار ہو جاؤ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تجھے روٹی کپڑا اور مکان دوں گا لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ یہ چیزیں مہیا کرنا گناہ ہیں! بلکہ بڑی خدمت ہے' لیکن ہمیں تو یہ بات معلوم تھی اور دوستوں سے بھی کہتے تھے کہ ایک فقیر کسی سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا یہ کہہ رہا تھا کہ ---اے اللہ پیسہ دے' اس وقت کسی رحم دل آدمی نے یہ صدا سن کر اس کے ہاتھ میں پیسے اور مٹھائی وغیرہ دے دی- اس فقیر نے جب یہ دیکھا کہ بہت سارا سامان جمع ہو گیا ہے اور میں اللہ تعالے سے جو مانگتا ہوں وہ دیدیتا ہے تو اس نے کہنا شروع کر دیا اے اللہ گھوڑا دے- قریب میں ایک پولیس والا کھڑا تھا اور اس کی گھوڑی نے بچہ دیا تھا اور اس کو اٹھا کر لے جانے والا کوئی نہیں تھا- اس پولیس والے نے جب یہ سنا کہ ایک آدمی گھوڑے کی دعا مانگ رہا ہے تو اس نے بلا لیا اور کہا کہ ہماری گھوڑی نے بچہ دیا ہے اس کو تھانے تک پہنچا دو- وہ فقیر بیچارہ اٹھا کر لے چلا اور راستے میں کہنے لگا کہ اے اللہ پہلی دعا تو آپ صحیح سمجھے- لیکن دوسری صحیح نہیں سمجھے' کیوں میں نے تو گھوڑا ٹانگوں کے نیچے مانگا تھا آپ نے کاندھے پر دے دیا چنانچہ میں بھی یہی جانتا تھا کہ آپ کو جو کچھ ملنے والا ہے' وہ اپنی ٹانگوں کے نیچے ملنے والا نہیں ہے' بلکہ وہ کاندھوں پر ملنے والا ہے اور اس کے متعلق آج غریب مزدوروں اور کسانوں سے پوچھ لیجئے!

یہ بھی ایک مشہور واقعہ ہے کہ کوئی عورت ایک تانگے میں بیٹھی جارہی تھی تو اس نے تانگے والے سے کہا کہ میں تجھے اتنی رقم دے دوں گی میرا پانچ منٹ کا کام ہے وہ انجام دیدے اور وہ کام یہ ہے کہ سامنے جو عدالت ہے اس میں جاکر بس تو اتنا کہہ دے کہ میں نے اس عورت کو طلاق دے دی- اس طرح میرا مقدمہ ختم ہو جائے گا اور میں تجھے کچھ رقم زیادہ دے دوں گی

تانگے والے نے سوچا کہ اس میں میرا کیا حرج ہے اور فوراً جج کے سامنے جا کر کہدیا کہ میں نے اس عورت کو طلاق دے دی جج صاحب نے اس کو نوٹ کر لیا اور جب یہ تانگے والا جانے لگا تو عورت نے کہا کہ جج صاحب اس نے مجھے طلاق تو دے ہی دی ہے۔اب اس سے میرا مہر بھی تو دلوا دیجئے چنانچہ جج صاحب نے کہا کہ ارے میاں اس کا مہر تو ادا کر دو۔ یہ سن کر تانگے والا قسم کھا کر کہنے لگا کہ یہ تو میری بیوی ہی نہیں ہے ۔جج صاحب نے کہا کہ جب یہ تیری بیوی ہی نہیں تھی تو تو نے اس شاندار طریقے سے طلاق کیسے دے دی ؟ اس کے بعد جج صاحب نے پولیس کو حکم دیا کہ اس کا گھوڑا تانگہ بازار میں لے جا کر نیلام کر دو اور اس عورت کا مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ جائے وہ اس کو واپس کر دو۔ یہ سن کر بیچارہ تانگے والا کہنے لگا کہ ہائے میں لالچ میں مارا گیا اور تو کیا ملتا جو تھا وہ بھی چلا گیا یہ جو کچھ کہا جا رہا تھا کہ مزدوروں اور کسانوں کی معیشت درست ہو گی ان کی غربت دور ہو گی ان کی خوشحالی قائم کی جائے گی تو میرے دوستو! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ تمام بڑی بڑی انڈسٹریز نیشنلائز کر لی جائیں گی اور ان کو قومی تحویل میں لے لیا جائے گا۔ کیا اس آٹھ ماہ کے اندر کوئی ایسی انڈسٹری ہے جو قومی تحویل میں لے لی گئی ہو ؟

بلکہ جن انڈسٹریز کی مینجنگ ایجنسی منسوخ کی گئی ہے ' تو ایجنسی کے منسوخ کرنے کا نام نیشنلائز کرنا نہیں ہے' مزدوروں سے کہا جاتا تھا کہ یہ تمام فیکٹریاں تمہیں مل جائیں گی۔ یہ کوٹھیاں تمہاری ہوں گی۔اگر آپ میں کوئی مزدور ایسا ہو جس کو فیکٹری مل گئی ہو تو وہ اسٹیج پر آ کر یہ بتائے کہ مجھے ملی ہے 'بلکہ میں تو آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آٹھ ماہ قبل آٹے کے کیا دام تھے ؟اور اب کیا ہیں ؟ چینی کا بھاؤ کیا تھا اور اب کیا ہے ؟دودھ کا نرخ کیا تھا؟اور اب کیا ہے ؟گوشت کے دام کیا تھے اور اب کیا ہیں ؟میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ مزدور ہو یا کسان ہو سب نے اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ در حقیقت اگر ہمارے سر پر سوشلزم کا یہی پروگرام ہے تو ہمارے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔قہر الٰہی ہے آج میں دیکھتا ہوں کہ ہر غریب گرانی سے اکتا چکا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ مذہب ہمارا اسلام ہے یا نہیں تو ابھی ابھی ایک صاحب نے فرمایا ہے

کہ قادیانیوں کو اوپر لایا جا رہا ہے۔ اتنی بات تو میں بھی جانتا ہوں کہ یہ پارٹی قادیانیوں ہی کے ووٹوں سے جیتی ہے۔ اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مذہب ہمارا اسلام ہے کس حد تک کامیاب ہے اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ آپ حضرات جو آج سے آٹھ ماہ قبل فریب میں مبتلا تھے۔ آج اس فریب کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔ میں آپ سے یہ نہیں کہتا اور میں چاہتا بھی نہیں ہوں بلکہ انقلاب اسی طریقے سے آنا چاہئے اور میں یہ بات اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ بہت لوگ یہ بات اس وقت سننے کے لئے بھی تیار نہیں تھے اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بھارت یا کسی دوسرے ملک کے ساتھ جو معاہدات اس وقت کئے جا رہے ہیں جیسا کہ شملہ کا معاہدہ۔

میں تو آپ سے ایک بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر پاکستان کے کسی لیڈر نے کھلے دل سے یہ بات طے کر لی ہے کہ پاکستان کو باقی نہیں رکھنا ہے بلکہ پاکستان کو بھارت کے ساتھ ملا دینا ہے تو پھر یہ بات سازش کے تحت نہیں ہونی چاہئے بلکہ عوام کے سامنے برملا آپ کو یہ بات کہنی چاہئے پھر جائے اس کے مغربی پاکستان میں ایک صوبہ دوسرے صوبہ کو ختم کرے، قتل کرے۔ مسلمان مسلمان کو قتل کرے تو اس سے بہتر ہے کہ آپ انہیں سمجھائیں اور ہو سکتا ہے کہ لوگ آپ کو تسلیم کر لیں۔ لیکن یہ بات اچھی نہیں کہ ----اندر خانہ ایک بات طے کی جائے اور ظاہر میں کہا جائے کہ ہم جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ باقی رکھیں گے ہم نظریہ پاکستان کا تحفظ کریں گے۔

قوم کو اس طرح دھوکہ میں رکھنا درست نہیں :-

ہمارے صدر صاحب جب شملہ جا رہے تھے تو لاہور کے ہوائی اڈے پر انہوں نے کہا تھا کہ میں کوئی خفیہ بات نہیں کروں گا اور شاید وہ یہ یقین اس لئے بھی دلانا چاہتے تھے کہ جس سے مذاکرات کرتے ہیں وہ اتفاق سے ایک خاتون ہیں۔

لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ دو تین یوم تک مذاکرات ہوتے رہے اور کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر جب دونوں چند لمحات کے لئے مخفی طور پر بات کرنے کے لئے چلے گئے تو معلوم ہوا

کہ مذاکرات کامیاب ہوگئے - سوچنے کی بات یہ ہے کہ اندرا گاندھی کو وہ کونسی ادا بھا گئی کہ وہ فرماتی ہیں :-

بھٹو صاحب سے بہتر پاکستان کا کوئی لیڈر مذاکرات کے لئے موزوں نہیں

یہ بات میں نے اس لئے عرض کی کہ اس معاہدے کے دوران یہ بات آپ کے سامنے آ گئی کہ اندرا گاندھی اور سورن سنگھ نے یہ کہا کہ ۹۳ ہزار جنگی قیدیوں کا مسئلہ صرف ہمارا نہیں ہے 'بلکہ بنگلہ دیش والوں کے بغیر حل نہیں ہو سکتا- اس لئے ہتھیار دونوں مذاکرات سے قبل ہی یہ بات معلوم ہو جاتی تو شاید ہمارے صدر صاحب کو شملہ جانے کی تکلیف ہی گوارا نہ کرنی پڑتی مگر وہاں جا کر مذاکرات کے بعد اندرا گاندھی سے یہ بات کہی گئی کہ ہماری قوم بہت جذباتی ہے اور بنگلہ دیش تسلیم کرنے کے خلاف ہے لہذا اس سلسلہ میں آپ ہماری مدد کریں- ہم یہ کہیں کہ ہماری قوم ۹۳ ہزار قیدی فوج چاہتی ہے اور آپ یہ کہیں کہ پہلے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لو- مگر الحمدللہ ہماری فوج جو وہاں قید میں ہے 'اتنی بے غیرت نہیں کہ پاکستان کا سودا ۹۳ ہزار فوجیوں سے کر لیا جائے - اس لئے اب یہ بات سامنے آ گئی کہ بنگلہ دیش کے متعلق جب ہمارے صدر صاحب نے مشرق وسطی کا دورہ کیا تو لوگوں سے انہوں نے کہا کہ آپ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے متعلق تقریریں کریں-

میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر واقعی بنگلہ دیش تسلیم کرنا کوئی اچھی بات ہے تو آپ نے یہ کہہ کر پاکستان کو نقصان کیوں پہنچایا کہ جو ملک بنگلہ دیش کو تسلیم کرے گا اس سے ہم اپنے تعلقات منقطع کر لیں گے - اور صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے ممالک کے ساتھ آپ نے اپنے تعلقات منقطع بھی کر لئے اور برطانیہ سے آپ نے صاف لفظوں میں کہدیا کہ ہم صرف اس وجہ سے دولت مشترکہ میں شریک رہنا نہیں چاہتے کہ آپ نے بنگلہ دیش تسلیم کر لیا ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ کبھی روس کے اشارے پر کچھ ہوتا ہے اور کبھی اسرائیل کے اشارے پر کچھ ہوتا ہے میرے دوستو ! اگر بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا کوئی جرم تھا اور جس کی وجہ سے آپ نے دوسرے ملکوں سے تعلقات منقطع کر لئے تو پھر روس کے سفر کے بعد آپ نے یہ رائے کیسے قائم

کرلی کہ بنگلہ دیس کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

ہمارے مفتی عبدالحمید صاحب نے ایک بہت اچھی بات کہی کہ برسر اقتدار پارٹی کو اقتدار میں لانے والے کون ہیں ؟ پنجاب کے غیور نوجوان۔ اور انہوں نے اس ضمن میں واقعہ بھی بیان کیا کہ کوئی دیہاتی شہر کی کسی مسجد میں پہنچ گیا جہاں دیوار پر لاوڈ سپیکر نصب تھا اور اس میں سے آواز آرہی تھی۔ وہ گاؤں والا لاوڈ' سپیکر کو سمجھا نہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ کہنے لگا کہ شاید کوئی آدمی اوپر چڑھ گیا ہے اور اترنے کا راستہ نہیں ملتا اسی لئے چلا رہا ہے' پہلے تو اس نے مینار کے چاروں طرف چکر لگا کر دیکھا۔ لیکن اسے کہیں کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ پھر چلا کر اس نے کہا کہ بھائی میں نے تمام راستے دیکھ لئے ہیں۔ جس نے تجھے چڑھایا ہے وہی اتارے گا۔

اب یہ نوجوان پنجاب کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ محسوس کریں کہ آیا یہ انتخاب مغربی پاکستان کے لئے ہوا تھا یا مشرقی و مغربی پاکستان کا انتخاب تھا۔ میں بڑی صفائی کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کو انڈیا کے ساتھ اور بنگلہ دیش کے ساتھ اشتراک کرنا ہے تو پہلے آپ قوم کو اعتماد میں لے کر بتائیں کہ اس میں کونسا مفاد مضمر ہے اور اگر یہ نہیں تو پھر جو کچھ اندر اندر ہو رہا ہے قوم اس سے بہت پریشان ہے اور آج وطنی و لسانی عصبیتوں کا شکار ہے۔ اور اس سے مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں مغربی پاکستان میں بھی وہ خوں ریزی نہ کریں جو تاریخ میں ایک بدنماء داغ بن کر رہ جائے اور تمام دنیا یہ کہنے لگے کہ یہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔ اگر آپ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا چاہتے ہیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ بنگلہ دیش کے رہنے والے بنگالیوں نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا اور آج بھی سہلٹ میں متحدہ پاکستان کی حمایت میں جلوس نکل رہے ہیں اور آج بھی لندن کے اندر لاکھوں بنگالی مظاہرہ کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بنگلہ دیش لسانی تحریک کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے اور جب یہ بنگلہ زبان کا مسئلہ اٹھا تھا' اور نورالامین صاحب مسلم لیگ میں تھے تو انہوں نے خواجہ ناظم الدین سے یہ بات کہی تھی کہ آج یہ پہلا دن ہے اور آپ اچھ طرح سوچ لیں کہ یہ مسئلہ زبان کا نہیں بلکہ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے کا ہے۔ چنانچہ آج یہی ہوا کہ لسانی بنیاد پر اس کا نام بنگلہ دیش رکھ دیا گیا ہے اس سے صاف

پتہ چلتا ہے کہ تحریک محض زبان کی بنیاد پر چلائی گئی ہے اور پاکستان کا قیام اسلامی قومیت کی بنیاد پر وجود میں آیا ہے، وطنی اور لسانی اور رنگ و نسل کی بنیاد پر نہیں! لہٰذا اگر بنگلہ دیش کو تسلیم کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے اندرا گاندھی کو خوش کرنے کے لئے یہ اعلان کر دیا کہ ہم نے پاکستان کی اسلامی قومیت کو ختم کر کے لسانی قومیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس لئے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا پاکستان کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ابھی رائے عامہ کے دباؤ کی وجہ سے یہ مسئلہ ملتوی کر دیا گیا ہے لیکن اس کا امکان ہے کہ پھر بعد میں اس کو تسلیم کر لیا جائے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا ہے اس میں شیخ مجیب کو اکثریت حاصل نہیں ہوئی، بلکہ ان فوجی غداروں نے جو مرکزی حکومت سنبھالے ہوئے تھے ان کی غداری کی وجہ سے شیخ مجیب کو کامیاب کر والیا گیا۔

میں نے حمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے بیانات دیئے ہیں اور قوم کو حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کے شائع ہونے کا شدید انتظار ہے تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ مشرقی پاکستان بنگالیوں کی خواہش سے علیحدہ ہوا ہے یا کسی غداری کے تحت علیحدہ کیا گیا ہے ایسی صورت میں پاکستان کو توڑنے کی جو کوشش کی گئی ہے تو اس وقت تک آپ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے جب تک حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ شائع ہو کر سامنے نہ آجائے اگر آج حکومت یہ کہتی ہے کہ اگر مصلحت کے خلاف نہ ہوا تو اس رپورٹ کو شائع کر دیا جائے گا تو آپ نے اخبارات میں یہ بھی دیکھا ہوگا کہ حمود الرحمٰن نے جس وقت یہ رپورٹ پیش کی تھی اس وقت انہوں نے یہ بیان دیا تھا کہ میں نے ایک رپورٹ اور ایک رپورٹ کا خلاصہ دو چیزیں پیش کی ہیں اور میں نے وہ حصہ علیحدہ کر دیا ہے جس کی اشاعت مصلحت کے خلاف نہیں ہے۔ جب عدالت عالیہ اور کمیشن کا جج یہ رائے قائم کرتا ہے کہ ایک حصہ کی اشاعت مصلحت کے خلاف نہیں ہے! تو پھر کونسی مصلحتیں ہیں جن کی خاطر حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کو چھپایا جا رہا ہے۔

اب آپ حضرات کا فرض ہے کہ اپنی سعی جاری رکھتے ہوئے زیادہ مستعدی سے

سامنے آکر ایسی سیاست میں حصہ لیں جو پاکستان کو اس کی صحیح بنیاد پر قائم کر سکے اور اس کے لئے نظام اسلام پارٹی ہی وہ واحد جماعت ہے جو اس فرض کو انجام دے سکتی ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

سوشلزم کے خلاف متفقہ فتویٰ

حضرت مولانا تھانویؒ کا ولولہ انگیز بیان

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا لله وحده لاشريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا ونبينا محمد اعبده و رسوله صلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

ابھی حال میں ملک کے مقتدر اور ہر مکتب فکر کے ایک سو تیرہ علماء کے دستخط سے ایک فتوی اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں سوشلزم اور بعض دوسرے لادینی نظریات کو کفر اور اس کی حمایت کو حرام قرار دیا گیا ہے - اور ملک کی جو جماعتیں اور افراد جتنا جتنا اسلام سے دور اور لادینی ازموں سے قریب تھے اتنا ہی وہ فتوے کی زد سے متاثر و مجروح ہوئے ہیں اور اسلام کے نام سے تعمیر ہونے والے بعض لادینی قلعے تو بالکل ہی مسمار ہو گئے رد عمل اور ری ایکشن کے عنوان سے فتوے کے خلاف جو شور غوغا بپا ہے وہ دراصل انہیں حلقوں کے واویلا اور ماتم کی آوازیں ہیں جو فتوی کی ضرب کاری سے نیم بسمل ہیں - کسی نے سراسیمگی میں فتوے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے لئے ریگولیشن نمبر ۶۰ کی دھائی دی کسی نے گھبرا کر ایوان صدر کو کھٹکھٹایا' کسی نے بدحواسی میں اسے عالم اسلام کے خلاف صیہونی سازش قرار دیا' کسی نے کھسیا کر امریکی سامراج اور سرمایہ داروں کی ایجنٹی کی مخصوص اشتراکی گالی دی --- بعض نے میرے اور دیگر علماء کے دستخط و ترمیم کے نہ شائع ہونے کا سہارا لے کر فتوے کو مشکوک اور مشتبہ بنانے کا پروپیگنڈہ کیا اور سب سے زیادہ افسوسناک یہ کہ بعض اشتراکیت کے فریب خوردہ مولوی صاحبان نے فتوی دینے والے ان اکابر علماء کو نااہل و غیر مستند قرار دینے کی شرمناک کوشش کی جو ان کی پیدائش سے بھی بہت پہلے سے افتاء کے فرائض انجام دے رہے ہیں - جن کے لاکھوں فتووں پر فقیہ اسلام مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی شیخ الہند مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ العرب والعجم مولانا' سید انور شاہ صاحب کشمیری حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی جیسے آئمہ وقت اپنے اپنے دستخطوں سے توثیق و تصدیق کی مہریں ثبت کر چکے ہیں - جن کے فتاوے آج بھی ہند و پاک میں حنفی اور دیوبندی مسلک کا قیمتی

سرمایہ متصور ہوتے ہیں اور جو ہر مکتب فکر کے اکتیس علماء کے اجماع میں مرتب ہونے والے اسلامی دستور کے ۲۲ نکات کے بانی بھی ہیں-

فتوے کی چوٹ سے بلبلا اٹھنے والے ان حلقوں میں سے نہ کسی حلقے کی دھمکیوں کا ہم پر کوئی اثر ہے اور نہ ہم کسی حلقے کی یاوہ گوئی کا جواب دینا پسند کرتے ہیں کیونکہ جابر و قاہر مسلمان بادشاہوں کے عہد استبداد میں ' فرنگیوں کے جابرانہ دور اقتدار میں اور سکندر و ایوب کی فوجی آمریت میں جو علماء آواز حق بلند کرنے سے کبھی نہیں جھجکے وہ چند غیر ملکی نظریات کا پرچار کرنے والے بے ضمیر افراد کی دھمکیوں سے لیے مرعوب ہو سکتے ہیں - البتہ بعض ایسی غلط فہمیوں کا ازالہ ہمارے فرائض میں داخل ہے جو مختلف عنوان اور مختلف انداز سے فتوے کی افادیت کو ختم کرنے کے لئے سادہ لوح اور مخلص مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کی گئی ہے، مثلاً یہ کہ

۱- ملکی سیاسیات اور ملکی الیکشن میں فتوے بازی کی ضرورت نہیں ہے-

۲- فتوے کی رو سے سارے عالم اسلام اور پاکستان کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت خارج از اسلام اور کافر قرار پاتی ہے-

۳- تکفیر کے فتوے دینا اور مسلمانوں کو کافر بنانا ہمیشہ سے علماء کا شیوہ رہا ہے-

۴- کلمہ گو انسانوں کی یا قرآن و سنت اور اسلام کا اقرار کرنے والوں کی تکفیر کیسے کی جا سکتی ہے-

۵- بعض علماء کی ترمیم اور دستخط نہ چھاپنے سے علماء کے مابین اختلافات کا شبہ پیدا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ-

مذکورہ بالا تمام غلط فہمیوں کی اصل بنا اس پر ہے - اس زمانے میں عام مسلمان بالعموم اور تعلیم یافتہ حضرات بالخصوص فتوے کے مفہوم اور اس کی حقیقت سے ناآشنا ہیں - فتوی کے لغوی معنی ہیں جواب---- قانون شریعت کی اصطلاح میں فتوی ماہرین شریعت کے اس قول فیصل اور جواب کو کہتے ہیں جو حالات و واقعات کے بارے میں شرعی حکم دریافت کرنے پر قرآن و سنت کی روشنی میں دیا جاتا ہے خواہ وہ حالات شخصی اور نجی ہوں اور خواہ وہ ملکی و ملی ہوں - مسئلہ واضح اور صاف ہو تو ایک عالم کے دستخط سے اطمینان ہو جاتا ہے اور اگر نتائج کے اعتبار سے مسئلہ اہم اور عمومی ہو تو

مختلف مکاتیب فکر کے متعدد علماء کی توثیق سے اس کو اجتماعی قدم اس فتوے کی روشنی میں بلا اختلاف اور بلاتردد اٹھایا جا سکے تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ زندگی کے ہر دور میں جب کبھی بھی ملک وملت پر کٹھن وقت آیا ہے یا کسی مسئلہ میں عام ذہنی انتشار پیدا ہوا تو علماء نے اجتماعی فتوے کے ذریعے قرآن وسنت کی رائے پیش کر کے مسلمانوں کی بروقت رہنمائی کی اور بسا اوقات اس کی پاداش میں علماء کو قید وبند اور دار ورسن کی سخت منزلوں سے بھی گذرنا پڑا۔ فرنگی اقتدار کے خلاف جنگ آزادی کے موقع پر ۱۸۵۷ء میں 'ترک موالات کی تحریک کے متعلق ۱۹۲۰ء میں ' تحریک پاکستان کی حمایت کے لئے مسلم لیگ میں شمولیت اور کانگریس کے ساتھ بائیکاٹ کے متعلق ۱۹۴۶ء میں نام نہاد ہندو مسلم اتحاد کے لئے گاؤکشی بند کرنے کی مخالفت میں کشمیر میں پاک بھارت جنگ کو مقدس جہاد قرار دینے کے متعلق ۱۹۴۷ء میں اور پاک بھارت جنگ کو اسلامی جہاد قرار دینے کے متعلق ۱۹۶۵ء میں ہر مکتب فکر کے علماء نے اس اجتماعی شان سے قرآن و سنت کی روشنی میں شرعی فتاوے جاری کئے تاکہ مسلمان جانی ومالی نقصان کو نقصان نہ سمجھیں بلکہ شہادت وقربانی کے جذبے کے ساتھ جہاد میں بیدریغ حصہ لیں۔ پس فتوی دینا کھیل اور بازی نہیں ہے بلکہ علماء کی اہم ذمہ داری اور ملک وملت کی بیش بہا خدمت ہے اور بعض سیاسی نابالغ لیڈروں کا یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کہ فتوے کا اثر افغانستان کے امان اللہ خان کے زمانے تک تھا کیونکہ آج بھی فتوے کی تاثیر ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن جس کو مذہب اسلام کی صورت مسخ کرنے کے سلسلے میں فوجی آمریت کی سرپرستی حاصل تھی بالاخر اسے پاکستان چھوڑنا پڑا اور جنھوں نے سوشلزم یا اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا تھا وہ آج بھی فتوے کی بدولت عام مسلمانوں کی حمایت سے محروم ہو کر یوسف بے کارواں بن چکے ہیں۔

۱۔ فتوے کی مذکورہ بالا شرعی حیثیت اور شاندار تاریخی پس منظر کی روشنی میں یہ اعتراض بھی انتہائی طفلانہ ہو کر رہ جاتا ہے کہ ملکی سیاسیات اور ملکی الیکشن میں فتوے بازی کی ضرورت نہیں ہے کیا ۱۸۵۷ء میں فرنگی کے اقتدار کے خلاف جہاد سے متعلق ' ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات سے متعلق اور ۱۹۴۶ء میں تحریک پاکستان کی حمایت کے متعلق علماء کے اجتماعی فتاوے سیاسیات

اور الیکشن کے لئے نہیں تھے ؟ اور کیا ۱۹۶۵ء کی جنگ کے موقع پر اسلامی جہاد کا فتوی ملکی معاملات سے وابستہ نہیں تھا؟ اور کیا یہ فتاوے غیر ضروری اور بے وقت تھے ؟ بلکہ فتوے کا اصل وقت ہی وہ ہوتا ہے جب ملکی و قومی حالات کے بارے میں عام مسلمان قرآن و سنت کی رائے اور منشاء الہی کے متلاشی ہوں اور عملی اقدام کرنا چاہیں اگر ۱۸۵۷ء '۱۹۲۰ء اور ۱۹۴۶ء میں علماء کا اجتماعی فتویٰ نہ ہوتا تو نہ فرنگیوں کے مقابلے میں مسلمان سر دھڑ کی بازی لگاتے اور نہ ہندو سے کشت و خون کر کے پاکستان بنا سکتے پھر یہ بھی بہت بڑا مغالطہ ہے کہ پاکستان کے موجودہ حالات صرف سیاسی ہیں اور الیکشن محض الیکشن ہے - کیونکہ پاکستان جو اسلامی قومیت کی بنیاد پر صرف اقامت دین کی خاطر وجود میں آیا ہے - شریعت مطہرہ کی نظر میں خود بھی دارالاسلام ہے اور عالم اسلام کی حفاظت کے لئے آہنی حصار بھی یہ اور بات ہے کہ اس مقدس ملک پر قابض حکمرانوں اور اسلام دشمن سرکاری ملازموں نے اپنی سازشوں سے اب تک اسلامی نظام قائم نہیں ہونے دیا مگر بے دین حکمرانوں کے وجود سے ملک کی اسلامی حیثیت بالکل اسی طرح متاثر نہیں ہوتی جس طرح فاسق و فاجر اور بے دین امام و موذن سے مسجد کی حیثیت و حرمت متاثر نہیں ہوتی - لہذا وطنی ولسانی قومیتوں پر مبنی تحریک (نیشنلزم) یا سود و استحصال پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کی تحریک (کیپٹلزم) یا انفرادی ملکیت کے خلاف اجتماعی ملکیت کے اشتراکی تحریک (سوشلزم) یا اسی جیسی لادینی تحریکیں اگر دارالاسلام میں اٹھائی جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ اور انجام اس بنیاد کو مسلمان کرنا ہے ' جس نے ملک کو دارالاسلام کی حیثیت بخشی ہے اور اسلامی نظام کی جگہ ایسے لادینی نظام کو قبول کرنا ہے جو دین اسلام کی ضد اور اسلام کا مدمقابل ہے کیونکہ دنیا کے تمام مذاہب وادیان میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کا ہر شعبہ حیات کی طرح اپنا مستقل معاشی و اقتصادی نظام بھی ہے دنیا کے کسی حکیم اور مفکر کا معاشی نظام اختیار کرنے کے معنی ہیں اسلام کے معاشی نظام کو چھوڑ دینے یا اس کی بہتری و بالاتری سے انکار کر دینے کے مترادف ہے جس کے کفر ہونے کے لئے افتومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض والی آیت قرآنی کافی ہے - ان حالات میں پاکستان کے موجودہ سیاسی احوال کو صرف سیاسی کہنا یا الیکشن کو محض ایسا الیکشن قرار دینا

جس میں فقط پارٹیوں کی یا اقتدار کے ہاتھوں کی تبدیلی ہوتی ہے کسی طرح صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ دو متضاد نظاموں کا الیکشن ہے جو پاکستان کو باقی رکھنے اور توڑ دینے کے لئے ایسا ہی فیصلہ کن ہوگا جس طرح ۱۹۴۶ء کا الیکشن پاکستان بنانے اور نہ بنانے کیلئے فیصلہ کن تھا اس سیاست اور الیکشن میں ایک جہت کے ساتھ تعاون در حقیقت دار الاسلام کو ختم کرنے کی سازش اور کفر کے ساتھ تعاون ہے اور دوسری جہت کے ساتھ امداد و تعاون دار الاسلام کی بقاء اور قرآن و سنت کے ساتھ تعاون ہے۔ اگر اس نازک اور مشکل موڑ پر اکابر علماء امت اجتماعی فتوے کے ذریعے سے امت کی رہبری نہ کرتے تو علماء کی غفلت اور بے حسی کی وہ بدترین مثال قائم ہوتی جس کو آنے والی نسلیں اور تاریخ کبھی معاف نہ کرتی۔

۲۔ پھر فتوے کے خلاف یہ تاثر پیدا کرنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس کی رو سے سارا عالم اسلام اور پاکستان کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت کافر قرار پاتی ہے۔ اول تو اس لئے کہ دنیا میں کسی قانونی حکم اور فتوے کی صحت و عدم صحت کو پرکھنے کے لئے اس امر کو معیار نہیں بنایا جاتا کہ اس کی زد سے زیادہ افراد متاثر ہوتے ہیں یا کم۔ قریب کے متاثر ہوتے ہیں یا دور کے فتویٰ منشاء الٰہی کا اظہار اور قرآن و سنت کی ترجمانی کا نام ہے۔ ایوب خان کی آمریت کا آرڈیننس نہیں ہے جس کی زد میں آنے والے افراد پہلے سے مشخص اور معین ہوا کرتے تھے کیا جھوٹ اور غیبت کو فسق و فجور کی فہرست سے یا رشوت کو جرائم کی فہرست سے اس لئے خارج کر دیا جائے گا کہ اس کی زد میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت آتی ہے۔ کیا سوچنے کا یہ انداز برطانیہ کی اس پارلیمنٹ کے انداز کی طرح نہیں ہے جس نے لوطی قوم کے جرم کو جرائم کی فہرست سے اس لئے خارج کر دیا کہ اس کی زد سے قوم کی بھاری اکثریت متاثر ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ فتوے کی زد سے مسلمانوں کی اکثریت متاثر ہونے کا مغالطہ بھی غیر واقعی اور بے اصل ہے، کیونکہ فتوے کی بنیاد اصول و احکام پر ہوتی ہے افراد و اشخاص پر نہیں ہوتی البتہ تکفیر کے جو اسباب و وجوہ فتوے میں درج ہوتے ہیں وہ جن جن افراد میں پائے جاتے ہیں وہ فتوے کے مصداق قرار پاتے ہیں عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو یا پاکستان کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت کو محض فتوے کا مصداق

ٹھہرانے کے لئے ان کے متعلق یہ خیال قائم کرنا کہ وہ قرآن و سنت کی ابدی حجیت کے منکر یا وجود باری اور آخرت کے منکر ہیں یا اسلام کے معاشی نظام کے بجائے سوشلزم کے لادینی معاشی نظام کو برحق سمجھتے ہیں یا اسلام کو معاشی نظام سے خالی تصور کرتے ہیں یا انفرادی ملکیت کے منکر ہیں حقیقت کے خلاف اور جھوٹا بہتان ہے، عالم اسلام تو بڑی چیز ہے، چین اور روس کے مسلمانوں میں بھی بڑی اکثریت اشتراکی ملکوں میں رہنے کے باوجود آج بھی وجود باری قرآن و حدیث کی ابدی حجیت اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اور سوشلزم کی حقانیت کا عقیدہ نہیں رکھتی۔ یہ حال عالم اسلام کے مسلمانوں کا ہے کہ وہ ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کے سوا کسی ازم پر عقیدہ نہیں رکھتے مگر سوشلزم کے چنگیزی نظام کی یہ نرالی خصوصیت ہے کہ وہ معمولی اقلیت کی صورت میں بھی دھونس اور دھاندلی سے اس بھاری اکثریت کو مجبور کر کے رکھتی ہے جو عقیدہ سوشلزم کے خلاف ہے۔ پاکستان میں بھی چند گنے چنے کمیونسٹ اور سوشلسٹ کے علاوہ بہت بھاری اکثریت ضروریات دین پر صحیح عقیدہ رکھتی ہے اور سوشلزم کے ایسے ہی خلاف ہے جس طرح کیپٹلزم اور دوسرے لادینی نظاموں کے خلاف ہے جس طرح کیپٹلزم اور دوسرے لادینی نظاموں کے خلاف ہے اور عقیدہ تمام لادینی ازموں کو کفر سمجھتی ہے البتہ کچھ سادہ لوح مسلمان اب تک اس غلط فہمی میں ہیں کہ سوشلزم صرف ایک معاشی نظام ہے جو نہ اسلام کے خلاف اور نہ اسلام سے متصادم سطور بالا سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایسا سمجھنا بھی صریح گمراہی ہے جو کسی وقت بھی کفر کا ذریعہ بن سکتی ہے غرضیکہ کفر کے فتوے کی بنیاد قرآن و سنت کی ابدی حجیت سے انکار اور خدا و آخرت اور انفرادی ملکیت سے انکار جیسے مسلمہ اصولوں پر ہے جن سے صرف سوشلسٹ اور کمیونسٹ ہی متاثر ہوتے ہیں۔ نہ عالم اسلام متاثر ہوتا ہے اور نہ پاکستان کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت متاثر ہوتی ہے۔

۳۔ تکفیر کے فتوے سے متعلق علماء کرام اور مفتیان عظام پر یہ الزام بھی بے اصل ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف تکفیر کے فتوے دینا اور مسلمانوں کو کافر بنانا ہمیشہ سے ان کا شیوہ رہا ہے۔ کیونکہ تکفیر کے فتوے کا اصل مقصد اسلام اور کفر کی سرحدوں کی نشاندہی کرنا ہے تاکہ کافر و

مومن کا اصولی امتیاز ظاہر ہو سکے اور اس کی روشنی میں کافر پر کفر کے احکام جاری کئے جا سکیں اور مومن پر اسلام کے کفر واسلام کا اختیار کرنا اور کافر و مومن کی حدود میں داخل ہونا عامۃ الناس کا اپنا عمل ہے اور فتوے کے ذریعے اس حقیقت کا اظہار واعلان علماء کا کام ہے، علماء امت مومن کو کافر نہیں بناتے بلکہ کافر کو کافر بتاتے ہیں اور مومن کو مومن ۔ اور حدود کفر میں داخل ہونے والے مسلمان کے متعلق اسلام سے خارج ہونے کا اعلان بھی کسی شوق اور دلچسپی سے نہیں کیا جاتا بلکہ جس قدر مجبوری کے ساتھ انسان اپنے جسم کے ناسور والے اعضاء کو سرجن کے ذریعے کٹوا دیتا ہے یا جس دلسوزی ورنج کے ساتھ ایک بھائی اپنے حقیقی بھائی کی میت کو دفن کر دیتا ہے اس سے بدرجہا زیادہ مجبوری اور دلسوزی کے ساتھ کفر اختیار کرنے والے کے بارے میں اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس ناخوشگوار فریضہ کے ادا کرنے میں اگر علماء کوتاہی کریں یا غفلت برتیں تو ملت و قوم کا پورا جسم ہی کفر کے ناسور سے متاثر ہو سکتا ہے۔

۴۔ علی ہذا یہ خیال بھی جہالت اور ناواقفیت پر مبنی ہے کہ ہر کلمہ گو انسان مسلمان ہے اور کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کی جا سکتی کیونکہ کلمہ اسلام کے باوجود ختم نبوت کا قائل نہ ہونا یا کلمہ گو کے باوجود قرآن کریم کو رسول اللہ کی تصنیف سمجھنا کلمہ گو کے باوجود قرآن و حدیث کی ابدی حجیت اور وجود باری و یوم آخرت سے انکار کرنا یا کلمہ گوئی کے باوجود دین اسلام کو معاشی نظام سے خالی سمجھنا یا سوشلزم و کیپٹلزم جیسے لادینی نظاموں کو برحق سمجھنا یا ان نظاموں کو اسلام کے نظام سے بالاتر سمجھنا تمام صورتیں قطعی طور پر صریح کفر میں داخل ہیں اور کلمہ گوئی کے باوجود ان تمام صورتوں میں تکفیر لازمی اور ضروری ہے اور شائع شدہ فتوے میں بھی تکفیر کی بنیاد ان ہی وجوہ اور صورتوں کو قرار دیا گیا ہے باقی رہی وہ جماعتیں اور افراد جو اپنی فریب خوردگی کی بناء پر یا بربناء اخلاص مذکورہ بالا گروہوں اور افراد کی حمایت کر رہے ہیں، اگرچہ ان کی تکفیر نہ کی جا سکتی ہو مگر ہلکی سے ہلکی اور محتاط سے محتاط تعبیر میں وہ بھٹکے ہوئے راہی یا خشت حرم سے دیر کی تعمیر کرنے والے معمار کہلانے کے مستحق ضرور ہیں۔

۵۔ باقی رہی یہ بات کہ فتوی میں احقر کی ترمیم اور دستخط یا بعض دوسرے مشاہیر علماء کی تصدیق

کے بغیر فتوی صادر کیا گیا- سو اس میں نہ فتوی دینے والے علماء کا قصور ہے اور نہ فتوی کی حیثیت اس سے مجروح ہوتی ہے- بلکہ مستفتی اور فتوی چھاپنے والوں کی کوتاہی اور غلطی ہے کہ انہوں نے فتوے کی اشاعت میں میری ترمیم اور دستخط دونوں کو نظر انداز کر دیا- حالانکہ اس ترمیم کا مقصد اصل فتوے سے اختلاف نہ تھا بلکہ فتوے میں خلاف اسلام کام کرنے والی جماعتوں کی پوری تفصیل اور تین نمبروں میں ان کی درجہ بندی کی گئی تھی، مگر اسلامی نصب العین والی جماعتوں کا ذکر مجمل طریقے سے صرف ایک نمبر میں کیا گیا تھا- میں نے نمبر ایک میں درج شدہ جماعتوں میں قدرے تفصیل اور درجہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ ان میں بعض جماعتیں ایسی بھی ہیں جن کا نصب العین اور طریقہ کار بھی قرآن و سنت کے مطابق ہے اور اس کی قیادو سرپرستی متدین اور سلفی علماء کے ہاتھ میں ہے اور حمایت تعاون کے بارے میں ثواب کے اعتبار سے اس کو فضلیت اور برتری حاصل ہے فتوی کی مستقل اشاعت میں اس ترمیم کے ساتھ میرے اور دوسرے علماء کے دستخطوں کو شائع کیا جا رہا ہے پیدا شدہ غلط فہمیوں کے ازالہ کے بعد عام مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ اس اجتماعی فتوے کی روشنی میں تمام لادینی ازموں، ان کے گروہوں اور حامیوں سے کلی طور پر اجتناب کریں اور اسلام کی عزت و سربلندی کے لئے علماء اور ان کے فتوے کے ساتھ تعاون کریں-

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

مولانا احتشام الحق کی ربانیات

ڈالی کہیں تحفہ کہیں نذرانہ ہے   صاحب سے کہیں جنٹ سے یارانہ ہے
دنیا کے طلبگاروں کی حالت مت پوچھ   ہر ایک یہاں نام کا دیوانہ ہے

مفتی اعظم کی رحلت پر
تعزیتی خطاب

مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر ٦ اکتوبر ١٩٧٦ء کو مولانا تھانوی مرحوم نے حضرت مفتی اعظمؒ کی تدفین سے قبل دارالعلوم کراچی میں لاکھوں کے اجتماع سے ایک مختصر تعزیتی خطاب فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے

امابعد !بزرگان محترم وبرادران عزیز!

آج ایک ایسی ہستی کا انتقال ہوا ہے جو حضرت حکیم الامت ؒ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی یادگار تھی حضرت مفتی صاحب صرف عوام ہی کے رہنماء نہیں تھے بلکہ علماء کیلئے بھی رہنماء کی حیثیت رکھتے تھے ' اپنے مسائل اور معاملوں کے بارے میں محض عوام ہی ان سے رجوع نہیں کیا کرتے تھے بلکہ علماء کرام بھی اپنی مشکلات اور مسائل ان کی خدمت میں پیش کر کے رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے وفات پا جانے سے تمام علماء کرام یتیم ہو گئے ہیں، علمی حلقوں کا زبردست نقصان ہوا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے مجھے ایک واقعہ یاد آیا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے جامع مسجد دہلی میں تقریر کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا تھا کہ ' آپ حضرات کاہے کو روتے ہیں آپ کو مسئلہ بتانے والے ہم جیسے موجود ہیں ' رونا تو ہمیں چاہیئے کہ جب ہمیں ضرورت ہوتی تھی تو ہم ان سے پوچھا کرتے تھے ' اب ہم کس سے پوچھیں گے ' تو یہی بات میں عرض کئے دیتا ہوں کہ رونا تو ہمیں ہے کہ ہم اپنے اشکالات کس کے سامنے پیش کریں گے ' بہت سے اہل اللہ اور علماء جن کی دینی علمی قومی اور اسلامی خدمات ہیں وہ ہم سے اب جدا ہو گئے ہیں ' پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کے بعد جن بزرگوں کی طرف نظریں اٹھتی تھیں وہ سب یکے بعد دیگرے ہم سے جدا ہو چکے ہیں ' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب ' حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ یہ سب وہ بزرگ تھے جن کا علم و عمل اور تقوی اور طہارت مسلم تھا حضرت مفتی صاحب آخری بزرگ تھے وہ بھی چل بسے -

آج پوری قوم اپنے آپ کو یتیم سمجھتی ہے -

میرے دوستو! بے شک آج حضرت مفتی صاحب ہم سے بظاہر جدا ہو چکے ہیں مگر یہ جدائی دائمی جدائی نہیں ہے آخر ایک نہ ایک وقت آئیگا کہ جس میں ہماری ملاقات ان سے ضرور ہو گی جب ہم

یہاں سے وہاں جائیں گے تو ملاقات ہو ہی جائے گی حضور اقدس صلی اللہ علیہ سلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بے قرار ہیں بے چین ہیں کس طرح صبر نہیں آرہا ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا 'خدا کی قسم ایک بدو نے جب نصیحت کی تو مجھے صبر آگیا!

آپ دیکھئے کہ وہ کیسی اعلیٰ نصیحت تھی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بدو نے کہا

اصبر نكن بك صابرين فانما صبر الرعية بعد صبر الراس

اے صاجزادے آپ ہمارے سردار ہیں ہم آپ کے ماتحت ہیں آپ صبر کریں گے تو ہم بھی صبر کریں گے' آپ حاکم ہیں حاکم صبر کرے گا تو رعایا بھی صبر کرے گی مگر صبر کس بات پر کریں فرمایا

خير من العباس اجرك بعده والله خير منك للعباس

میں نے جو بات کہی ہے بلاوجہ نہیں ہے کیونکہ جو واقعہ آپ کے گھر پیش آیا ہے اس سے تو حضرت عباسؓ بہتر حالت میں چلے گئے ہیں اور آپ بھی پہلے سے بہتر حالت میں آگئے' دونوں کو کچھ نہ کچھ ملا ہے وہ آپ کے والد تھے جو آپ کے حق میں بڑی دولت تھے وہ آپ سے چھن گئے مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کی جدائی پر آپ نے جو صبر کیا ہے اس صبر کے بدلے وہ دولت آپ کو اللہ نے عطاء کی ہے جو حضرت عباسؓ کے وجود سے بھی زیادہ ہے اور حضرت عباسؓ وہاں چلے گئے تو وہ یہاں سے کچھ بہتر ہو گئے کیونکہ انہیں تمہارے مکان سے بہتر مکان ملا ہو گا غدا سے بہتر وہاں ان کو غذا اعلیٰ ہو گی وہ بھی بہتر حالت میں چلے گئے اور تم بھی بہتر حالت میں آگئے' اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ آپ صبر کیجئے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں 'خدا کی قسم اس بدو نے ایسے سادے طریقے پر مجھے تسلی دی کہ میرے دل کو صبر آگیا تو عرض یہ ہے کہ صدمہ تو عظیم ہے ہی مگر اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی تو نہیں ہے اب تو ہر حال میں صبر ہی کرنا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات سے ملت اسلامیہ کو جو عظیم نقصان ہوا ہے اس کی تلافی تو نہیں ہو سکتی لیکن ان کا یہ دار العلوم جو ان کی یادگار ہے' یہ عظیم الشان مسجد ان کی یادگار ہے' ان کی

تصانیف صدقہ جاریہ ہیں خصوصاان کی تفسیر معارف القرآن دور حاضر کا سب سے بڑا علمی شاہکار ہے اور عظیم تفسیری کارنامہ ہے انہوں نے تحریک پاکستان میں جو شاندار اور نمایاں خدمات انجام دیں انہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کرے گی پھر انہوں نے آخر عمر تک مسلسل دوسری دینی خدمات انجام دیں اور پیرانہ سالی میں بھی رہنمائی کا فریضہ بڑی ہمت کے ساتھ انجام دیتے رہے یہ سب دین وملت کی عظیم خدمات جو انہوں نے انجام دی ہیں حق تعالیٰ ان کا اجر عطاء فرمائیں گے انہوں نے اپنی زندگی سے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہیں اور فرائض انجام دیتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے علمی کارناموں سے استفادہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشیں اللہ تعالیٰ صاحبزادوں کو صبر جمیل عطاء فرمائیں کہ آئندہ ان کے کاموں کو چلائیں اور جاری رکھیں اور یہ دارالعلوم جو ان کی عظیم یادگار ہے ہمیشہ قائم ودائم رہے آمین

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی تقریروں سے دو اقتباسات

دنیا میں حق وباطل کا ٹکراؤ اور خیر وشر کا تصادم اتنا ہی قدیم اور پرانا ہے جتنا کہ خود حق کا وجود قدیم ہے، یہی تصادم کبھی ہابیل و قابیل کی لڑائی کی نسبت میں ظاہر ہوا اور کبھی ابراہیم خلیل اللہ اور نمرود کے مقابلہ کی شکل میں نمودار ہوا، حق وباطل کے اس ٹکراؤ نے کبھی موسیٰ کلیم اللہ اور فرعون کے درمیان تصادم کا عنوان اختیار کیا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خیر وشر اور حق وباطل کی اسی آویزش کا نام جہاد پڑا حق وباطل کے تصادم اور خیر وشر کے ٹکراؤ کی طویل تاریخ سے یہ سبق ملتا ہے کہ حق وصداقت ایک مثبت حقیقت ہے جس کی فطرت میں مخالفت نام کو نہیں اور باطل جو ایک منفی حقیقت ہے اس کے خمیر میں دشمنی اور مزاحمت کے سوا کچھ بھی نہیں اس کی وجہ سے دنیا میں حق وصداقت کو ہمیشہ مزاحمتوں سے سابقہ رہتا ہے بلکہ حق کی پہچان یہی ہے کہ وہ باطل کی مزاحمت میں گھرا رہے اور اسی گھراؤ اور حق میں قوت و جان پیدا ہوتی ہے یہاں سے حق کے غلبہ کی قوتیں ابھرتی ہیں۔

جن بزرگوں کے سائے میں ہماری پرورش ہوئی ہے انہوں نے خلق کی خوشنودی سے زیادہ حقائق کی خوشنودی پر زور دیا ہے، صفائی طلب کرنے والوں کو معلوم نہیں کچھ حجاب آتا ہے یا نہیں مگر صفائی اور وضاحت پیش کرتے ہوئے میری دینی غیرت یہ محسوس کرتی ہے کہ میں خلق خدا کو راضی کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جو ایک طرح خفی شرک بھی ہے۔

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے میکنم با خلق عالم کار نیست

اس صدی کے بزرگوں میں سے شیخ الہند اسیر مالٹا، حکیم اجمل خان مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا

محمد الیاس کاندھلوی' مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے حالات میری آنکھوں کے سامنے ہیں ان میں سے ایک بھی ایسے خوش قسمت نہیں ہیں جو خلق خدا کے غضب کا نشانہ اور ملامت کا ہدف نہ بنے ہوں۔

نہ من تنہا دریں مے خانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

عملی سیاست میں میری دلچسپی کا یہ پہلا موقع نہیں ہے بلکہ ہوش سنبھالنے کے وقت سے بالخصوص علم دین کی سعادت حاصل کرنے کے وقت ہی سے مجھے سیاست سے دلچسپی ہے اور اس میں میری ہی کیا خصوصیت ہے ہر عالم دین سیاست سے منسلک ہے اور اسلام کی رو سے کسی عالم دین کے لئے سیاست شجر ممنوعہ نہیں ہے نہ دین و سیاست کی الگ الگ حد بند اس ملک و قوم کی خصوصیت ہے جس کے مذہبی پیشواؤں اور حاکموں نے مل کر یہ ہموارا کر لیا ہے کہ قیصر اور بادشاہ کا حق بادشاہ کو دیا جائے اور پوپ کا حق پوپ کو دیا جائے انسانیت کو نجات دینے والا نظام اسلام یہ کہتا ہے کہ

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

بلکہ حدیث میں آتا ہے کانت بنواسرائیل تسوسھم الانبیاء یعنی (بنی اسرائیل کی سیاست کا نظام انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ میں تھا)

سیاست نام ہے ملک و ملت کے ان اجتماعی مسائل سے عہدہ برآ ہونے کا جو اخلاق سماج نظام حکومت' معاشیات واقتصادیات' وسائل پیداوار اور دولت کی حکیمانہ تعلیم سے بنیادی تعلق رکھتے ہیں' اگر دین کے دامن میں انفرادی پوجاپاٹ اور عبادت وبندگی کے سوا انسان اجتماعی مسائل کی بابت ہدایت اور ان کا مکمل حل موجود نہیں تو اس دین کو دین کہلانے کا حق ہی نہیں۔

میں ایک عالم دین کے لئے اس سے بڑی ذلت اور کوئی نہیں سمجھتا کہ وہ

حکومتی دوائر میں کسی عہدہ پر متمکن ہو اس کا کام ارشاد و ہدایت اور تبلیغ و اصلاح ہے اور وہ حکومت سے باہر رہ کر ہی سرانجام دیا جا سکتا ہے --- مثل مشہور ہے کہ "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد" اقتدار کی کان نمک میں جا کر نمک بننے سے بہتر ہے کہ اقتدار سے باہر رہ کر اصلاح بین المسلمین کا فریضہ سرانجام دیا جائے تاکہ کسی مرحلہ پر بھی اعلاء کلمۃ الحق کی آواز مدہم نہ ہونے پائے۔

علماء کو احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے تو ہمیشہ سرگرم عمل رہنا چاہیے لیکن سیاسی جماعتوں کی طرح محاذ آرائی کا انداز اختیار کرنا علماء کے شایان شان نہیں ہے اکابر سلف نے ہمیشہ حق گوئی کو اپنا شعار بنائے رکھا مگر اس مقصد کے لئے انہوں نے کبھی کسی حزب اختلاف کی بنیاد نہیں رکھی اور حکومت وقت کی بے دینی یا بد عنوانی کے خلاف منظّم سیاسی جد و جہد سے انہوں نے ہمیشہ گریز کیا

امام احمد بن حنبلؒ نے امام شافعیؒ نے امام مالکؒ نے اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ نے وقت کے حکمرانوں کی خلاف شرع باتوں پر نکیر کیا اور کلمہ حق کہنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی مگر انہوں نے کبھی حکومت کو اقتدار کی مسند سے ہٹا کر خود کو اقتدار پر قابض ہونے کی ادنی سی کوشش بھی نہیں کی ان بزرگان ملت نے اپنے اپنے دور کے ظالم حکمرانوں کے خلاف کبھی متحدہ محاذ نہیں بنایا اپوزیشن پارٹی قائم نہیں کی، جتھہ بندی نہیں کی محاذ آرائی کا طریقہ اختیار نہیں کیا ہنگامہ آرائی کی روش نہیں اپنائی البتہ حق گوئی اور حق پژدہی کے صلہ میں جو کچھ ان کے جسم و جاں پر گذری اسے انہوں نے پوری استقامت اور صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کیا اور حکمرانوں کی غلط روش پر ہمیشہ انہیں ٹوکتے رہے اور اس معاملہ میں نہ انہوں نے کبھی مداہنت سے کام لیا نہ مصلحت کوشی سے۔

ہمیں اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہمیں اللہ تعالی نے ایسے دین میں پیدا کیا ہے جس کا اقتصادی نظام نہ تو معاشی ناہمواری کے مہلک نتائج پیدا ہونے دیتا ہے

اور نہ اُس سے مذہب وروحانیت کو خیرباد کہنا پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنی برتری کی وجہ سے کسی نظام کی پیوند کاری کو بھی گوارا نہیں کرتا' یہ اسلام کی اپنی غیرت کے خلاف ہے کہ جس کے دامن میں سب کچھ موجود ہو وہ دوسروں کے سامنے دست طلب کیوں دراز کرے' علامہ اقبال مرحوم نے شاید ایسے ہی حالات میں ہماری حمیت و غیرت کو ابھارا ہے وہ کہتے ہیں

مر نمک اندر شاخسار بوستان
بر مراد خویش بند و آستاں
توکہ داری فکرت گردوں پیر
خویش را از مرعلے کمتر مگیر
دیگر ایں نہ آسماں تعمیر کن
بر مراد خود جہاں تعمیر کن

لفظ "جمہوریت" کے ساتھ اس کے حقیقی مفہوم اور مصداق کو متعین کرنے کے لئے اگر اسلامی یا غیر اسلامی کا لفظ لگایا جاتا ہے تو یہ قیاس کرنا انتہائی غیر منطقی اور غیر اصولی ہے کہ سوشلزم اور کمیونزم کو بھی اسلامی اور غیر اسلامی کہنا درست ہے کیونکہ لفظ جمہوریت باوجودیکہ ایک بامعنی لفظ ہے لیکن اس کا مفہوم بعض صورتوں میں اس وقت تک واضح نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے ساتھ دوسرا لفظ نہ لگایا جائے مثلاً برطانوی جمہوریت 'امریکی جمہوریت' اشتراکی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت کہنا بالکل بجا اور درست ہے اس کے برخلاف سوشلزم کمیونزم اور اسلام ہر ایک اپنی جگہ اپنے مفہوم میں مستقل ہے اور مذاق متعین کرنے میں کسی دوسرے لفظ کو لگانے کی مطلقاً حاجت نہیں ہے' اگر سوشلزم اور اسلام کے معاشی نظام کے اجزاء کسی جگہ ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہوں تب بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔

اگر اسلام اپنے دامن میں دنیا کے مادی معاشی نظاموں سے اعلیٰ اور بہتر نظام نہیں رکھتا تو دین اسلام کو دین کہنا ہی صحیح نہیں ہے اور جس کو دین اسلام میں ایسی کوتاہی نظر آتی ہے تو دوسرے نظاموں کے ساتھ پیوند لگانے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو اسلام کے رجسٹر سے اپنا نام کٹوا دینا چاہیے۔

ہماری سیاست کا محور اسلام اور صرف اسلام ہے میں نے اسلام کے ساتھ صرف کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے کہ اسلام کے ساتھ کسی "ازم" کی پیوندی کاری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسلام نہ سائنسی ایجادات کے خلاف ہے اور نہ ان کے استعمال کو روکتا ہے بلکہ اسلام کی نظر میں اگر عقل و تجربہ سے صحیح کام نہ لیا جائے تو گویا ہم نے عقل کی قدر نہیں پہچانی' ہاں نفسانی اور لذت پرستی کے جذبات کو بے لگام بنانے کا نام اگر ترقی ہے تو بے شک اسلام ایسی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہی نہیں بلکہ اس کا دشمن ہے۔

اصل میں جب کسی ملت اور قوم کا مذہب شعور پختہ ہو جاتا ہے تو پھر ترقی کے تمام نقشے مذہبی حدود کے اندر اندر تیار کئے جاتے ہیں اور مذہبی حصار کو ترقی کا نام دے کر گرایا نہیں جاتا اسی لئے مذہبی شعور کی پختگی سے محروم افراد کے تصور میں مذہبی حدود کی توڑ پھوڑ کئے بغیر ترقی کا کوئی نقشہ نہیں آتا' بہر حال اسلام نہ تو صحیح ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور نہ مشکلات پیدا کرتا ہے بلکہ وہ ترقی کے تخریبی مفہوم سے لوگوں کو بعض رکھتا ہے۔

دنیا کے وہ تمام انسانی گروہ جو کسی نہ کسی مفہوم اور صورت میں خدا کا تصور رکھتے ہیں اور اس کی دی ہوئی مذہبی ہدایات پر عقیدہ اور یقین رکھتے ہیں سب کے سب اس حقیقت پر متفق ہیں کہ انسان دو چیزوں کا مجموعہ یا دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم جسے قالب اور ڈھانچہ بھی کہتے ہیں دوسری روح یعنی وہ چیز جس سے حیات اور آثار حیات یعنی احساسات و جذبات وابستہ ہیں اور جس کی جدائی کو موت سے تعبیر کیا جاتا

ہے جسم وبدن کی صحت و توانائی کا دارومدار اچھی آب و ہوا اور عمدہ غذا پر ہے لیکن روح کی پاکیزگی اور اس کی توانائی کا تعلق خدا کے ساتھ وابستگی اور خدا پرستی پر ہے یہی خدا پرستی انسانوں کے تقوی اور کردار کا بنیادی پتھر ہے اور خدا پرستی کا یہ جذبہ جس قدر کمزور ہوگا اسی قدر تقوی کمزور اور ضعیف ہوگا اس جذبہ میں جس قدر شدت اور مضبوطی ہوگی اسی قدر تقوی کا معیار بلند اور کردار مضبوط ہوگا-

کسی انسان کی حق تلفی کا تدارک پوری زندگی کی عبادتوں سے بھی ممکن نہیں ہے پارسائی کے اس اعلی معیار کی بناء پر اسلام کا یہ مشہور ضابطہ ہے کہ حقوق اللہ سے حقوق العباد مقدم اور زیادہ اہم ہیں' اللہ کی مخلوق اللہ کو ایسی پیاری ہے جیسے باپ کی نظر میں اولاد پیاری ہوتی ہے پس اللہ کے نزدیک وہ شخص سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے-

اس سلسلہ میں میرا تاثر ایک عالم دین' ایک مسلمان اور پاکستانی کی حیثیت سے یہ ہے کہ قومی اسمبلیوں میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے سے جو خوشی مجھے ہوئی ہے شاید میری زندگی میں اس سے زیادہ خوشی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کیونکہ محمد عربی ﷺ کی نبوت کے مقابلہ میں ایک مصنوعی نبوت کا فتنہ اسلام کے جسم کا ایک ناسور تھا جو تقریبا نوے سال سے پرورش پا رہا تھا' فرنگی اقتدار نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف ہو کر انیسویں صدی کے آخر میں یہ فتنہ صرف اسی لئے اٹھایا تھا کہ جہاد کو منسوخ کرا دیا جائے مسلمانوں نے ابتداء ہی سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا-

یہ فیصلہ اسلام کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا' اب ہمیں چاہیے کہ ہم اس فیصلہ پر بارگاہ رب العزت میں شکر ادا کریں اور متاثر ہونے والے فرقہ کے ساتھ ایسا کوئی برتاؤ نہ کریں جو آئین میں دیئے ہوئے تحفظ کے خلاف ہو-

ہندوستان میں مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آرہا ہے کبھی کسی شہر میں اور کبھی کسی دوسرے شہر میں بڑی باقاعدگی سے خون مسلم سے ہولی کھیلنے

کی مشق ستم جاری ہے' ایسی صورت میں دنیا بھر کے اسلامی ممالک کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ مسلمانان ہندوستان کی اس مسلسل مظلومیت کے خلاف نہ صرف صدائے احتجاج بلند کریں بلکہ ایسے عملی اقدامات بھی کریں جن سے ہندوستان کے برسر اقتدار طبقہ کو فرزندان توحید پر ظلم ڈھانے کی اس کاروائی پر جھنجھوڑا جا سکے۔

سیاست کی تین قسمیں ہیں ایک ذاتی اور شخصی' سیاست جس میں تمام مسائل اور عوامل کا محور تنہا ایک ہستی اور ذات ہو کہ ایسی ہستی اور ذات بجز حضور اکرم ﷺ کے نہ کوئی ہے اور نہ قیامت تک آسکتی ہے' حضور کی ذات اقدس عبادات واخلاق معاشیات واقتصادیات اور ہر اعتبار سے معیار اور مقصود بالذات ہے آپ کے بعد کسی ذات کو معیار اور کسوٹی کا درجہ نہیں دیا جا سکتا زندگی کے تمام مسائل اور ہماری اسلامی قومیت کا محور بھی محمد عربی ﷺ کی ذات گرامی ہے'

سیاست کی دوسری قسم ہے جماعتی سیاست جس کو پارٹی پالیٹکس کہتے ہیں ایسی ایسی سیاست میں جب کہ پارٹی کے مقاصد ذاتی وانفرادی' نسلی وعلاقہ واری اور طبقاتی وگروہی سطح سے بلند دین وملت کے عام بہبود وفلاح کے اعلیٰ اصول :وں اور تنظیم کے افراد بھی قابل اعتماد ہوں تو ایسی سیاست میں خود میں نے اور میرے بزرگوں نے بھی حصہ لیا ہے۔

سیاست کی تیسری قسم ہے جو ذاتیات اور پارٹی پالیٹکس دونوں سے بلند' اعلیٰ اصول اور بنیادی نصب العین سے متعلق ہو جس میں تمام کوششوں اور قربانیوں کا محور نصب العین اور اصولی مقاصد ہوتے ہیں یہ سیاست کبھی اور کسی وقت کسی عالم دین سے جدا اور الگ نہیں ہو سکتی' یہ سیاست نہ کسی ذات کی محتاج ہے اور نہ کسی پارٹی کی رہی یہ بات کہ ہماری زندگی اور کوششوں کا محور وہ اصولی مقصد اور نصب العین کیا ہے سو وہ اسلام اور صرف اسلام ہے۔

حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کی رباعیات

خوش ہے کبھی انسان کبھی ہے بیزار
ہوشیار زمانے میں ذرا اے دل زار
یوسف سے برادر کو کنوئیں میں چھوڑا
دنیا میں کہاں کوئی کسی کا غمخوار

ڈالی کہیں تحفہ کہیں نذرانہ ہے
صاحب سے کہیں جنٹ سے یارانہ ہے
دنیا کے طلبگاروں کی حالت مت پوچھ
ہر ایک یہاں نام کا دیوانہ ہے

لوگوں کا ہر ایک کام بھی کرنا مشکل
انکار پہ طعنوں کا بھی سننا مشکل
افسوس کہ اعزاز کے ساتھ اے شاکر
دنیا میں شریفوں کا ہے رہنا مشکل

یہ کوشش و ہمت کا نتیجہ نکلا
ادنیٰ ہے زمانے میں کوئی ہے اعلیٰ
بھوکے ہیں مسلمان نصاری خوش عیش
انسان کو ملتا ہے کئے کا بدلہ

صافے میں نہ جیتے ہیں کرامت ہے اب
بس ہیٹ لگانے میں شرافت ہے اب
افسوس صد افسوس کہ مسلم یہ کہے
داڑھی کے بڑھانے میں حماقت ہے اب

اغلاط نامہ

صفحہ نمبر	غلط	صحیح
۱۸	لغرش	لغزش
۱۹	طوطی بول رہی تھی	طوطی بول رہا تھا
۲۱	اپنی جگہ نہیں	اپنی جگہ سے نہیں
۲۱	تاز سین	تان سین
۳۶	دین کی جیادی	دین کے جیادی
۳۷	اپنی	انہی
۴۳	تم	تو
۴۳	کروگی	کریں
۴۲	کرنے	کرکے
۴۵	آپ آگے	اپنے آگے
۵۵	دونوں دونوں	دونوں
۵۹	خوبی بھی	خوبی دی
۶۶	کسی مخلوق کی کسی مخلوق کی	کسی مخلوق کی
۷۵	اتمام جنگ رو	اتمام حجت کرو
۷۷	قابل قبول نہیں	قابل قبول ہوتی ہے
۷۷	ہوتا	ہوتی
۸۰	خیا	خیال
۱۰۱	بیٹ	پیٹ
۱۲۳	لپیٹ	لپٹ
۱۲۳	ہنڈیاں	ہنڈیا
۱۲۴	جاؤں	جاؤ
۱۲۵	کہنے لگا	کہے گا
۱۳۵	شہد	شہید
۱۴۰	لپ	آپ
۱۴۴	جھنڈا	جھنڈا
۱۴۹	بھر سے	بھرے
۱۵۰	ارخ	یہ لفظ نہ پڑھا جائے
۱۵۴	ہلوی	ہادی

	غلط	صحیح
۱۶۳	انبیاؤں	انبیاء
۱۶۵	چراہے	چوراہے
۱۹۰	ترجمان	ترجمانی
۱۹۸	نکہ	نکتہ
۲۰۳	ادم	آدم
۲۲۲	مطالعہ	مطالبہ
۲۲۲	بالاخر	بالآخر
۲۲۳	کی	کو
۲۲۳	کریں گے	کریں گی
۲۲۳	ماوری	مادی
۲۲۴	بیٹھی	بیٹھتی
۲۲۵	بوجود	باوجود
۲۲۵	اسلام اجازت نہ دیتا ہو	اسلام اجازت دیتا ہو
۲۲۸	اسے سے	اس سے
۲۲۹	بناکر	بتاکر
۲۲۹	مالکل	بالکل
۲۴۰	مطمعن	مطمئن
۲۴۳	رائج کا	رائج کیا
۲۴۳	والدہ	دلدادہ
۲۵۰	جانبدار	جاندار
۲۵۱	بع صدی	ربع صدی
۲۵۱	کی حال	کے حال
۲۵۱	باگ دوڑ	باگ ڈور
۲۵۱	ساش	سازش
۲۵۲	بالاخر	بالآخر
۲۵۳	علماء کو	علماء کا
۲۵۴	اسائل	مسائل
۲۶۷	کردیئے	کردے
۲۷۷	روز سے	رو سے
۲۷۸	بالاخر	بالآخر
۲۸۷	مفتی صاحت	مفتی صاحب
۲۹۵	کاروائی	کارروائی